علمِ کلام کے موضوع پر آسان الفاظ میں اہم اسلامی
عقائد پر مشتمل قابلِ مطالعہ مجموعہ، شیخِ محقق کے قلم سے

تکمیل الایمان

تصنیف:
شیخِ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

علم کلام کے موضوع پر نہایت آسان اور سہل نثر
میں شیخ محقق کی تصنیف شدہ اہم اسلامی عقائد پر

قابلِ مطالعہ مجموعہ

ایمانِ کامل کیسے ہو؟

مصنف: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

حواشی: امام اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ

مترجم: علامہ پیرزادہ محمد اقبال احمد صاحب فاروقی مدظلہ العالی

سبزواری پبلشرز بائینڈنگ اینڈ پرنٹنگ پریس

آر ای 11/49 عبدالحکیم خان روڈ، رتن تلاؤ اسٹریٹ نزد فریئر مارکیٹ کراچی۔

موبائل: 0303-7297476

www.alahazratnetwork.org

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام	ـــــــ	ایمان کامل کیسے ہو؟
مصنف	ـــــــ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ
مترجم	ـــــــ	پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ العالی
ضخامت	ـــــــ	۲۲۵
تعداد	ـــــــ	۱۰۰۰
اشاعت دوم	ـــــــ	شعبان المعظم ۱۴۲۰/نومبر ۱۹۹۹ء
قیمت	ـــــــ	۸۰ روپے

کتاب ملنے کا پتہ

۱- ضیاء الدین پبلی کیشنز شہید مسجد کھارادر کراچی۔ فون: 203918

۲- مکتبہ المدینہ شہید مسجد کھارادر کراچی - فون: 203311

۳- مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی نمبرا کراچی۔ فون: 4943368

۴- مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی - فون: 2627897

۵- علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی - فون: 2628939

۶- حنفیہ پاک پبلشرز بسم اللہ مسجد کھارادر کراچی۔

۷- مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ ہوم اسٹیڈ ہال حیدر آباد - فون: 28917

۸- مکتبہ البصریٰ چھوٹی گٹی حیدر آباد۔ فون: 641926

۹- مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور۔

۱۰- شبیر برادر اردو بازار لاہور فون: 7246996

۱۱- ضیاء القرآن گنج بخش روڈ لاہور - فون: 63464

www.alahazratnetwork.org

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحات
۱۔	نگاہ اولین	۹
۲۔	تقدیم	۱۱
۳۔	تقریظ جلیل	۱۳
۴۔	شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی سوانح اور علمی خدمات	۱۴
۵۔	اشیاء کی حقیقتیں	۳۶
۶۔	عالم عارضی ہے	۳۷
۷۔	عالم فانی ہے	۳۷
۸۔	عالم کا خالق ہے	۳۸
۹۔	وہ قدیم ہے	۳۸
۱۰۔	وہ واحد ہے	۳۸
۱۱۔	وہ زندہ، دانا، اور صاحب اختیار ہے	۳۹
۱۲۔	وہ متکلم، سمیع اور بصیر ہے	۳۹
۱۳۔	قیامت کے دن دیدار خداوندی	۴۰
۱۴۔	فرشتوں کو دیدار الٰہی عزوجل	۴۰
۱۵۔	جنات کو دیدار الٰہی عزوجل	۴۱
۱۶۔	عورتوں کو دیدار الٰہی عزوجل	۴۱
۱۷۔	خواب میں دیدار الٰہی عزوجل	۴۲
۱۸۔	خالق جمیع اشیاء	۴۳
۱۹۔	عالم جمیع معلومات	۴۵
۲۰۔	حاکم بلا شرکت غیرے	۴۵
۲۱۔	حسن و قبح کیا ہے؟	۴۶
۲۲۔	ملائکہ	۴۷

نمبر شمار	مضمون	صفحات
۲۳۔	فرشتوں کی پیدائش پر امام اہلسنت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے حواشی	۴۷
۲۴۔	جبرائیل علیہ السلام	۶۰
۲۵۔	میکائیل علیہ السلام	۶۱
۲۶۔	اسرافیل علیہ السلام	۶۱
۲۷۔	عزرائیل علیہ السلام	۶۱
۲۸۔	فرشتوں کے مقامات	۶۱
۲۹۔	اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار	۶۳
۳۰۔	الہامی کتابیں	۶۳
۳۱۔	قرآن پاک	۶۳
۳۲۔	متقین کی ہدایت	۶۳
۳۳۔	اسمائے الٰہی عزوجل	۶۳
۳۴۔	ننانوے نام	۶۳
۳۵۔	افعال اختیاری	۶۵
۳۶۔	امام اہلسنت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے حواشی	۶۶
۳۷۔	مسئلہ جبر و قدر اور علمائے اہلسنت	۸۲
۳۸۔	بندوں کے افعال	۸۳
۳۹۔	قضا و قدر پر ایمان	۸۳
۴۰۔	ہدایت و گمراہی اور مشیت ایزدی	۸۴
۴۱۔	ہدایت کے معنی	۸۵
۴۲۔	عذاب قبر	۸۵
۴۳۔	اطفال مومنین سے سوال	۸۷

www.alahazratnetwork.org

صفحات	مضمون	نمبر شمار
۸۷	اطفال مشرکین سے سوال	۴۴۔
۸۸	عذاب قبر	۴۵۔
۸۹	موت کے بعد زندگی	۴۶۔
۹۱	قیامت کیا ہے؟	۴۷۔
۹۱	میزان عدل	۴۸۔
۹۳	اعمال نامے	۴۹۔
۹۳	سوالات و استفسارات	۵۰۔
۹۶	حوض کوثر	۵۱۔
۹۷	پل صراط	۵۲۔
۹۸	شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۵۳۔
۹۹	شفاعت کے عنوان پر امام اہلسنت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے حواشی	۵۴۔
۱۰۷	مقامات شفاعت	۵۵۔
۱۰۹	جنت و دوزخ	۵۶۔
۱۱۰	اعراف	۵۷۔
۱۱۱	قیامت کے متعلقات اس پر حاشیہ	۵۸۔
۱۱۳	ایمان بالقلب و تصدیق باللسان	۵۹۔
۱۱۴	ایمان اور اسلام	۶۰۔
۱۱۵	اقرار ایمان بلفظ انشاء اللہ	۶۱۔
۱۱۵	ایمان بالجبر	۶۲۔
۱۱۷	ایمان و توبہ بیاس	۶۳۔
۱۱۹	حضرت آسیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا	۶۴۔
۱۲۰	فرعون اور ابوجہل	۶۵۔
۱۲۱	ابن عربی اور ایمان فرعون	۶۶۔

www.alahazratnetwork.org

نمبر شمار	مضمون	صفحات
۶۷۔	شیخ ابن حجر مکی کی رائے	۲۳
۶۸۔	گناہ کبیرہ سے ایمان ساقط نہیں ہوتا	۲۵
۶۹۔	گناہ کبیرہ و صغیرہ	۲۶
۷۰۔	فرقہ خارجیہ اور معتزلہ کا استدلال	۲۷
۷۱۔	گناہ کے اثرات	۲۸
۷۲۔	اہل کبائر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہیں رہیں گے	۲۹
۷۳۔	مشرک ابدی دوزخی ہیں	۲۹
۷۴۔	عذاب و مغفرت	۳۰
۷۵۔	گناہ صغیرہ پر سزائیں	۳۱
۷۶۔	اللہ عزوجل کے رسول علیہم السلام	۳۱
۷۷۔	معجزات انبیاء علیہم السلام اور تائید الٰہی عزوجل	۳۳
۷۸۔	معجزہ کیا ہے؟	۳۴
۷۹۔	اول الانبیاء اور خاتم الانبیاء	۳۴
۸۰۔	انبیاء کی تعداد	۳۵
۸۱۔	ذوالقرنین کی نبوت	۳۵
۸۲۔	حضرت لقمان کی نبوت	۳۷
۸۳۔	حضرت خضر علیہ السلام	۳۷
۸۴۔	عورتوں کی نبوت	۳۸
۸۵۔	عصمت انبیاء	۳۹
۸۶۔	انبیاء کرام کی لغزشیں	۳۹
۸۷۔	انبیاء کرام کی ابدی زندگی	۴۰
۸۸۔	شریعت اور نبوت	۴۰
۸۹۔	قبروں سے استعانت اور استمداد	۴۰

www.alahazratnetwork.org

نمبر شمار	مضمون	صفحات
۹۰۔	قبروں سے استعانت پر امام اہلسنت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے حواشی	۱۳۶
۹۱۔	ولایت کے معانی	۱۵۷
۹۲۔	چار اولیاء قبروں میں زندہ ہیں	۱۵۷
۹۳۔	افضل الانبیاء	۱۵۸
۹۴۔	قرآن ایک معجزہ ہے	۱۵۹
۹۵۔	قرآن کا اعجاز	۱۶۰
۹۶۔	تمام مخلوقات کے نبی	۱۶۱
۹۷۔	معراج بیداری کے عالم میں	۱۶۲
۹۸۔	معراج کے عنوان پر امام اہلسنت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے حواشی	۱۶۳
۹۹۔	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان	۱۷۲
۱۰۰۔	امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت	۱۷۳
۱۰۱۔	شریعت محمدیہ ﷺ اعلیٰ ترین شریعت ہے	۱۷۴
۱۰۲۔	صحابہ کرام کی فضیلت	۱۷۶
۱۰۳	صحابہ کرام کی افضلیت	۱۷۷
۱۰۴۔	خلفائے اربعہ	۱۷۸
۱۰۵۔	خلفائے اربعہ کی فضیلت	۱۷۸
۱۰۶۔	عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم	۱۹۳
۱۰۷۔	اہل بدر	۱۹۶
۱۰۸۔	اہل احد	۱۹۷
۱۰۹۔	اہل بیعت رضوان	۱۹۷
۱۱۰۔	حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا	۱۹۸
۱۱۱۔	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اہل بیت	۱۹۹

www.alahazratnetwork.org

نمبر شمار	مضمون	صفحات
۱۲۔	خلافت	۲۰۱
۱۳۔	مسلک اہل سنت و جماعت	۲۰۲
۱۴۔	یزید کا حشر	۲۰۳
۱۵۔	مجتہد کا مقام	۲۰۵
۱۶۔	رسول ملائکہ سے افضل ہیں	۲۰۶
۱۸۔	اولیاء کا مقام	۲۰۷
۱۸۔	مقامات انبیاء و اولیاء	۲۰۹
۱۹۔	مقام عبدیت	۲۱۰
۲۰۔	آیات و احادیث کی بحث	۲۱۱
۲۱۔	زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ	۲۱۲
۲۲۔	زندوں کی دعا سے متعلق امام اہلسنت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے حواشی	۲۱۳
۲۳۔	قبولیت دعا	۲۱۹
۲۴۔	قبولیت دعا کی شرائط	۲۱۹
۲۵۔	گناہ پر فخر	۲۲۰
۲۶۔	شریعت سے تمسخر	۲۲۱
۲۷۔	مذاقاً اقرار کفر	۲۲۱
۲۸۔	نشہ میں کلمات کفر	۲۲۱
۲۹۔	فاسق کی اقتداء	۲۲۲
۳۰۔	موزوں پر مسح	۲۲۲
۳۱۔	سنیوں کی تین علامتیں	۲۲۲
۳۲۔	کاہن اور نجومی کی حیثیت	۲۲۳
۳۳۔	امیدوار رحمت الٰہی	۲۲۳
۳۴۔	ایمان و خوف کی اہمیت	۲۲۴

www.alahazratnetwork.org

❀ ❀ ❀ نگاہِ اولین ❀ ❀ ❀

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۰۵۲ھ) کی زیر نظر تالیف "تکمیل الایمان (فارسی) اس کا اردو ترجمہ "ایمان کامل کیسے ہو؟" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب میں نہایت ہی سادہ انداز میں عقائد کی ان موٹی موٹی باتوں کو بیان کیا گیا ہے جو ایک عام مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ لہٰذا یہ علم عقائد میں معتمد اور مستند مگر مختصر اور جامع کتاب ہے۔ ایسی کتاب کی بہت ضرورت تھی اور موجودہ دور میں صحیح عقائد کی جستجو کرنے والے ذہن اسے بہت مفید پائیں گے۔

فارسی شناسی اور ذوق فارسی اب قریباً" قریباً" ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ایک وقت وہ بھی تھا جبکہ امام اہلسنّت مجدد دین و ملت پروانہ شمع رسالت اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ فارسی کا اردو ترجمہ نہیں فرماتے تھے کیونکہ فارسی زبان عام بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ مورخ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی مدظلہ العالی نے اس مفید کتاب کا اردو ترجمہ نہایت ہی آسان انداز میں پیش کیا ہے اور اس پر عظیم الشان کام یہ کیا ہے کہ حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے خیالات کو امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے حواشی سے موید کر کے اہل علم کے لئے دلائل و براہین کا ایک بے پناہ ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ اب یہ کتاب صرف عام قاری کے لئے ہی نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے گراں قدر اور علمی حواشی کی وجہ سے علمائے کرام کے مطالعہ کے لئے بھی ضروری اور مفید ہو گئی ہے۔ مترجم کی اس کوشش نے اس کتاب کو پاک و ہند کی دو عظیم سنی اعتقادی شخصیتوں کے خیالات کو یکجا جمع کر کے ایک امتیازی اور انفرادی حیثیت دے دی ہے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اکبری دور کی بد اعتقادی اس زمانہ کے نظریاتی فتنوں کے خلاف قلمی جہاد کیا جبکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے دور حاضر کے بد مذہبی کے طوفانوں کا زوردار اور دندان شکن مقابلہ کیا اور گمراہ فرقوں کی سرکوبی کی اور عوام و خواص کو ان کے ناپاک عزائم سے بروقت آگاہ کیا۔ اندریں حالات مجھے اہل علم سے یہ التماس کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ وہ اس اہم اور مفید ایڈیشن کو اپنے ذاتی کتب خانہ کی زینت بنائیں

www.alahazratnetwork.org

مطالعہ کریں اور احباب کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دلائیں۔

زیر نظر کتاب علامہ مولانا پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی مدظلہ العالی نے سب سے پہلے مکتبہ نبویہ لاہور سے شائع کرائی۔ کتاب تو شائع ہو گئی مگر اس کا معیار فنی زمانہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نہ تھا۔ بعض مقامات پر پروف ریڈنگ کی غلطی بھی موجود تھی۔ اس کے علاوہ ہر آیت کے ساتھ اس کا مکمل حوالہ بھی درج کر دیا گیا ہے تاکہ تلاش میں آسانی ہو جائے۔ اور ایک عرصہ ہوا یہ کتاب مارکیٹ میں موجود نہیں تھی۔ لہذا ہم نے اس کو نئی کمپوزنگ کے ساتھ آراستہ کر کے بہت ہی عمدہ طریقہ سے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ فیصلہ قارئین کرام خود فرمائیں۔ اس کے علاوہ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی مفصل سوانح حیات اور آپ کی علمی خدمات پر ایک پرمغز اور دقیق مضمون کا اضافہ کیا ہے۔ یہ کتاب سبزواری پبلشرز کی باقاعدہ پہلی اشاعت ہے اور آئندہ بھی ہم اپنے قارئین کرام تک اپنے اکابرین کی تصنیفات اور جواہر پارے جو قدیم شائع ہوئے تھے یا اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے انہیں منظر عام پر لائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی اشاعت پر ہمارے معاونین کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے اور ہماری اس کوشش کو اپنی جناب میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور مزید اشاعت دین کی توفیق رفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خاکپائے بزرگان دین

عبدالکریم قادری رضوی عفی عنہ

خطیب و امام جامع مسجد حیدری

حضرت محمد شاہ دولہا بخاری علیہ الرحمۃ کھارادر۔

کراچی

۱۱ر جمادی الاول ۱۴۱۸ھ

14-9-1997 بروز اتوار

www.alahazratnetwork.org

تقدیم

سرمایہ اہلسنت، محقق دوراں

حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی مدظلہ العالی

(مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالی کی شخصیت علم و عمل احقاق حق اور خدمت دین کے حوالے سے محتاج تعارف نہیں۔ آپ کو آفتاب نصف النہار کہا جائے یا چودھویں شب کا چاند' ہر لحاظ سے آپ اس کے مصداق ہیں۔ عقائد اسلامیہ سے متعلق آپ کی یہ تصنیف لطیف ایک جامع کتاب ہے اس کے بارے میں میرے جیسا ایک کم علم کیا لکھ سکتا ہے البتہ اتنا کہنا مناسب ہوگا کہ ہر مصنف کی کتاب اس کی شخصیت کے حوالے سے جانی جاتی ہے۔

حضرت شیخ رحمتہ اللہ تعالی علیہ کا اسم گرامی ہی اس کتاب کی افادیت کو اجاگر کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس وقت المیہ یہ ہے کہ عوام الناس کو دو وجہ سے اپنے عقائد کی معلومات سے بے بہرہ رکھا جا رہا ہے ایک یہ کہ دور حاضر میں پیدا ہونے والے باطل فرقوں نے اسلامی عقائد کو جس طرح مسخ کیا اسی انداز میں عقائد کی وضاحت ضروری ہے آج جو باطل فرقے موجود ہیں انکا رد کیا جائے اور جو فرقے ناپید ہو گئے اور ان کے عقائد بھی صفحہ ہستی سے مٹ گئے ان کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے لہذا موجودہ دور کے حوالے سے عوام کو اسلامی عقائد سے آگاہی ضروری ہے۔

دوسری وجہ جو عوام کی محرومی کا باعث بنتی ہے وہ یہ ہے کہ اصل مضمون اور مقصد کو الفاظ کے ہیر پھیر اور فلسفیانہ موشگافیوں سے اس قدر مشکل کر دیا جاتا ہے کہ عام قاری صرف کتاب کو سمجھنے کی حد تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور اصل مقصد تک پہنچ نہیں پاتا۔ حضرت شیخ علیہ الرحمتہ کو اللہ تعالی اجر عظیم عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنی اس عظیم المرتبت تصنیف میں سہل اور عام فہم طریقہ اختیار فرمایا۔ آپ خود لکھتے ہیں۔

"میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ بحث و استدلال اور قیل و قال

www.alahazratnetwork.org

کی الجھنوں سے دور رہ کر اظہار مدعا کیا جائے میں نے یہ طریقہ اس
لئے اختیار کیا کہ علم کلام اور فلسفیانہ موشگافیوں سے مطالب حق
کو تذبذب و حیرت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اسے حصول مطلب اور
حصول مقصد میں دشواری نہ ہو۔" (مقدمہ)

حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی ممتاز عالم اور محقق ہیں ان کے سلیس ترجمہ اور مفید حواشی نے کتاب کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے اور پھر شیخ الحدیث ادیب اہلسنّت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی کا علمی مقدمہ بجائے خود ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ حضرت شیخ علیہ الرحمتہ اور دیگر اکابر کے عقائد وہی تھے جو اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں۔ اس لئے یہی لوگ اہلسنّت والجماعت ہیں۔ اور جن لوگوں کے نظریات و عقائد ان کے عقائد سے متصادم ہیں وہ اہلسنّت ہیں نہ ان بزرگوں کے پیروکار۔

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمتہ کی یہ کتاب مستطاب تکمیل الایمان ترجمہ "ایمان کامل کیسے ہو؟" وقت کی اہم ضرورت ہے اسے ہر گھر میں ہونا چاہئے اور اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ ادارہ سبزواری پبلشرز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے کہ اس نے مولانا حافظ عبدالکریم قادری رضوی اویسی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں اس اہم اور وقیع کتاب کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

محمد صدیق ہزاروی سعیدی
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

۱۰ جمادی الاول ۱۴۱۷ھ
13-9-97 بروز ہفتہ

www.alahazratnetwork.org

تقریظ جلیل

مفسر قرآن، محدث وقت حضرت علامہ مولانا مفتی ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی قادری رضوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد !

حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضوری ولی ہیں جیسا کہ مخالفین کے حکیم تھانوی نے اعتراف کیا ہے۔ (الافاضات الیومیہ)
تکمیل الایمان یعنی ایمان کامل کیسے ہو؟ میں آپ نے عقائد حقہ کی تفصیل بتائی ہے ظاہر ہے کہ جو حضوری ولی کے عقائد ہوں گے وہ حق ہوں گے ورنہ حضوری ولی کا کیا معنی۔ الحمدللہ اہلسنت کو یہی عقائد نصیب ہیں جیسا کہ اسی پر علامہ پیرزادہ محمد اقبال فاروقی مدظلہ العالی نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقوال سے تطبیق دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کارکنان سبزواری پبلشرز کراچی کو شاداں و فرحاں رکھے کہ انہوں نے اپنی پہلی اشاعت کا آغاز اس پیاری کتاب سے کیا ہے۔ اس سے یوں سمجھ لیجئے کہ اہل اسلام کے عقائد کی آبیاری اسی کتاب سے ہوگی۔ اسی سے اہل اسلام کے عقائد مضبوط و مستحکم ہوں گے۔ کتاب کی تصحیح اور باہتمام کے لئے کارکنان سبزواری پبلشرز کا انتخاب علامہ حافظ عبدالکریم قادری رضوی اویسی کا خوب ہے کہ کتاب صحیح ہوگی تو عقائد کی تصحیح ہوگی۔ فقیر نے چند سطور چلتے چلتے لکھ دیئے ہیں اور دعائیں کرتا ہوا اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کتاب کے نام "ایمان کامل کیسے ہو؟" کس طرح تاثرات قلوب میں نصیب ہوں۔ آمین ثم آمین۔

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری
ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی قادری رضوی
بہاولپور وارد کراچی (باب المدینہ)

۲۴ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ
27-9-1997
شب ہفتہ ۱۲ بجے

www.alahazratnetwork.org

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز

شیخ الاسلام، امام اہل سنت، شیخ محقق

اللہ تعالیٰ کی عادتِ کریمہ یہ رہی ہے کہ انسانیت کو شرک و کفر اور گمراہی سے نکالنے کے لیے انبیاء کرام بھیجے گئے فکرِ انسانی صدیوں کے ارتقاء کے بعد جہاں پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی مقدس ہستیوں نے لمحوں میں وہاں پہنچا دیا، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، امورِ آخرت اور عالم کے حادث یا قدیم ہونے کے بارے میں بڑے بڑے فلسفیوں اور دانشوروں نے کیا کیا موشگافیاں دکھیں، لیکن وہ اپنے وابستگانِ دامن کو دولتِ یقین فراہم نہ کر سکے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے چند کلمات نے سامعین کو وہ یقین عطا کیا جس کی بنا پر وہ جان تک قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کر گئے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا البتہ تجدید و تجدیدِ احیاء دین کو جاری رکھنے کے لیے امتِ مسلمہ کے جلیل القدر افراد آگے بڑھے اور انہوں نے نہ صرف دعوت و ارشاد کا کام پورے ولولے اور لگن سے کیا بلکہ دینِ متین کے مقدس چہرے سے گرد و غبار صاف کرنے میں تمام صلاحیتیں بھی صرف کر دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

- اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا (ابوداؤد)

بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

علماء اسلام نے مجدد کے لیے جو شرطیں بیان کی ہیں یہ ہیں۔

- وہ علومِ ظاہرہ اور باطنیہ کا جامع ہو۔

- اس کے درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور وعظ و تذکیر سے نفع عام ہو۔
- سنت کی اشاعت و ترویج اور بدعت کے خاتمے کے لیے کوشاں ہو۔
- ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے آغاز میں اس کے علم کی شہرت ہو اور لوگ دینی مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

پھر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر صدی میں ایک ہی مجدد ہو، گزشتہ صدیوں میں سے ہر صدی میں ایک سے زیادہ مجدد ہو سکے ہیں۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری (والد ماجد ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ) فرماتے ہیں۔

مجددِ مائۃ حادی عشر (گیارہویں صدی کے مجدد) یعنی الف ثانی، امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی (ولادت ۱۰ محرم ۹۷۱ھ، متوفی ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ) اور صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ زاہرہ و باہرہ حضرت شیخ علامہ عبد الحق محدث دہلوی (ولادت ۹۵۸ھ، متوفی ۱۰۵۲ھ) اور میر عبد الواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل۔ (ولادت ۹۱۳ یا ۹۱۵ھ، متوفی ۱۰۱۷ھ) تھے[1]

آئندہ صفحات میں گیارہویں صدی کے مجدد، پاسبان دین مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم)، علوم دینیہ کے نامور مبلغ اور ناشر، دینی حمیت و غیرت کے پیکر، امام المحدثین، شیخ محقق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی کے دینی اور ملی کارناموں کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت کی حیات مبارکہ کا مختصر تذکرہ پیش کر دیا جائے۔

حیات مبارکہ

۱۰۵۲ھ	۹۵۸ھ
۱۶۴۲ء	۱۵۵۱ء

امام اہل سنت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شہر دہلی ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں پیدا ہوئے، ان کے آباء و اجداد میں سے آغا محمد ترک بخاری، سلطان محمد علاء الدین خلجی کے زمانے میں بخارا سے ہجرت کر کے دہلی میں وارد ہوئے اور بلند و بالا مناصب پر فائز رہے۔ بخارا سے ہجرت کے وقت متعلقین اور مریدین کی ایک جماعت ان کے ہمراہ تھی۔[2] آپ کے والد ماجد شیخ سیف الدین دہلوی شعر و سخن کا ذوق رکھنے والے عالم اور صاحب حال بزرگ تھے،

---

[1] محمد ظفر الدین بہاری، ملک العلماء، چودہویں صدی کے مجدد اعظم (جامعہ اشرفیہ، مبارکپور) ص ۲۳، ۲۲۔
[2] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: تکملہ اخبار الاخیار (مطبع مجتبائی، دہلی) ص ۲۸۹۔

www.alahazratnetwork.org

سلسلۂ عالیہ قادریہ میں شیخ امان اللہ پانی پتی کے مرید اور خلیفۂ مجاز تھے[1]
حضرت شیخ نے تکملۂ اخبار الاخیار میں ان کے متعدد ملفوظات نقل کیے ہیں، چند ایک ملاحظہ ہوں۔

۱۔ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے جو مخلوق کے لیے کام کرتے ہیں تاکہ ان کے نزدیک اہمیت حاصل کریں، کام کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، مخلوق سے کیا کام!

۲۔ جب دیکھا جاتا ہے کہ علما اور فضلا جاہ وعزت اور کثرت اسباب کے حاصل کرنے اور مال و دولت کے جمع کرنے میں مخلوق خدا کے ساتھ الجھتے ہیں اور لڑائی تک پہنچ جاتے ہیں، تو میں شکر کرتا ہوں کہ میں نے زیادہ نہیں پڑھا اور اکابر میں سے نہیں ہوا۔

۳۔ د شیخ محقق فرماتے ہیں کہ مجھے والدگرامی نے کئی دفعہ فرمایا) کسی شخص کے ساتھ علمی بحث میں جھگڑا نہ کرنا اور کسی کو تکلیف نہ دینا، اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ حق دوسری جانب ہے تو قبول کر لینا۔ ورنہ دو تین بار کہنا اگر نہ مانیں تو کہنا کہ بندہ کو اسی طرح معلوم ہے، جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ بھی ہو سکتا ہے، جھگڑا کس بات کا؟

۴۔ اگر تمہیں اپنے پیر اور استاد سے محبت اور عقیدت ہو تو اس سلسلے میں کسی سے لڑائی نہ کرو اور تعصب اختیار نہ کرو، یہ محبت کا کام ہے، جسے محبت نہ ہو وہ کیا کام کرے گا؟ فائدہ بزرگوں کی عقیدت، محبت اور پیروی میں ہے تم جو جنگ کرتے ہو وہ اپنے نفس کے لیے ہے نہ کہ بزرگوں کے لیے۔

۵۔ طریقت کے بہت معاملات ہیں، جنہیں اس راہ کے اصحاب بہت ادا کرتے ہیں، حقیقت کا اصل کام یہ ہے کہ ہر وقت اس حقیقت کو پیش نظر رکھے کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے ساتھ ہے۔ ایک لحظہ بھی اس خیال سے غافل نہ رہے، دست در کار و دل بایار[2]

شیخ محقق نے نہ صرف ان کی نصیحتوں کو عمر بھر یاد رکھا بلکہ ان پر عمل پیرا رہے۔

شیخ سیف الدین دہلوی، ۲۷ رشعبان ۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء کو پاس انفاس میں مشغول تھے، اسی حالت میں رحمت حق کی آغوش میں پہنچ گئے۔

تحصیل علم

حضرت شیخ محقق کو اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے علم سلیم اور فہم و دانش کا وافر حصہ عطا فرمایا، حافظہ حیرت انگیز

---

[1] خلیق احمد نظامی : حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ..... ندوۃ المصنفین دہلی ص ۲۷، ۶۶

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : تکملہ اخبار الاخیار فارسی (مجتبائی دہلی) ص ۲۹۲-۳۰۳

حافظہ قوی تھا خود فرماتے ہیں کہ

ڈھائی سال کی عمر میں دودھ چھڑائے جانے کا واقعہ مجھے اس طرح یاد ہے جیسے کل کی بات ہو۔[1]

والد ماجد نے ظاہری اور باطنی تربیت پر بھرپور توجہ دی، دو تین ماہ میں قرآن پاک پڑھا دیا پھر شیخ عبدالحق علوم دینیہ حاصل کرنے لگے۔

جب عربی نصاب اور منطق وکلام کی کتابوں تک پہنچے تو ماوراء النہر[2] کے دانشوروں کے پاس حاضر ہوگئے اور سات آٹھ سال دن رات محنت کر کے علوم دینیہ حاصل کیے۔ شیخ نے اپنے اساتذہ کے نام نہیں لکھے۔ ذوق و شوق اور علمی انہماک کا یہ عالم تھا کہ ہر روز اکیس بائیس گھنٹے پڑھنے اور مطالعہ میں صرف کرتے، اپنی محنت شاقہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اگر اتنا ذوق وشوق مولا تعالیٰ کی طلب اور باطن کی ریاضت میں ہوتا تو معاملہ کہاں تک پہنچتا۔[3]

ذکاوت وفطانت کا یہ عالم تھا کہ دوران سبق عجیب عجیب بحثیں اور مفید باتیں ذہن میں آتیں، اساتذہ کے سامنے پیش کرتے تو وہ کہتے۔

ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں اور ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔[4]

سترہ سال کی عمر میں اس وقت کے مروج علوم سے فارغ ہوگئے۔ بعدازاں ایک سال میں قرآن پاک یاد کر لیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ درس وتدریس میں مشغول رہے۔

شیخ محقق ۹۹۶ھ ۸۸-۱۵۸۷ء میں حجاز مقدس پہنچے، ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء تک وہاں قیام کیا، اس دوران حج و زیارت کے علاوہ مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی اور روحانی استفادہ کیا، مشکوٰۃ شریف کے علاوہ تصوف کی کچھ کتابیں پڑھیں، اسی اثنا میں شیخ سے اجازت لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوگئے، ۲۲ ربیع الاول ۹۹۷ھ سے آخر رجب ۹۹۸ھ تک وہاں قیام کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نوازشہائے بے پایاں سے فیض یاب ہوئے، شیخ محقق فرماتے ہیں۔

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق، ص ۲۰۰۔

[2] نہر سے نہر جیحوں مراد ہے، ماوراء النہر سے مراد وہ شہر ہیں جو اس نہر کے شمال میں واقع ہیں مثلاً بخارا، سمرقند، نسف، اسبیجاب، خجند، خوارزم اور کاشغر وغیرہ ۱۲ شرف قادری نقشبندی۔

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق، اخبار الاخیار فارسی ص ۳۰۲

[4] ایضاً ص ۳۰۲

www.alahazratnetwork.org

اس فقیر حقیر نے حضرت بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم سے جو انعام و اکرام کی بشارتیں پائی ہیں ان کی طرف اشارہ نہیں کر سکتا۔[1]

بیعت و خلافت

حضرت شیخ محقق کو بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کا بے حد شوق تھا، جوں جوں عمر میں اضافہ ہوتا گیا یہ شوق بھی بڑھتا گیا یہاں تک کہ اپنے زمانے کے اولیائے کاملین میں شمار ہوئے۔ ابتداءً والد ماجد کے دست مبارک پر بیعت ہوئے پھر ان کے ایماء پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی (م ۱۰۰۱ھ) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے، مکہ معظمہ میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی، ارشاد و سلوک کی منزلیں طے کیں اور شیخ نے انہیں چار سلسلوں چشتیہ، قادریہ، شاذلیہ اور مدنیہ کی اجازت عطا فرمائی۔

شیخ محقق ہندوستان واپس آئے تو باوجودیکہ سلسلۂ قادریہ میں بیعت اور خلافت رکھتے تھے، سلسلۂ نقشبندیہ میں عارف کامل حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، محمد صادق ہمدانی نے کلمات الصادقین میں لکھا ہے کہ شیخ محقق نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے روحانی اشارے پر بیعت کی تھی۔[2]

تصانیف

حضرت شیخ محقق نے اپنی حیات مبارکہ کا اکثر و بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر کیا۔ ان کی تصانیف دنیا بھر میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، فنی اعتبار سے ان کی تصانیف درج ذیل عنوانات کے تحت آتی ہیں۔

۱۔ تفسیر	۲۔ تجوید	۳۔ حدیث	۴۔ عقائد
۵۔ فقہ	۶۔ تصوف	۷۔ اخلاق	۸۔ اعمال
۹۔ منطق	۱۰۔ تاریخ	۱۱۔ سیر	۱۲۔ نحو
۱۳۔ ذاتی حالات	۱۴۔ خطبات	۱۵۔ مکاتیب	۱۶۔ اشعار[3]

حضرت شیخ محقق کی تصانیف کی تعداد ساٹھ ہے، چند مشہور تصانیف کے نام درج ذیل ہیں۔

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: اخبار الاخیار فارسی ص ۳۰۴۔

[2] خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۲۷۔

[3] ایضاً: ایضاً ص ۱۲۰ فہرست میں جناب نظامی صاحب نے ۱۵ پر فلسفہ و منطق کا شمار کیا ہے، حالانکہ فلسفہ میں ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔ قادری

www.alahazratnetwork.org

۱۔ اشعۃ اللمعات مشکوٰۃ شریف کا فارسی میں ترجمہ اور شرح، چار جلدوں پر مشتمل ہے، اُردو میں اس کے ترجمہ کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی، چنانچہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمہ اللہ تعالٰی نے پہلی دو جلدوں کا ترجمہ تین جلدوں میں کیا، ان کی علالت اور پھر وصال کے سبب یہ کام راقم کے ذمہ لگا۔ راقم نے چوتھی اور پانچویں جلد مکمل کر لی ہے، ترجمہ کی دو جلدیں مزید ہوں گی، یہ سب کام فرید بک سٹال لاہور کے زیر اہتمام ہو رہا ہے۔

۲۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح (عربی) مشکوٰۃ شریف کی عربی شرح جس کی چار جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔

۳۔ شرح سفر السعادۃ (فارسی)

۴۔ مدارج النبوۃ (فارسی) سیرت طیبہ کی اہم ترین اور لافانی کتاب۔

۵۔ اخبار الاخیار (فارسی) ہندوستان کے علماء اور مشائخ کا مستند تذکرہ۔

۶۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب (فارسی) تاریخ مدینہ کے نام سے اس کا ترجمہ چھپ چکا ہے۔

۷۔ زبدۃ الاسرار (عربی) مناقب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالٰی، تلخیص بہجۃ الاسرار۔

۸۔ زبدۃ الآثار (فارسی) زبدۃ الاسرار کا ترجمہ مع اضافات۔

۹۔ تکمیل الایمان (فارسی) اسلامی عقائد اور مسلک اہل سنت وجماعت۔

۱۰۔ شرح فتوح الغیب (فارسی) سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالٰی کی تصنیف فتوح الغیب کی شرح۔

۱۱۔ ماثبت بالسنۃ (عربی) بارہ مہینوں کے اسلامی معمولات، کتاب وسنت اور طریق اسلاف کی روشنی میں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ڈاکٹر زبید احمد کے حوالے سے شیخ محقق کی تصانیف میں الاکمال فی اسماء الرجال کا بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ فہرس التوالیف میں اس کا ذکر نہیں ہے، حالانکہ الاکمال، امام ولی الدین، صاحب مشکوٰۃ کی تصنیف ہے اور مشکوٰۃ شریف کے آخر میں چھپی ہوئی عام دستیاب ہے۔

رسالہ ضرب الاقدام:

پیر عبد الغفار کشمیری ثم لاہوری نے ۱۲۴۹ھ میں پانچ رسائل کا مجموعہ شائع کیا تھا ان میں ایک رسالہ ضرب الاقدام بھی ہے، اس کی ابتدا میں لکھا ہے۔

رسالہ ضرب الاقدام من تصنیف
زبدۃ المحققین شیخ عبد الحق دہلوی
رحمہ اللہ تعالٰی علیہ

اس رسالے میں حضرت شیخ محقق نے صلوٰۃ غوثیہ کا ثبوت اور جواز پیش کیا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال

۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء کو آسمان علم و معرفت کا نیر درخشاں احادیث نبویہ کا عظیم شارح، دین اسلام اور مقام مصطفےٰ کا محافظ اور مسلک اہل سنت کا پاسبان دنیا والوں کی نگاہوں سے روپوش ہو کر دہلی کے ایک گوشے میں محو استراحت ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وقدس سرہ

شیخ محقق کی دینی اور علمی خدمات

حضرت شیخ محقق نے اپنی طویل زندگی دین اسلام کے تحفظ اور اس کا پیغام عام کرنے اور مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے میں صرف کردی، دین متین کے خلاف اٹھنے والے نئے نئے فتنوں کی بڑھ کر سرکوبی کی، مسلک اہل سنت وجماعت کی شاندار ترجمانی کی۔

اس دور میں مہدوی تحریک عروج پر تھی جس کا آغاز سنت کی ترویج اور بدعت کے خاتمے سے متعلق تھا، بعد ازاں مہدویت کا تصور اس سطح تک جا پہنچا کہ دین اسلام کے قطعی عقیدے ختم نبوت سے ٹکرا گیا، اس تحریک کا بانی سید محمد جونپوری کہتا تھا کہ ہر وہ کمال جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا مجھے بھی حاصل ہو گیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہ کمالات وہاں اصالۃً تھے اور یہاں تبعاً ہیں، اتباع رسول اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ تابع، نبی کا مثل ہو گیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی، حضرت علی متقی، اور شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس تحریک کی شدید مخالفت کی اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کا فریضہ انجام دیا۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی کہتے ہیں۔

اگر سولہویں اور سترہویں صدی کی مختلف مذہبی تحریکوں کا بغور تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس زمانہ کا سب سے اہم مسئلہ پیغمبر اسلام کا صحیح مقام اور حیثیت متعین کرنا اور برقرار رکھنا تھا۔

تصور امام، عقیدۂ مہدویت، نظریہ الفی (دین اسلام کی عمر صرف ایک ہزار سال ہے ۱۲ ق ن) دین الٰہی یہ سب تحریکیں پیغمبر اسلام کے مخصوص مقام اور مرتبہ پر کسی نہ کسی طرح ضرب لگاتی تھیں۔

شیخ عبد الحق کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ وارفع مقام کی پوری طرح وضاحت کردی اور اس مسئلہ کی ہر ہر گوشہ

www.alahazratnetwork.org

پر شدت سے تنقید کی۔[1]

یہ وہ دور تھا کہ علماء بدعتوں کی سرپرستی کرتے تھے اور فسق و فجور کی حوصلہ افزائی کرتے تھے، صوفیائے خام نے طریقت کو شریعت سے الگ کر کے تصوف کا حلیہ بگاڑ دیا تھا، ایسے علماء اور مشائخ کی پیرویوں نے اکبر بادشاہ کو دین سے برگشتہ کر دیا تھا، ورنہ بقول شیخ محقق ایک وقت وہ تھا کہ

> بادشاہ اتباع شریعت اور عبادت کا پابند تھا، مشائخ کا بے حد عقیدت مند تھا، ایک وقت تک خطبہ بھی خود پڑھا کرتا تھا۔[2]

پھر ایسا برگشتہ ہوا کہ دن بدن دین سے دور ہوتا چلا گیا، بقول ملا عبدالقادر بدایونی ارکان دین اور اصولی عقائد مثلاً نبوت، کلام، دیدار الٰہی وغیرہ کا تمسخر اڑایا جانے لگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر صراحۃً اعتراضات کیے جانے لگے، کسی کی مجال نہ تھی کہ دیوان خانے میں اعلانیہ نماز ادا کرے، چار وقت سورج کی عبادت کی جاتی، ماتھے پر قشقہ لگایا جاتا، اسلامی تعلیمات کے خلاف کتے اور خنزیر کی نجاست کا حکم کالعدم قرار دے دیا گیا اور انسان کی زیارت کو عبادت کا درجہ دیا گیا۔

ظاہر ہے ان حالات میں عقائد اور اعمال کے ہر گوشے میں بگاڑ کا پیدا ہونا قدرتی امر تھا، شیخ محقق نے دینی تعلیمات کو فروغ دے کر اس زہر کا تریاق فراہم کیا، شیخ نے اکبر کے انتقال پر نواب سید فرید مرتضیٰ خاں کے ذریعے جہانگیر کو تاریخی خط لکھا جس کی ایک ایک سطر سے دین اور ملت اسلامیہ کا درد ٹپکتا ہوا محسوس ہوتا ہے اس خط میں شیخ محقق نے دنیا کی بے ثباتی، عدل و انصاف کی اہمیت، مقام نبوت اور اتباع شریعت ایسے مسائل پر کھل کر گفتگو کی ہے تاکہ جہانگیر اپنے پیش رو کی گمراہیوں کا مرتکب نہ ہو، اس کے علاوہ شیخ نے اکبری دور کے دیگر امراء سلطنت کو بھی خطوط لکھے اور امراء کی دینی غیرت کو جوش دلایا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اور شیخ محقق دونوں ہم عصر بھی ہیں اور پیر بھائی بھی، تجدید اسلام، احیاء سنت اور اماتت بدعت کے سلسلے میں دونوں کا ہدف ایک ہے البتہ طریق کار دونوں کا اپنا اپنا ہے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

> حقیقت یہ ہے کہ دونوں نے ایک ہی بات کہی ہے لیکن مختلف انداز میں، مجدد صاحب کے یہاں انقلابی جوش، سخت گیری اور "برہم زن" کے نعرے ہیں تو شیخ محدث کے یہاں بھی ماحول سے سخت

---

[1] خلیق احمد نظامی، پروفیسر: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۵۲

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: رسالہ ضرب الاقلام (مطبع نامی گرامی اسلامی) ص ۲۷۔

www.alahazratnetwork.org

نفرت اور احیاء سنت کا غیر معمولی جذبہ ہے۔ مجدد صاحب کی طرح وہ ڈنکے کی چوٹ پر بات نہیں کہتے لیکن کہتے وہی ہیں جو مجدد صاحب نے کہا ہے[1]

دربار اکبری کے مشہور شاعر اور بے نقط تفسیر سواطع الالہام کے مصنف فیضی کے شیخ محقق سے گہرے تعلقات تھے، فیضی کے خطوط پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسے شیخ سے کتنی عقیدت و محبت تھی! شیخ اگر چاہتے تو فیضی اور ابوالفضل کے ذریعے دربار اکبری میں بڑے سے بڑا دنیاوی اعزاز حاصل کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے فقر و فاقہ اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی اور ان کے غیرت و غیور نے کسی طرح گوارا نہ کیا کہ عظمت اسلام پر حرف آئے۔ فیضی جیسا علامہ اور مخلص دوست جب صراط مستقیم سے بھٹک گیا تو اس کی فرمائش کے باوجود شیخ نے اس سے ملنا پسند نہ کیا۔

ذکر التصانیف میں شیخ محقق نے جس قدر تند و تیز تبصرہ فیضی کے بارے میں کیا ہے کسی دوسرے معاصر کے بارے میں نہیں کیا، غیرت ایمان کا طوفان کے قلم سے ٹپکتا ہوا محسوس ہوتا ہے، فرماتے ہیں۔

> فیضی اگرچہ فصاحت و بلاغت اور کلام کی پختگی میں ممتاز روزگار تھا، لیکن افسوس کہ اس نے کفر اور گمراہی کے گڑھے میں گر کر بد بختی کا نشان اپنے حالات کی پیشانی پر لگایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت اور دین والوں کے لیے اس کا اور اس کی منحوس جماعت کا نام لینے سے بھی پرہیز ہے، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اگر وہ مومن ہیں[2]

علم حدیث کی تشریح اور ترویج

علم حدیث شمالی ہند سے تقریباً ختم ہو چکا تھا جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شیخ محقق نے علوم دینیہ خصوصاً علم حدیث کی شمع روشن کی، انہوں نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کو ایک مشن کے طور پر اپنایا تو ہندوستان کی فضائیں قال اللہ تعالیٰ اور قال الرسول کی دلنواز صداؤں سے گونج اٹھیں۔

حضرت شیخ محقق کی تصانیف کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے، ان کے خاندان کی حدیثی خدمات کا مختصر تذکرہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ نور الحق بن شیخ محقق دہلوی متوفی ۹ شوال ۱۰۷۳ھ نے چھ جلدوں میں بخاری شریف کی شرح تیسیر القاری

---

[1] خلیق احمد نظامی، پروفیسر، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۳۰۲۔

[2] ایضاً   ایضاً   ص ۲۴۳۔

www.alahazratnetwork.org

کے نام سے فارسی میں لکھی، انداز وہی ہے جو شیخ محقق کا اشعۃ اللمعات میں ہے۔ شرح شمائل ترمذی لکھی جس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

شیخ نور الحق کے پوتے شیخ سیف اللہ بن شیخ نور اللہ نے شمائل ترمذی کی شرح اشرف الوسائل کے نام سے لکھی، شیخ نور الحق کے دوسرے پوتے شیخ محب اللہ نے صحیح مسلم کی شرح منبع العلم کے نام سے لکھی، شیخ محب اللہ کے فرزند اکبر حافظ محمد فخر الدین نے حصن حصین کی شرح، فارسی میں لکھی، حافظ محمد فخر الدین کے صاحبزادے شیخ الاسلام محمد، دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز رہے، انہوں نے بخاری شریف کی شرح چھ جلدوں میں لکھی جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے۔

شیخ الاسلام محمد کے صاحبزادے شیخ سلام اللہ نے موطا امام مالک کی شرح، شرح محلی بمحل اسرار المؤطا دو جلدوں میں لکھی، اس کے علاوہ شرح ترمذی لکھی، شیخ سلام اللہ کے صاحبزادے شیخ محمد سالم نے رسالہ نور الایمان اور رسالہ اصول الایمان لکھا ہے[1]

غرضیکہ شیخ محقق اور ان کے خاندان نے علوم دینیہ اور حدیث شریف کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جس وقت مسند تدریس بچھائی اس وقت شمالی ہندوستان میں حدیث کا علم تقریباً ختم ہوچکا تھا، انہوں نے اس تنگ و تاریک ماحول میں علوم دینی کی ایسی شمع روشن کی کہ دور دور سے لوگ پروانوں کی طرح کھنچ کر ان کے گرد جمع ہونے لگے، اور درس حدیث کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندوستان میں جاری ہوگیا، علوم دینی خصوصاً حدیث کا مرکز ثقل، گجرات سے منتقل ہوکر دہلی آگیا، گیارہویں صدی ہجری کے شروع سے تیرہویں صدی کے آخر تک علم حدیث پر جتنی کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں، ان کا بیشتر حصہ دہلی یا شمالی ہندوستان میں لکھا گیا ہے، یہ سب شیخ عبد الحق کا اثر تھا[2]

شیخ محقق کی دینی خدمات کے بارے میں چند تاثرات ملاحظہ ہوں۔

مولوی فقیر محمد جہلمی، علامہ غلام علی آزاد بلگرامی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

---

[1] خلیق احمد نظامی، پروفیسر : حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۲۲۴۔ ۲۵۸

[2] ایضاً : ص ۴۳

www.alahazratnetwork.org

بلاد ساں کی عمر میں ظاہر و باطن کی جمعیت سے شگفتگی (قدرت) حاصل کرکے تکمیل فرزنداں و طالبان میں مشغول ہوئے اور نشر علوم خصوصاً علم حدیث شریف میں ایسی طرز سے جو ولایت عجم میں کسی کو علمائے متقدمین و متاخرین سے حاصل نہ ہوا تھا، ممتاز و مستثنیٰ ہوئے اور فنون علیہ خصوصاً فن حدیث میں کتب معتبرہ تصنیف کیں جن پر علمائے زمانہ فخر کرتے اور ان کو اپنا دستور العمل جانتے ہیں اور اہل دانش خواص و عوام دل و جان سے ان کے خریدار ہیں[1]

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں :-

ہندوستان جب سے فتح ہوا اس میں علم حدیث نہیں تھا بلکہ کبریت احمر کی طرح کیاب تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے بعض علماء مثلاً شیخ عبدالحق ترک دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ اور ان جیسے دوسرے علماء پر اس علم کا فیضان کیا، شیخ وہ پہلے عالم ہیں جو ہند میں علم حدیث لائے اور یہاں کے لوگوں کو بہترین انداز میں یہ علم سکھایا، پھر یہ منصب ان کے صاحبزادے شیخ نور الحق متوفی ۱۰۷۳ھ نے سنبھالا (ترجمہ)[2]

شیخ محقق کی تصانیف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

شیخ کی تمام تصانیف علماء کے نزدیک مقبول اور محبوب ہیں، علماء انہیں شوق سے پڑھتے ہیں اور واقعی وہ اس لائق ہیں ان کی عبارات میں قوت، فصاحت اور سلاست ہے، کان انہیں محبوب رکھتے ہیں اور دل لطف اندوز ہوتے ہیں (ترجمہ)[3]

مولوی فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں :-

آپ کی فضیلت اور تنقید حدیث میں کوئی موافق و مخالف شک نہیں کر سکتا، مگر وہ جس کو اللہ انصاف سے اندھا کر دے یا تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ دے، اعاذنا اللہ منہا[4]

عقائد

اہل سنت و جماعت کے عقائد، کتب کلام مثلاً شرح عقائد، تمہید ابو شکور سالمی، المعتقد المنتقد اور

---

[1] فقیر محمد جہلمی : حدائق الحنفیہ، مکتبہ حسن سہیل، لاہور ص ۴۳۰

[2] صدیق حسن خاں بھوپالی : الحطہ، طبع لاہور ص ۱۲۰ – ۱۲۱

[3] ایضاً ص ۲۱۴

[4] فقیر محمد جہلمی، مرزی : حدائق الحنفیہ ص ۴۳۰

www.alahazratnetwork.org

تکمیل الایمان وغیرہ میں بیان کیے گئے ہیں، دوسرا فرض کچھ مسائل کو نظامی بنایا گیا ہے۔ ذیل میں ہم اس امر کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں کہ شیخ محقق نے ان مسائل کے بارے میں کیا کہا ہے! اختصار کے پیش نظر صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

شیخ محقق کو حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گہری والہانہ عقیدت و محبت تھی جو ہر مسلمان کو ہونی چاہیے، مدینہ منورہ کے احترام کے پیش نظر وہاں ننگے پاؤں پھرتے تھے[1] سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو شیخ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ان کا قلم حدود شریعت میں رہتے ہوئے اپنی جولانیاں دکھاتا ہے۔ شیخ محقق نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک نعت پیش کی تھی۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ثنایش گو، مرا چوں نیست امکانش ز تو ممکن — بایں یک بیت مدحش را علی الاجمال اکتفا کن
محال او را وصا از بہر شرع و حفظ دیں — دگر ہر وصف کش می‌خواہی اندر مدحش انشا کن
غلام درغم ہجر جمالت یا رسول اللہ — جمال خود نما رحمے بجان زار شیدا کن
جہاں تاریک شد از ظلم سیہ کاراں — بیا و عالمے را روشن از نور تجلی کن

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کہو، لیکن چونکہ تم اس کا حق ادا نہیں کر سکتے، اس لیے یہ ایک شعر پڑھ کر آپ کی اجمالی تعریف پر اکتفا کرو۔

حکم شریعت اور دین کی حفاظت کے پیش نظر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا نہ کہو، اس کے علاوہ آپ کی تعریف میں جو وصف چاہو تحریر کرو۔

یا رسول اللہ! میں آپ کے جمال اقدس کے ہجر کے غم میں پریشان ہوں، اپنا دیدار عطا فرمائیں اور محب صادق کی جان پر رحم فرمائیں۔

سیاہ کاروں کے ظلم سے دنیا تاریک ہو گئی ہے، آپ تشریف لائیں اور نور تجلی سے جہاں کو روشن فرمائیں۔

کہتے ہیں کہ جب شیخ تیسرے شعر پر پہنچے تو رقت طاری ہو گئی اور زار و قطار رونے لگے۔

خود شیخ محقق کا بیان ہے کہ انہیں چار مرتبہ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔[2]

---

[1] خلیق احمد نظامی، پروفیسر: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۱۲

[2] ایضاً ص ۱۱۸-۱۲۰

www.alahazratnetwork.org

علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث شریف میں ہے: فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ شیخ محقق اس کا ترجمہ اور شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

پس میں نے جان لیا وہ کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام جزئی اور کلی علوم اور ان کا احاطہ حاصل ہو گیا۔[1]

مدارج النبوۃ کے خطبہ میں فرماتے ہیں :-

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذات الٰہی کی تمام شانوں، اللہ تعالیٰ کی صفات کے احکام، افعال و آثار کے اسماء کے جاننے والے اور تمام ظاہر و باطن اور اول و آخر علوم کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيْمٌ کا مصداق ہوئے ہیں۔[2]

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر پہلی دفعہ صور پھونکنے تک جو کچھ دنیا میں ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منکشف کر دیا گیا یہاں تک کہ اول سے آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہو گئے، آپ نے بعض احوال کی خبر صحابہ کرام کو بھی دی۔[3]

ان تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت شیخ محقق کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام احوال اور ذات باری تعالیٰ کی شیون اور صفات کا علم عطا فرمایا، اسی وسیع ترین علم کو علم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کہا جاتا ہے۔

اختیار و تصرف

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کو فرمایا ۔ سَلْ (مانگو) حضرت شیخ محقق نے اس کی شرح میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت اور

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق، اشعۃ اللمعات فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) ج ۱ ص ۳۳۳۔
[2] ایضاً مدارج النبوۃ فارسی (ایضاً) ج ۱ ص ۲
[3] ایضاً ج ۱ ص ۱۴۴۔

www.alahazratnetwork.org

اختیارات بیان کرتے ہوئے سماں باندھ دیا ہے:

مطلقاً فرمایا مانگو، کسی خاص مطلوب کی تخصیص نہیں فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ آپ کے دست اقدس میں ہے جو چاہیں جسے چاہیں، اپنے پروردگار کی اجازت سے دے دیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَ ضَرَّتَھَا

وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

دنیا و آخرت آپ کی بخشش کا ایک حصہ ہیں، اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض ہے۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری

بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن

اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت کی آرزو رکھتا ہے تو ان کے دربار میں آ، اور جو چاہتا ہے آرزو کر[1]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

جن و انس کے تمام ملک اور ملکوت اور تمام جہان، اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تصرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطۂ قدرت و تصرف میں تھے[2]

حاضر و ناظر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ مقدسہ میں تشریف فرما بعطائے الٰہی تمام جہان کا مشاہدہ فرما رہے ہیں جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں، اسی مطلب کو حاضر و ناظر کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں:

اس کے بعد اگر یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس کو ایسی حالت اور قدرت بخشی ہے کہ آپ جس جگہ چاہیں بعینہٖ اس جسم مبارک کے ساتھ یا جسم مثالی کے ذریعے تشریف لے جائیں خواہ آسمان پر یا زمین پر، اسی طرح قبر میں یا قبر کے علاوہ، اس کا احتمال ہے، جب کہ ہر حال میں روضۂ مبارکہ کے ساتھ خاص نسبت برقرار رہتی ہے[3]

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق، اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۲۹۶

[2] ایضاً ج ۱ ص ۲۲۴

[3] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق، اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۵۰ ؎

www.alahazratnetwork.org

سلوک اقرب السبل میں فرماتے ہیں :-

علمائے امت کے کثیر مذاہب اور اختلافات کے باوجود کسی ایک شخص کا اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاویل اور مجاز کے شائبہ کے بغیر حقیقت حیات سے دائم و باقی ہیں، اور اعمالِ امت پر حاضر و ناظر طالبانِ حقیقت اور بارگاہِ رسالت کی طرف متوجہ ہونے والوں کے لیے فیض رساں اور مربی ہیں[1]

اس کے علاوہ مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۶۲۱ اور اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۱۰۴ پر بھی یہ مسئلہ بیان کیا ہے فلا

جسم بے سایہ

مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں :-

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا، کیونکہ زمین جائے کثافت اور نجاست ہے، دھوپ میں بھی آپ کا سایہ نہیں دیکھا گیا، اسی طرح علماء نے بیان کیا ہے، تعجب ہے کہ ان بزرگوں نے چراغ کی روشنی میں سایہ دہرے کا ذکر کیا۔ ..... چونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا[2]

دیدار الٰہی

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں :-

مختار یہ ہے کہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے، لیکن بالاتفاق واقع نہیں ہے، ہاں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شب معراج واقع ہے[3]۔

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل (در اخبار الاخیار) ص ۵۵۔
[2] ایضاً : مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۱۱۸
[3] ایضاً : اشعۃ اللمعات فارسی ج ۴ ص ۴۴۴

www.alahazratnetwork.org

حیات انبیاء کرام و اولیاء عظام

مدارج میں فرماتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات علماء ملت کے درمیان متفق علیہ ہے اور کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ وہ زندگی شہداء اور فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کی زندگی سے کامل تر اور قوی تر ہے، ان کی زندگی معنوی اور اخروی ہے اور انبیاء کرام کی زندگی حسی اور دنیاوی ہے، اس بارے میں احادیث اور آثار واقع ہیں[1]

نیز ملاحظہ ہو اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۵۷۴۔

جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

بعض مشائخ نے کہا کہ میں نے چار اولیاء کرام کو پایا کہ وہ قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح ظاہری حیات میں کرتے تھے یا اس سے زیادہ[2]

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

انبیاء کرام حیات حقیقی دنیاوی سے زندہ ہیں اور اولیائے کرام حیات اخروی معنوی سے[3]

سماع موتیٰ

جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

تمام اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام اموات کے لیے جاننے اور سننے والے ادراکات ثابت ہیں[4]

زیارت قبور

تمام مومنوں کی قبروں اور ان کی روحوں کے درمیان ایک دائمی نسبت ہے جس کی بنا پر وہ زیارت

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : مدارج النبوۃ فارسی ج ۲ ص ۴۴۷

[2] ایضاً : جذب القلوب فارسی مطبع لکھنؤ ص ۲۱۳

[3] ایضاً : اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۰۲

[4] ایضاً : جذب القلوب فارسی (نولکشور لکھنؤ) ص ۲۰۱-۲

www.alahazratnetwork.org

کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور انہیں سلام کہتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔[1]

زیارت روضۂ انور

جذب القلوب میں ہے :-

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت افضل سنتوں اور مؤکد مستحبات میں سے ہے، اس پر علماء دین کا قولی اور فعلی اجماع ہے۔[2]

توسل اور استعانت

جذب القلوب میں فرماتے ہیں :-

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگتے ہوئے کہا : تیرے نبی کے طفیل اور ان انبیاء کے طفیل جو مجھ سے پہلے ہوئے۔ اس حدیث سے وصال سے پہلے اور اس کے بعد دونوں حالتوں میں توسل ثابت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد، جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کے بعد توسل جائز ہے تو سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے بطریق اولیٰ جائز ہوگا، بلکہ اس حدیث کی بنا پر بعد از وصال اولیاء کرام سے توسل کا قیاس کریں تو بعید نہیں ہے، ہاں اگر حضور سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر دلیل قائم ہوجائے تو قیاس درست نہ ہوگا، مگر دلیل کہاں ہے؟[3]

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں :-

امام غزالی نے فرمایا کہ زندگی میں جس ہستی سے مدد طلب کی جاتی ہے ان کے وصال کے بعد بھی ان سے مدد طلب کی جائے گی۔[4]

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : جذب القلوب فارسی (نولکشور لکھنؤ) ص ۲۰۶

[2] ایضاً : ص ۲۱۰

[3] ایضاً : ص ۲۲۱

[4] ایضاً : اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۷۱۵

www.alahazratnetwork.org

اشعۃ اللمعات فارسی جلد سوم میں تفصیلی گفتگو کے بعد فرماتے ہیں:۔
منکرین کی خواہش کے برعکس اس جگہ کلام طویل ہوگیا، کیونکہ ہمارے زمانے کے قریب ایک فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو اولیاء اللہ سے استمداد کا منکر ہے، اور ان کی طرف توجہ کرنے والوں کو مشرک اور بت پرست قرار دیتا ہے۔ اور جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتا ہے[1]

شفاعت

ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر فاسقوں اور گنہگاروں نے دنیا میں اہل اطاعت وتقویٰ کی کوئی امداد اور خدمت کی ہوگی تو آخرت میں اس کا نتیجہ پائیں گے اور انکی شفاعت اور امداد سے جنت میں جائیں گے[2]

امام ابن ماجہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء پھر علماء پھر شہداء، اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔
ان تین گروہوں کی شفاعت کی تخصیص ان کی فضیلت وکرامت کی زیادتی کی بنا پر ہے، ورنہ تمام اہل خیر مسلمانوں کے لیے شفاعت ثابت ہے۔ اس سلسلے میں مشہور حدیثیں وارد ہیں، خواہ گناہوں کی بخشش کے لیے ہو یا درجات کی بلندی کے لیے، اور شفاعت کا انکار بدعت اور گمراہی ہے، جیسے کہ خوارج اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے[3]

محفل میلاد

مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:۔
ابولہب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی بدولت اس کے عذاب میں تخفیف فرمادی اور سوموار کے دن اس نے عذاب اٹھالیا،

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : اشعۃ اللمعات فارسی ج ۳ ص ۴۰۲
[2] ایضاً : ج ۴ ص ۴۰۵
[3] ایضاً : ج ۴ ص ۴۰۸

www.alahazratnetwork.org

جیسے کہ احادیث میں آیا ہے۔ اس جگہ میلاد منانے والوں کے لیے دلیل ہے جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی رات خوشی مناتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں۔ ابولہب جو کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن پاک میں نازل ہوئی، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باکرامت پر خوشی منانے اور اپنی کنیز کا دودھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صرف کرنے پر جزا دی گئی، سبحان اللہ جو محبت اور سرور سے مالا مال ہے اور اس سلسلے میں مال خرچ کرتا ہے اس کا کیا حال ہوگا! لیکن یہ ضروری ہے کہ عوام کی پیدا کردہ بدعتوں مثلاً گانے حرام آلات کے استعمال اور منکرات سے خالی ہو تاکہ طریقۂ اتباع محرومیت کا سبب نہ ہو[1]

ایصالِ ثواب

تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں:۔

مُردوں کے لیے زندوں کی دعاؤں اور بہ نیت ثواب صدقہ دینے میں اہلِ قبور کے لیے عظیم نفع ہے، اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں اور آثار وارد ہیں، نمازِ جنازہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے[2]

اس کے علاوہ اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۷۰۹، ملاحظہ ہو۔

عرس

ماثبت من السنۃ میں فرماتے ہیں:۔

مغرب کے بعض متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ جس دن اولیاء کرام بارگاہِ عزت اور مقاماتِ قدس میں پہنچتے ہیں۔ اس دن باقی دنوں کی نسبت زیادہ خیر و برکت اور نورانیت کی امید کی جاتی ہے۔ اور یہ ان امور میں سے ہے جنہیں علمائے متاخرین نے مستحسن قرار دیا ہے[3]

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، الشیخ محقق : مدارج النبوۃ فارسی ج ۲ ص ۱۹

[2] ایضاً : تکمیل الایمان فارسی (طبع لکھنؤ) ص ۷۷۔ ۷۶

[3] ایضاً : ماثبت من السنۃ عربی، اردو (طبع لاہور) ص ۲۲۳۔

www.alahazratnetwork.org

مزارات پر گنبد اور عمارت بنانا

شیخ محقق فرماتے ہیں :۔

آخر زمانہ میں چونکہ عوام کی نظر ظاہر تک محدود ہے اس لیے مشائخ اور اولیاء کے مزارات پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھتے ہوئے کچھ چیزوں کا اضافہ کیا تاکہ وہاں اسلام اور اولیائے کرام کی ہیبت و شوکت ظاہر ہو خصوصاً ہندوستان میں جہاں دشمنان دین ہنود اور دوسرے کافر بہت سے ہیں، ان مقامات کی شان و شوکت سے وہ لوگ مرعوب اور مطیع ہوں گے، بہت سے اعمال، افعال اور طریقے ایسے ہیں جو سلف صالحین کے زمانے میں ناپسند کیے جاتے تھے اور بعد کے زمانوں میں پسندیدہ قرار دیے گئے[1]۔

قادریت

حضرت شیخ محقق کو اگرچہ دوسرے سلاسل میں بھی بیعت و خلافت حاصل تھی لیکن ان پر نسبت قادریت کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی نسبت ہی کو اپنے لیے طرۂ امتیاز قرار دیتے تھے، فتوح الغیب کی فارسی میں شرح لکھی تو احتراماً اس کی ابتدا میں اپنا نام نہیں لکھا، اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

اس حقیر کے نام کے ذکر کی کیا حیثیت اور مجال ہے کہ اس جگہ ذکر کیا جاسکے[2]

اخبار الاخیار میں متعدد ہندوستان کے مشائخ کرام کا تذکرہ ہے، لیکن شیخ محقق کا حسن عقیدت دیکھیے کہ انہوں نے سب سے پہلے سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی کا تذکرہ کیا ہے۔

مسلک

شیخ محقق مسلک اہل سنت و جماعت کے امام ہیں، ان کے عقائد کا مختصر جائزہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے حضرت شیخ کے عقائد اور معمولات وہی ہیں جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے ہیں، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مسلک امام ربانی طبع لاہور از مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، یہی عقائد و معمولات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق، شرح سفر السعادۃ فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) ص ۲۷۲

[2] ایضاً ، شرح فتوح الغیب فارسی (طبع لکھنؤ) ص ۴۲۳

کے ان سے ہیں، القول الجلی کی بازیافت از حکیم سید محمود احمد برکاتی میں تفصیل دیکھی جا سکتی ہے، یہ مقالہ رضا اکیڈمی لاہور نے حال ہی میں طبع کیا ہے۔

علماء دیوبند اگرچہ شیخ محقق کا نام احترام سے لیتے ہیں تاہم وہ اپنے مکتب فکر کا تعلق ان سے قائم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

مولوی انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے مولوی انظر شاہ کشمیری، استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو جس میں وہ خاموشی کی زبان میں بہت کچھ کہہ گئے ہیں۔

> ایک عرصہ تک میرا خیال یہ رہا کہ دیوبند کو اپنا تعلق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے کیوں نہ قائم کرنا چاہیے۔ غالباً ہندوستان میں اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے حدیث کے سلسلہ میں ان کی خدمات کچھ کم وقیع نہیں، شروح حدیث میں شاہ صاحب مرحوم کے قلم سے جو کچھ جواہر پارے تیار ہوئے ہیں انہیں تو جانے دیجیے ان کے صاحبزادہ شیخ نور الحق کی شرح بخاری بھی ایک زمانہ میں معروف و متداول رہی ماس خانوادہ کی خدمات علماء بریلی الٹی کے کنبہ کی طرح اگرچہ جلیل و وقیع نہیں[1] تاہم حدیث و قرآن سے ہندکو واقف کرنے میں شیخ عبد الحق مرحوم کا بھی بہرحال حصہ ہے۔
>
> پھر یہ رائے بھی بدل گئی، اول تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی، نیز حضرت شیخ عبد الحق کا ذکر کلیۃً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا، غالباً میری بات بہت سوں کو چونکا دینے والی ہو، مگر اس موقع پر میں ایک جبیں اور صاحب نظر عالم کی رائے میں اپنے لیے پناہ ڈھونڈتا ہوں، سنا ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم فرماتے تھے کہ شاہ ولی اور شیخ عبد الحق پر بعض مسائل میں بدعت و سنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا، بس اسی اجمال میں ہزارہا تفصیلات ہیں جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی وسعت کی نفی کرنے کے لیے شیخ محقق کا نام ناجائز طور پر استعمال کیا گیا، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں۔

> اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں[3]

---

[1] چاند کے چہرے پر گرد وغبار ڈالنے والی بات ہے۔ ۱۲ اشرف قادری نقشبندی

[2] انظر شاہ کشمیری، مولوی: نقش دوام، ماہنامہ البلاغ (شمارہ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ) ص ۴۹

[3] خلیل احمد انبیٹھوی: براہین قاطعہ (کتب خانہ امدادیہ، دیوبند) ص ۵۵

www.alahazratnetwork.org

علاوہ کہ شیخ محقق نے تصریح کی ہے کہ

این سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ[1]

اس بات کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور اس کی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

علاوہ ازیں شیخ نے یہ بات بطور حکایت نقل کی ہے، روایت ہرگز نہیں کی، حکایت و روایت میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسے کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ بریلی، بدایوں، خیر آباد اور رامپور کے علماء یعنی علماء اہل سنت ہی شیخ محقق کے جانشین اور ان کے مسلک کے امین ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی ایک جگہ چند اکابر ملت اسلامیہ کا ذکر کرنے کے بعد ان الفاظ میں شیخ محقق کا ذکر کرتے ہیں:

شیخ شیوخ علماء الہند، محقق فقیہ، عارف نبیہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم کبرائے ملت و عظمائے امت، قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارھم وافاض علینا من برکاتھم وانوارھم[2]

اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام، امام اہل سنت، شیخ محقق، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کی تربت انور پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے، ان کی اولاد امجاد اور تمام اہل سنت وجماعت کو ان کے علمی ورثے کی حفاظت اور اشاعت کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی تصانیف مبارکہ کے ذریعے احناف کے باہمی اختلاف کا خاتمہ فرمائے۔ آمین بجرمۃ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۱۸ شوال ۱۴۱۲ھ	محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی
۲۲ اپریل ۱۹۹۲ء	شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور

ماخوذ اشعۃ اللمعات ج ۵ مترجم

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی (سکھر) ج ۱ ص ۷

[2] احمد رضا بریلوی، امام: مجموعہ رسائل حصہ دوم (مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی) ص ۱۰۹

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین محمد و الہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین ○

فقیر حقیر اضعف عباد اللہ القوی الباری عبدالحق بن سیف الدین الترک الدہلوی البخاری معروض ہے کہ یہ کتاب مسمی "بہ تکمیل الایمان' و تقویۃ الایقان" عقائد اسلام اور مسلک اہلسنّت و جماعت کے قواعد پر مشتمل ہے۔ یہ بہترین فوائد' لطیف معانی کا خزانہ ہے۔ کلام کی وضاحت اور مطالب کی تشریح اس انداز سے کی گئی ہے جس سے اللہ نے چاہا تو دلوں پر اثر ہو گا اور نظرو قلب نور یقین سے منور ہو جائیں گے۔ اسے ہر مومن جس کے دل میں طلب صادق ہے' کے لئے لکھا گیا ہے۔ میں نے اس میں نہایت اختصار کے ساتھ صحیح مذہب کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور صحیح اقوال کو بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ میں نے مذاہب باطلہ سے کچھ تعرض نہیں کیا اور نہ ہی اقوال مذاہب باطلہ پر بحث کی ہے۔ میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ بحث و استدلال اور قیل و قال کی الجھنوں سے دور رہ کر اظہار مدعا کیا جائے۔ میں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ علم کلام کے دلائل اور فلسفیانہ موشگافیوں سے طالب حق کو تذبذب و حیرت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اسے حصول مطلب اور وصول مقصد میں دشواری نہ ہو۔ اللہ ہی توفیق کا مالک اور اس کے ہاتھ میں تحقیق کی توفیق ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اشیاء کی حقیقتیں:

تمام چیزوں کی حقیقتیں واضح اور ثابت ہیں۔ تمام عقائد اور احکام کی بنیاد صرف اس عقیدے پر ہے کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہے اور یہ حقیقت کسی کے علم میں آنے یا اعتقاد کرنے پر موقوف نہیں اور محض وہم و خیال پر بھی دارومدار نہیں رکھتیں جس طرح کہ پانی حقیقت میں پانی ہے اور آگ حقیقت میں آگ ہی ہے اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آگ کو پانی تصور کر لیا جائے یا پانی کو آگ پر محمول کر لیا جائے تو اس وہم' عقیدہ یا خیال سے ان اشیاء کی حقیقتیں بدل جائیں گی۔ اگر ہم گرم کو سرد کہنے لگیں یا سرد کو گرم کہنے لگیں تو گرم چیز سرد اور سرد گرم نہیں ہو سکتی۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے' ان کو سو فسطائی کہتے ہیں۔ یہ بات عقل اور شرع کے لحاظ سے ہر طرح غلط اور بیہودہ ہے کوئی عقل والا یہ نہیں کہے گا کہ پانی اور آگ کی حقیقت محض وہم و گمان ہے اور اگر کچھ حقیقت ہے تو بس اعتقاد ہی کی بدولت ہے۔

ایک اور طبقہ ایسا ہے' جو سو فسطائیوں کی طرح ہر چیز کی نسبت شک کرتا ہے کہ وہ موجود بھی ہے یا نہیں۔ حتیٰ کہ انہیں اپنے آپ پر بھی شک رہتا ہے۔ یہ ان کا کلام نامعقول اور لایعنی ہے۔ ایسے لوگوں سے زبانی بحث و مناظرہ میں وقت ضائع کرنا بے نتیجہ ہو گا۔ ان کا تو بس ایک ہی علاج ہے کہ انہیں آگ میں جلا دیا جائے تاکہ انہیں آگ کی گرمی سے آگ کی حقیقت کا علم ہو جائے اور اگر جل مریں تو ایسے کج بحث لوگوں سے دنیا کو نجات مل جائے گی اور ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔

عالم عارضی ہے

یہ عالم عارضی (حادث) ہے قدیم نہیں۔ ذات حق اور اس کی صفات کے علاوہ ہر چیز حادث ہے۔ ہر چیز عدم سے وجود میں آئی ہے اور قدیم نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کان اللہ ولم یکن معہ شی ٭	اللہ ازل میں موجود تھا اس کے ہمراہ کوئی چیز نہیں تھی

عقلی دلیل یوں ہے کہ عالم تغیر و حوادث کا مقام ہے جو ایسا ہو قدیم نہیں ہو سکتا کیونکہ قدیم تو کبھی تغیر پسند اور حوادث کا شکار نہیں ہو سکتا۔ ایک ہی حالت پر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی جملہ صفات ایسی ہی ہیں۔ ان میں تغیر و تبدل کو کوئی گنجائش

www.alahazratnetwork.org

نہیں اس کی شان بلند اور برہان قوی ہے۔

عالم فانی ہے

عالم موجود ہونے کے بعد فنا پذیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۔ اس کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

(القصص آیت ۸۸)

فرشتے، بہشت اور دوزخ وغیرہ۔ اس آیت کی روشنی میں وہ بھی فانی ہیں خواہ وہ ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہوں خداوند تعالیٰ انہیں فنا کے بعد پھر دوامی زندگی دے گا یہ اس کا کرم اور قدرت ہے۔

عالم کا خالق ہے

عالم کا کوئی نہ کوئی بنانے والا (خالق) ضرور ہے جس نے اسے معدوم سے موجود بنایا۔ کیونکہ جب عالم حادث ہے اور حادث اسی کو کہتے ہیں کہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہو لہٰذا حادث کو عدم سے وجود میں لانے کے لئے ایک قدیم ذات کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ عالم ہمیشہ سے نہیں تو اسے کسی نے معدوم سے موجود بنایا اور پیدا کیا ہے (اور وہی اس کا خالق ہے)

وہ قدیم ہے

وہ ہمیشہ سے ہے، عالم کو پیدا کرنے والا قدیم ہونا چاہئے۔ اگر وہ حادث ہوگا تو وہ عالم کی ایک مخلوق ہوگی۔ خالق نہیں ہو سکتا۔

اس کا وجود واجب ہے وہ بذات خود قائم ہے اسے کسی دوسری ذات کی محتاجی نہیں ہے کیونکہ غیر کا محتاج ممکن ہوتا ہے واجب نہیں ہو سکتا۔ یہ ضروری ہے کہ تمام موجودات کا سلسلہ ایسی ایک ذات تک منتہی ہو، جو خود موجود ہو ورنہ یہ سلسلہ لامتناہی ہو جائے گا اور یہ بات غیر معقول ہے۔

وہ واحد ہے

وہ یکتا ہے۔ اس نے فرمایا کہ وہ بلاشبہ واحد اور یکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہان کا پیدا کرنے والا اور اس کے انتظام کو چلانے والا اس کے بغیر اور کوئی نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

وہ زندہ، دانا، قادر اور صاحب اختیار ہے۔

وہ جو کچھ کرتا ہے اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے اسے کسی قسم کا جبر یا اضطرار نہیں ہوتا کیونکہ اتنے وسیع جہان کا پیدا کرنا جس میں بڑی خوبی اور اتفاق پایا جاتا ہے۔ ان صفات کے بغیر ناممکن ہے۔ مردہ، جاہل اور غیر مختار ہستی ان انتظامات کو چلانے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ یہ صفات کسی حد تک (حیات، علم و قدرت اور ارادہ) اس کی مخلوقات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اگر وہ ان صفات کو بدرجہ اتم نہ رکھتا تو اپنی مخلوقات کو ان صفات سے کیسے نوازتا۔

وہ متکلم، سمیع اور بصیر ہے۔

خدا ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔ اس کی صفات پر قرآن پاک گواہ ہے۔ ان صفات کو عقل اور قیاس نہیں پا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا نمونہ حضرت انسان میں رکھا ہے جس سے کسی قدر اس کی صفات کا اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے۔ لیکن فی الواقعہ انسانی صفات خدائی صفات سے کسی طرح مشابہ نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفتیں اس کی ذات کی طرح قدیم اور باقی ہیں۔ اس کی ذات کے ساتھ کوئی حادث قائم نہیں۔ اس کے کمالات ازل سے ثابت ہیں کیونکہ محل حوادث حادث ہوتا ہے جو قدیم ہے وہ محل حوادث نہیں ہو سکتا۔

ولیس بجسم ولا جوھر۔ ولا عرض ولا مصور و مرکب ولا معدود ولا محدود ولا فی جہتہ ولا فی المکان ولا فی الزمان

مندرجہ بالا تمام صفتیں تو عالم سے وابستہ ہیں اور وہ عالم کی صفات سے پاک و مبرا ہے۔ زمانہ میں نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ زمانہ اسے احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس کا وجود کسی زمانہ پر موقوف نہیں۔ جب زمانہ نہ تھا وہ موجود تھا وہ اب بھی موجود ہے اور جب زمانہ نہیں ہو گا پھر بھی موجود ہو گا۔ وہ زمانہ میں نہیں۔ **لا مثل لہٗ ولا شبہ ولا ضد ولا ندلہ ولا ظہیر ولا معین۔**

وہ اپنے غیر سے مل کر ایک نہیں اور نہ کسی دوسرے میں حلول کرتا ہے۔ کیونکہ دو کا ایک ہونا محال ہے۔ دوئی ایک وحدت کی ضد ہے۔ غیر میں حلول تو جسم کی صفات میں سے ہے۔ مگر وہ جسم سے پاک ہے۔ وہ تمام صفات کمال سے متصف ہے۔ نقصان و زوال

www.alahazratnetwork.org

کی علامتوں سے پاک ہے۔ غرضیکہ جس قدر بھی بقا و کمال کی صفات پائی جاتی ہیں سب اس میں پائی جاتی ہیں اور نقص و زوال کے تمام نشانات سے وہ مبرا ہے۔

قیامت کے دن دیدار خداوندی

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن ایمان والوں کو دیدار خداوندی نصیب ہو گا حدیث پاک میں ہے۔

انکم سترون ربکم یوم القیامۃ کما ترون القمر لیلۃ البدر	تم عنقریب اپنے اللہ کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں کا چاند دیکھتے ہو۔

اس حدیث میں تشبیہہ محض دیکھنے میں ہے۔ چاند اور ذات باری تعالیٰ میں تشبیہہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کے دیدار میں مقابلہ، مواجہہ اور قرب و بعد نہیں۔ اسی آنکھ کو قوت بصیرت عطا ہو جائے گی جو لوگ دیدار خداوندی کو دل کی آنکھ (چشم بصیرت) سے دیکھتے ہیں وہ قیامت کے دن بچشم سر دیکھیں گے۔ عالم آخرت حقیقت کے ظاہر ہونے کا مقام ہے جو آج باطن ہے کل ظاہر ہو گا۔ جو آج پوشیدہ ہے وہ کل واضح ہو گا۔ شارع علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر ایمان رکھنا چاہیے۔ ہاں اس کی کیفیت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔

فرشتوں کو دیدار الٰہی (عزوجل)

شیخ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں۔ امام ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ علیہ نے جو اہل سنت و جماعت کے امام ہیں۔ اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ فرشتوں کو بہشت میں دیدار الٰہی (عزوجل) ہو گا۔ امام بیہقی نے بھی اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے۔ اپنی رائے کی تائید میں احادیث نقل کی ہیں۔ آئمہ متاخرین میں سے بھی بعض کا عقیدہ یہی ہے۔

بعض کتابوں میں ایسا ہے اور یہ بات مشہور بھی کر دی گئی ہے کہ فرشتوں کو دیدار الٰہی (عزوجل) نہیں ہو گا۔ صرف جبرائیل علیہ السلام کو اپنی ساری عمر میں ایک بار دیکھنے کا موقعہ ملے گا۔ جنات تو دیدار خداوندی سے بالکل محروم رہیں گے۔

www.alahazratnetwork.org

جنات کو دیدار الٰہی (عزوجل)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر آئمہ کا ایک طبقہ اس رائے کا اظہار کرتا ہے۔ کہ نہ انہیں ثواب حاصل ہوتا ہے اور نہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے۔ ان کی نیکیوں کا بدلہ صرف یہی ہے کہ وہ دوزخ کی آگ سے نجات پائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم انتہائی وسیع ہے۔ وہ کسی نہ کسی وقت عذاب سے نجات حاصل کرلیں گے۔ اگرچہ یہ فضل و کرم (آدمیوں کی طرح) ہر روز اور ہر جمعہ کو نہیں ہوگا۔

عورتوں کو دیدار الٰہی (عزوجل)

عورتوں کو دیدار الٰہی (عزوجل) کے سلسلہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ انہیں بھی کبھی کبھی دیدار ہوگا۔ جس طرح دنیا کے بعض خاص ایام مثلاً عید وغیرہ انہیں گاہے بگاہے دیدار خداوندی نصیب ہوگا۔ انہیں خواص مومنین کی طرح صبح و شام اور عوام الناس کی طرح ہر جمعہ کے روز نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کئی احادیث آئی ہیں۔ مندرجہ بالا خیالات حضرت امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب سے لئے گئے ہیں۔

عورتیں دراصل عوام مسلمانوں کے ضمن میں آتی ہیں۔ جس طرح کہ جن اور ملائکہ بھی اس بشارت کے مستحق و امیدوار ہوں گے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نعمت رویت باری تعالیٰ مخصوص لوگوں کے لئے وقف ہے۔ جن و ملائکہ کے لئے یہ نعمت عام نہیں ہے۔ ہاں اس سلسلہ میں ہمارے پاس اگر کوئی قوی دلیل لائی جائے تو ہم تسلیم کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ اس بشارت سے عورتوں کا اخراج مطلوب و مقصود نہیں ہے۔ یہ بھی باور نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت فاطمتہ زہراء' حضرت خدیجتہ الکبریٰ' حضرت عائشہ صدیقہ اور اہل بیت کی دوسری عورتیں حضرت مریم و آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا جو دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں اور عرفان و کمال میں کئی مردوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔ رویت الٰہی (عزوجل) سے محروم رہیں یا عام مردوں سے اس نعمت عظمیٰ کے حصول میں پیچھے رہ جائیں بلکہ انہیں عام مومنات سے مخصوص اور مستثنیٰ رکھا جائے گا۔ جن کے لئے

www.alahazratnetwork.org

احادیث میں عیدین اور جمعہ کا تعین کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کو اس لئے دیدار نہیں ہو گا کہ وہ خیمے میں ہوں گی، محض غلط بات ہے کیونکہ وہاں خیمے دنیا کے خیموں کی طرح حجاب و پردہ کا ذریعہ نہیں ہوں گے۔ و یراہ المومنون اور انکم ستروں ربکم میں دو صیغے جمع مذکر کے ہیں۔ پہلے جملے کے یہ معنی ہیں کہ مومن اللہ کریم (عزوجل) کا دیدار پائیں گے اور دوسرے جملے کے معنی یہ ہیں کہ بے شک عنقریب ہی تم اپنے رب (عزوجل) کو دیکھ لو گے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ یہ "تغلیبا" ہے۔ یعنی غلبہ مردوں کا بیان کیا گیا ہے اور عورتیں بھی اس حکم میں آتی ہیں۔

امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے۔ رویت کی یہ تخصیص و تفضیل بہشت میں داخل ہونے کے بعد ہیں اور موقف میں کسی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کافروں اور منافقوں کو بھی قیامت میں رویت باری تعالیٰ نصیب ہو گی۔ مگر جلال و قہر کی حالت میں ہو گی اور اس کے بعد محجوب کر دیئے جائیں گے تاکہ حسرت و عذاب زیادہ ہو۔

خواب میں دیدار الٰہی (عزوجل)

اللہ کریم (عزوجل) کو خواب میں دیکھنے کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ خواب میں دیدار الٰہی (عزوجل) صحیح اور حق ہے اور سلف سے اس کے متعلق روایات ملتی ہیں۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خداوند تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا اے پروردگار جل جلالہ! سب عبادتوں میں افضل ترین عبادت کونسی ہے اور تیری بارگاہ میں پہنچنے کا نزدیک تر راستہ کونسا ہے فرمایا قرآن مجید کی تلاوت!

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک سو بار خداوند عالم کو خواب میں دیکھا تھا۔ ابن سرین رحمتہ اللہ علیہ جو اکابر تابعین اور خواب کے تعبیر بتانے والوں کے امام مانے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں "جو شخص خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے

www.alahazratnetwork.org

گا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بہشت میں جگہ پائے گا اور رنج و غم سے نجات پائے گا۔"

یہ در حقیقت مشاہدہ قلبی ہے اور ظاہری آنکھ اسے دیکھنے سے قاصر ہے۔ اگر کوئی آنکھ سے دیکھے تو وہ دیکھنا مثالی ہے۔ حق تعالیٰ مثل نہیں مگر مثالی ہے۔ مثل اور مثال میں بہت فرق ہے۔ مثل وہ ہے جو تمام صفات میں ممثل لہ کے مشابہ ہو مگر مثال میں مساوات شرط نہیں۔ عقل کو آفتاب سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ تمام صفات میں آفتاب کے مشابہ نہیں۔ حالانکہ آفتاب کی مثال عقل کو لاتے ہیں۔ مناسبت بس اتنی ہے جس طرح آفتاب کے نور سے محسوس چیزیں منکشف ہوتی ہیں۔ عقل کے نور سے معقولات منکشف ہوتی ہیں۔ مثال ہونے کے واسطے اسی قدر مناسبت کافی ہے ایسے ہی بادشاہ کو آفتاب کی مثال۔ وزیر کو چاند کی مثال دیتے ہیں۔

اگر کوئی شخص آفتاب کو خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بادشاہ سے ملاقات کرے گا۔ اگر ماہتاب کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی ملاقات وزیر سے ہو گی قرآن نے اس مثال کو کس انداز میں بیان کیا ہے۔

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۔ اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق
اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ۔ کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک
(النور آیت ۳۵) فانوس میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات مصباح و زجاجہ یا چراغ' شیشہ اور فانوس کی تشبیہہ سے پاک ہے۔ ہاں اسکے نور کی مثال میں یوں ہے جس طرح قرآن کو حبل متین سے مثال دی گئی ہے۔ حقیقت میں ایک رسی قرآن کے مشابہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عالم خواب بھی عالم مثال ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے دیکھنے اور مشرف بزیارت ہونے کی کیفیت بھی ایسی ہی ہے۔ اس کلام کی پوری تحقیق امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل سے معلوم ہوتی ہے۔

دنیاوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کو بیداری کی حالت میں سر کی آنکھوں سے دیکھنے کے سلسلے میں دو قول ہیں۔ استاذ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے "رسالہ قشیریہ" میں فیصلہ دیا ہے کہ عدم جواز کا قول صحیح ہے۔ یہ گفتگو جواز اور امکان میں ہے اور عدم وقوع میں سب کے نزدیک محقق ہو چکا ہے کہ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

www.alahazratnetwork.org

(کہ شب معراج میں حسب روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیدار ہوا) اور کسی کو میسر نہیں۔

محدثین، فقہا، متکلمین حتیٰ کہ مشائخ طریقت بھی اس بات پر متفق ہیں کہ اولیاء اللہ (رحمتہ اللہ علیہ اجمعین) میں سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ کتاب تعرف میں لکھا ہے کہ مشائخ میں سے کسی نے بھی رویت الٰہی (عزوجل) کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ کسی نے اسکا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ مگر جاہل صوفیا کا ایک طبقہ جنہیں صوفیاء کی صف میں کسی صورت بھی شمار نہیں کیا جا سکتا۔ رویت الٰہی (عزوجل) کا دعویٰ کرتے پھرتے ہیں۔ مشائخ کا اجماع اسی بات پر ہے کہ رویت کا مدعی کاذب اور جھوٹا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا دعویٰ کرنا معرفت کے نہ حاصل ہونے کی علامت ہے جس نے دعویٰ کیا ہے حقیقت میں وہ خدا (عزوجل) کو نہیں پہچان سکا۔

شیخ علاؤ الدین قولوی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح تعرف میں لکھا ہے کہ اگر رویت الٰہی (عزوجل) کی نقل کسی معتبر سے پہنچے تو اس کی تاویل کر لینا چاہیے۔ تفسیر کواشی میں مذکور ہے کہ سر کی آنکھ سے رویت کا معتقد مسلمان نہیں رہتا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ اعتقاد درست ہے۔ اردبیلی نے کتاب انوار میں (جو شافعی فقہ کی اہم ترین کتاب ہے) لکھا ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ دنیا میں اس نے سر کی آنکھوں سے خدا (عزوجل) کو دیکھا ہے میں اس کے منہ پر اسے کافر کہنے کے لئے تیار ہوں۔ عقیدہ منظومہ میں یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ومن قال فی الدنیا یراہ بعینہ   فذالک زندیق طغی و تمرد ا

و خالف کتب اللہ والرسل کلھا   وزاغ عن الشرع الشریف و ابعد ا

و ذالک فمن قال فیہ اولی   یری وجھہ یوم القیمتہ اسود ا

خالق جمیع اشیاء

اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا خالق ہے۔ آسمان، زمین غرضیکہ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو چیز بھی ہے۔ اسی کی بنائی ہوئی ہے اور اسی کی قدرت کے ماتحت کام کر رہی ہیں۔ وہ تمام کاموں کی تدابیر کرنے والا ہے۔ تدبیر سے مراد یہ ہے کہ تمام کاموں کے نتائج

www.alahazratnetwork.org

معلوم کرنے کے بعد اسے اس طرح ٹھیک کرنا کہ اس میں کسی قسم کا نقص پیدا نہ ہو۔ تمام اشیاء کو ازلی اندازے اور تقدیر سے ہی پیدا فرمایا۔ خیرو شر۔ نفع و ضرر حسن و قبح تمام قضاء و قدر الٰہی (عزوجل) سے ہیں۔

عالم جمیع معلومات

اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا مالک ہے' جزو کل تمام عالم کے ذرات میں سے ہر ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔ وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے' کوئی چیز اس پر واجب و لازم نہیں لطف و قہر نہ ثواب و عتاب۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' خدا (عزوجل) پر کسی کی حکمرانی نہیں' عبادت گزار اس کے فضل سے ثواب پاتے ہیں' گنہگار اس کے عدل سے سزا حاصل کرتے ہیں۔ وہ ہر حالت میں اپنے قہر' فضل' عدل اور کرم میں محمود ہے' کوئی شخص اس پر اپنا استحقاق اور لازمی حق نہیں جتا سکتا۔ اس نے خود فرمایا ہے کہ فرمانبرداروں کو ثواب دوں گا۔ نافرمانوں کو عذاب دوں گا۔ ہر امر اسی کے حکم کے مطابق سے ہوتا ہے لیکن یہ بات اس پر واجب نہیں۔ اگر وہ اس قاعدے کے خلاف کرے تو کسی کی طاقت نہیں کہ کہہ سکے کہ ایسا کیوں ہوا۔

اس کو اپنے کاموں میں کوئی غرض وابستہ نہیں ہوتی۔ ہر صاحب غرض تو اپنی غرض پوری کرنے کا محتاج ہوتا ہے مگر اس کے ہر کام میں حکمتیں ہیں اور انسان ان کی حکمت دریافت کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی حکمتوں سے جو فائدے برآمد ہوتے ہیں' یہ سارے اس کی مخلوقات کے لئے ہیں۔ اسے ان فائدوں کا کوئی احتیاج نہیں۔ خلقت کا موجود ہونا یا معدوم ہونا' ان کے نفع و نقصان اللہ (عزوجل) کی نسبت یکساں ہے۔ وہ اپنی ذاتی بخشش سے اور اپنے ارادہ سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ رعایت حکمت و مصلحت اس پر واجب و لازم نہیں ہے۔

حاکم بلا شرکت غیرے

اسکے سوا کوئی حاکم نہیں۔ صرف اسی کا حکم واجب ہے۔ نیکی و بدی پر ثواب و عذاب اسکے حکم سے نافذ ہوتا ہے۔ اچھا کام وہ ہے جسکا اس نے حکم دیا ہو۔ برا وہ ہے جس سے اس نے روکا ہو۔ کام کا اچھا یا برا ہونا شارع کے حکم دینے یا منع کرنے پر منحصر ہے۔

www.alahazratnetwork.org

یہاں عقل بے کار ہے کہ وہ کسی کام کی اچھائی یا برائی کے متعلق فیصلے کرتی پھرے۔
جن لوگوں کو دعوت اسلام نہیں پہنچی' پہاڑوں کی دشوار وادیوں یا سمندر کے دور دراز جزیروں میں رہنے والے وہیں پیدا ہوئے اور وہیں مرگئے' نہ کسی آبادی والے سے ملے۔ وہ آخرت میں ماخوذ اور معذب نہیں ہوں گے۔
بعض مشائخ کے نزدیک ایسے لوگ بھی ایمان نہ لانے اور اللہ (عزوجل) کی توحید پر اعتقاد نہ کرنے کی وجہ سے ماخوذ ہوں گے کیونکہ اس قدر معلوم کرلینا کہ اس جہان کا پیدا کرنے والا کوئی ہے اور تمام صفات و کمالات سے موصوف ہے۔ شریعت پر ہی موقوف نہیں کائنات کے تغیرات و امکانات دیکھ کر عقل کے نزدیک بھی توحید صانع پر ایمان ضروری ہے۔
پہلے طبقے نے قرآن پاک کی آیت بطور دلیل پیش کی ہے۔
وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ہم کسی کو عذاب نہیں کریں گے جب تک اس کے پاس رسول نہ بھیج دیں۔

(بنی اسرائیل آیت ۱۵)

رسول علیہ السلام اسلام کی دعوت دے اور وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں۔ رسول علیہ السلام کی مخالفت کریں' تو پھر قابل مواخذہ اور معذب ہونگے۔ اس آیت پر تاویلی طور پر یہ کہنا کہ رسول علیہ السلام سے مراد عقل ہے محض بیہودہ اور لغو دلیل ہے۔
شیخ کمال الدین ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جو حنفیہ کے محققین میں سے ہیں) فریق اول کی تائید کی ہے اور ابو البشر تبرودی رحمتہ اللہ علیہ بھی اسی خیال سے متفق ہیں۔ وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حسن و قبح کیا ہے؟

کام اچھا وہ ہے جسے شارع علیہ السلام نے اچھا کہا اور برا وہ ہے جس سے شارع علیہ السلام نے منع کیا۔ بذات خود نہ کوئی کام اچھا ہے نہ برا۔ کیونکہ اچھے اور برے کے نتائج تو آخرت کے عذاب و ثواب پر مرتب ہوتے ہیں اور یہ بات عقل کی رسائی سے باہر ہے۔ ہاں کسی کام کا پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہونا عقل کی حدود میں آسکتا ہے۔ عدل کو اچھا جاننا' ظلم

www.alahazratnetwork.org

کو ناپسند کرنا، علم کی صفت کمال یا جہالت کو صفت نقصان خیال کرنا عقل کے اختیار میں ہے۔

ملائکہ

اس بات پر اعتقاد کرنا بڑا ضروری ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرشتے پیدا کئے ہیں۔ ان کے اجسام نورانی ہیں اور وہ ہر شکل اختیار کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ان کی ارواح مجردہ ہیں۔ ان کا بدن ہی ان کے لئے لباس کا کام دیتا ہے۔ ان کے ہاں مذکر و مونث کا امتیاز نہیں توالدو تناسل کا سلسلہ ان کے ہاں نہیں پایا جاتا۔ آسمان و زمین بلکہ تمام اجزائے عالم پر فرشتے موکل ہیں۔ وہ اجزائے عالم پر مربی، مدبر اور نگہبان ہیں۔ ایک ایک آدمی پر کئی کئی فرشتے مقرر ہیں۔ بعض اعمال کے لکھنے، بعض شیطان اور دوسرے موذیوں سے بچانے پر مقرر اور محافظ ہیں۔ تمام عالم علوی و سفلی میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں فرشتے معمور نہ ہوں اور ان کی حکمرانی نہ ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تمام مخلوقات کے دس حصے تصور کئے جائیں تو ان کے نو حصے صرف فرشتے ہی ہیں۔

ا۔ فرشتوں کے پر اور بازو بھی ہوتے ہیں۔ دو دو، تین تین، چار چار، قرآن پاک نے فرشتوں کے بازوؤں کا

فرشتوں کی پیدائش پر حاشیہ

ا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

خلقت الملائکہ من نور و خلق الجان من نار و خلق ادم مما وصف لکم۔

ملائکہ (فرشتے) نور سے بنائے گئے اور جن آگ کی لو سے جس میں دھواں ملا ہوا تھا اور آدم علیہ السلام اس چیز سے جو تمہیں بتائی گئی۔ یعنی سیاہ اور سپید و سرخ مٹی سے۔

کما عند ابن سعد عن ابی ذر رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و ھذا رواہ امام احمد و مسلم عن ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہا۔

www.alahazratnetwork.org

عبدالرزاق اپنے مصنف میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نورنبیک من نورہ (الی قولہ) فلما اراد اللہ ان یخلق الخلق قسم ذالک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح و من الثالث العرش ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء۔ فخلق من الاول حملۃ العرش و من الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملائکۃ۔ الحدیث

اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے بنایا۔ پھر جب عالم کو پیدا کرنا چاہا۔ اس نور کے چار حصے کیے' پہلے سے قلم اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے ٹکڑے کے چار حصے کیے پہلے سے ملائکہ حاملان عرش' دوسرے سے کرسی تیسرے سے باقی فرشتے پیدا کیے۔

علامہ فاسی مطالع المسرات میں زیر قول دلائل التقدم من نور ضیائک ناقل: قد قال الاشعری انہ تعالی نور لیس کالا نوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملائکۃ شرر تلک الانوار و قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شی ۔

یعنی امام اشعری فرماتے ہیں۔ اللہ عزوجل نور ہے نہ مثل اور انوار کے اور روح پاک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اس کے نور کی ایک چمک ہے اور فرشتے ان (حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کے شرارے ہیں۔ حضور والا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا کی۔

ابو الشیخ نے عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا۔

خلقت الملائکۃ من نور العزۃ

فرشتے نور عزت سے بنائے گئے۔

www.alahazratnetwork.org

یزید بن رومان سے راوی کہ انہیں خبر پہنچی۔

ان الملائکۃ خلقت من نور اللہ۔

کہ ملائکہ ربانی روح سے پیدا کئے گئے ہیں۔

غالباً" اس اجمال کی شرح وہ ہے جو امیرالمومنین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار سر ہیں۔ ہر سر میں ستر ہزار چہرے' ہر چہرے میں ستر ہزار دہن (منہ) ہر دہن میں ستر ہزار زبانیں' ہر زبان میں ستر ہزار لغت۔

یسبح اللہ تعالیٰ بتلک اللغات کلھا یخلق من کل تسبیحۃ ملک یطیر مع الملائکۃ الی یوم القیمۃ۔

وہ (فرشتہ) ان سب لغتوں سے (کہ ایک لاکھ اڑسٹھ ہزار ستر جگہ ہما سنکھ ہوئے جس کی کتابت یوں ہے کہ ۱۶۸۰۷۰ لکھ کر دائیں ہاتھ کو بیس صفر لگا دیجئے) اللہ عزو جل کی تسبیح کرتا ہے۔ ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے کہ قیامت تک ملائکہ کے ساتھ پرواز کرے گا۔

ذکرہ الامام البدر محمود العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری من کتاب التفسیر والامام الرازی فی تفسیر الکبیر۔

ثعلبی نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ روح ایک ملک (فرشتہ) عظیم ہے۔ آسمان و زمین وجبال و ملائکہ سب سے اور اس کا مقام آسمان چہارم میں ہے۔

یسبح کل یوم اثنی عشر تسبیحۃ یخلق من کل تسبیحۃ ملک۔

ہر روز بارہ ہزار تسبیحیں کہتا ہے۔ ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بنتا ہے یہ روح نامی فرشتہ روز قیامت تنہا ایک صف ہوگا اور باقی سب فرشتوں کی ایک صف۔

ذکرہ الامام البغوی فی المعالم تحت قولہ تعالیٰ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا" ۔ والامام العینی فی العمدۃ تحت قولہ تعالیٰ وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ۔ (بنی اسرائیل آیت ۸۵)

مروی ہوا:

www.alahazratnetwork.org

ان فی السماء الدنیا و ھی من ماء و دخان ملائکتہ خلقوا من ماء و ریح علیھم ملک یقال لہ الرعد و ھو ملک متوکل بالسحاب والمطر۔

آسمانَ دنیا میں کہ پانی اور دھوئیں کا بنا ہے۔ ملا ئکہ ہیں کہ آب و ہوا سے بنائے گئے ہیں۔ ان کا افسر ایک فرشتہ رعد نامی ہے جو ابرو باراں پر موکل ہے۔

ذکرہ الامام القسطلانی فی المواہب۔

سیدی شیخ اکبر محی الملتہ والدین ابن عربی قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں۔ اللہ عزو جل نے ایک نور کی تجلی فرمائی۔ پھر تاریکی بنائی ظلمت پر اس نور کا پر تو ڈالا۔ اس سے عرش ظاہر ہوا۔ پھر اس ملے ہوئے نور سے کہ ضیائے صبح کی مانند تھا۔ جس میں تاریکی شب مخلوط ہوتی ہے۔ ان ملا ئکہ کو بنایا جو گرد عرش ہیں۔ پھر کرسی پیدا کی اور اس میں اسی کی طبیعت کی جنس سے ملا ئکہ پیدا کئے۔

ذکرہ فی الباب الثالث عشر من الفتوحات المکیتہ و اوردہ الامام الشعرانی فی الیواقیت والجواھر۔

شیخ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان فی الجنتہ لنھر ما یدخلہ جبرئیل دخلتہ" فیخرج فینتفض الا خلق اللہ من کل قطرۃ تقطر منہ ملکا" ۔

بیشک و شبہ جنت میں ایک نہر ہے کہ جب جبرائیل امین علیہ الصلوۃ والسلام اس میں جا کر باہر آکر پر جھاڑتے ہیں۔ جتنی بوندیں ان کے پروں سے گرتی ہیں اللہ تعالیٰ ہر بوند سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ جبرائیل امین علیہ الصلوۃ والسلام کے چھ سو پر ہیں کہ اگر ایک پر پھیلا دیں تو افق آسمان چھپ جائے۔

ابن ابی حاتم و عقیلی و ابن مردویہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔

فی السماء الرابعتہ نھر یقال لہ الحیوان یدخلہ جبرئیل کل یوم فینغمس فیہ انغماستہ ثم یخرج فینتفض انتفاضتہ" فیخرج عنہ سبعون

www.alahazratnetwork.org

الف قطرة يخلق الله من كل قطرة ملكا" هم الذين يؤمرون ان ياتوا البيت المعمور فيصلوا فيفعلون ثم يخرجون فلا يعودون اليه ابدا" و يولي عليهم احد هم ثم يؤمر ان يقف بهم في السماء موقفا" يسبحون الله الى ان تقوم الساعة۔

چوتھے آسمان میں ایک نہر ہے جسے نہر حیات کہتے ہیں۔ جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام ہر روز اس میں ایک غوطہ لگا کر پر جھاڑتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرے جھڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ انہیں حکم ہوتا ہے کہ بیت المعمور میں جا کر نماز (صلوۃ) پڑھیں جب پڑھ کر نکلتے ہیں پھر کبھی اس میں نہیں جاتے۔ ان میں سے ایک کو ان پر افسر بنا کر حکم فرمایا جاتا ہے کہ آسمان میں ان کو ایک جگہ لے کر کھڑا ہو۔ وہ سب مل کر قیامت تک وہاں تسبیح الٰہی (عزوجل) کرتے ہیں۔

وروى ابن المنذر نحوه بدون ذكر النهر من طريق صححه عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه لكن موقوفا" قال الامام الحافظ ابن حجر و معلوم ان الموقوف كالمرفوع الول فصح الحديث و سقط ما نقل القلبی عن الولي العراقي ان لم يثبت في ذالک شيء ، فقد اثبته الحافظ و فوق كل ذي علم عليم۔

عطا و مقاتل و ضحاک کی روایت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں آیا:

ان عن يمين العرش نهرا" من نور مثل السموت السبع والارضين السبع والبحار السبع يدخل فيه جبرئيل عليه السلام كل سحر و يغتسل فيزداد نورا" الى نوره و جمالا" الى جماله ثم ينتفض فيخلق الله تعالى من كل نقطة تقع من ريشه كذا كذا الف ملک يدخل منهم البيت السبعون الفا" ثم لا يعودون اليه الى ان تقوم الساعة۔

عرش کے دائیں طرف نور کی ایک نہر ہے۔ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور ساتوں سمندروں کے برابر۔ اس میں ہر سحر جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام نہاتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

جس سے ان کے نور پر نور اور جمال پر جمال بڑھتا ہے۔ پھر وہ اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں جو چھینٹ گرتی ہے اللہ تعالیٰ اس سے اتنے اتنے ہزار فرشتے بناتا ہے جن میں سے ستر ہزار بیت المعمور جاتے ہیں۔ پھر قیامت تک اس میں داخل نہیں ہوتے۔ **ذکرہ الامام فخر الدین الرازی فی تفسیر قولہ تعالیٰ وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔** (النحل ۱ آیت ۸)

ابو نعیم خطیم و ابن عساکر اور بیہقی کتاب الرویۃ میں بروایت علی بن ابی ارطاۃ۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان للہ الملائکۃ ترعد فرائصھم من مخافتہ ما منھم من ملک یقطر من عینہ دمعۃ الا وقعت ملکا" قائما" یسبح الحدیث۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں کہ خوف الٰہی سے ان کا بند بند لرزتا ہے۔ ان میں سے جس فرشتے کی آنکھ سے جو آنسو ٹپکتا ہے۔ وہ گرتے گرتے فرشتہ ہو جاتا ہے کہ کھڑا ہو کر رب العزت جل جلالہ کی تسبیح کرتا ہے۔

ابو الشیخ کعب احبار سے اس کے قریب راوی کہ :

لا تقطر عین ملک منھم الا کانت ملکا" یطیر من خشیۃ اللہ

ان فرشتوں سے جس کی آنکھ سے کوئی بوند ٹپکتی ہے۔ وہ ایک فرشتہ ہو کر خوف خدا سے اڑ جاتی ہے۔

ابن بشکوال حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور پر نور افضل صلی اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہ و آلہ فرماتے ہیں۔

من صلی علی تعظیما" لحقی خلق اللہ عزوجل من ذالک القول ملکا لہ جناح بالمشرق و اخر بالمغرب یقول عزوجل لہ صل علی عبدی کما صلی علی نبی فھو یصلی علیہ الی یوم القیمۃ۔

جو مجھ پر میرے حق کی تعظیم کے لئے درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس درود سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ جس کا ایک پر مشرق اور دوسرا مغرب میں۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے کہ درود بھیج میرے بندے پر جیسے اس نے درود بھیجا میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ

www.alahazratnetwork.org

علیہ و آلہ وسلم پر۔ پس وہ فرشتہ قیامت تک اس پر درود بھیجتا رہتا ہے۔

و ذکرہ ایضا" ابنہ سبع و الفا کھانی

خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد (اعلیٰ حضرت کے والد گرامی) اپنی کتاب مستطاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح میں۔ امام سخاوی رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے کہ اس کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ جب کوئی شخص مجھ پر محبت کے ساتھ درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتہ پانی میں غوطہ کھا کر اپنے پر جھاڑتا ہے۔ خدائے تعالیٰ ہر قطرہ سے کہ اس کے پروں سے ٹپکتا ہے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے کہ قیامت تک درود پڑھنے والے کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

انتھی کلامہ الشریف قد س سرہ اللطیف۔

مواہب شریف میں ہے۔

فلروی ان ثم ملائکتہ یسبحون فیخلق اللہ بکل تسبحتہ ملکا"

مروی ہوا کہ وہاں کچھ فرشتے ہیں کہ تسبیح الٰہی (عزوجل) کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل ان کی ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔

سیدی شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات کے باب ۲۹۷ میں فرماتے ہیں کہ نیک کلام اور اچھا کام فرشتہ بن کر آسمان کو بلند ہوتا ہے۔

ذکرہ عنہ فی المبحث السابع عشر من الیوالیت۔

ان کے نزدیک آیہ کریمہ

کے یہ معنی ہیں۔

اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ (فاطر آیت ۱۰)

امام قرطبی تذکرہ میں علمائے کرام سے ناقل کہ جو شخص سورہ بقرہ آل عمران پڑھتا ہے۔ اللہ عزوجل اس کے ثواب سے فرشتے بناتا ہے کہ روز قیامت اس قاری کی طرف سے جھگڑیں گے۔

نقلہ عن الفاسی فی مطالع المسرات ان کے نزدیک حدیث احمد و مسلم **اقروا**

www.alahazratnetwork.org

الزھرا وین البقرۃ و آل عمران فانھما یاتیان یوم القیامۃ کانھما غمامتان او غیابتان او کانھما فرقان من الطیر صواف یحاجان عن اصحابھما کے یہ معنی ہیں۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔

اقوی الملائکۃ و اشدھم حیاءً من کان مخلوقاً من انفاس النساء۔

یعنی آدمیوں کے سانس سے فرشتے بنتے ہیں اور ان میں قوی تر اور حیاء میں زائد وہ ہوتے ہیں جو عورتوں کے سانس سے بنائے جاتے ہیں۔

مذکور بالا احادیث و اقوال' جن میں آفرینش (پیدائش) ملائکہ کے متعدد طریقے مذکور ہوئے۔ ان سے ثابت ہوا کہ ان کی پیدائش روزانہ جاری ہے۔ ہر روز بے شمار بنتے ہیں' جن کی گنتی ان کا بنانے والا ہی جانتا ہے۔

قلت اغرب القلقانی لزعم ان ملائکۃ الارض والجو مرکبۃ من الطباع الاربع و اشار ان لھم فی اجسامھم دماً مسفوحاً قال فی الیواقیت قال بعضھم و لعل مرادہ بھٰؤلاء الملائکۃ القاطنین من السماء والارض نوع من الجن سماھم ملائکۃ اصطلاحاً لہ اھ قلت و مثلہ عذ ابا عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما ان من الملائکۃ قربیا یتوالدون یقال لھم الجن و منھم ابلیس کما نقلہ فی ارشاد الساری و انت تعلم ان عقیدۃ اھل السنۃ فی الملائکۃ تنزلھم عن الذکورۃ والانوثۃ فانی التوالد و احسر احسن محملہ ھو ما مر من تسمیتہ بعض الجن ملکاً واللہ تعالٰی اعلم۔

رہا ان کی موت کا حال۔ امام ولی الدین عراقی سے اس سلسلے میں اسی باب میں سوال ہوا۔ جواب فرمایا:

لم یثبت فی ذالک شیء ولا یجوز الھجوم علیہ بمجرد الاحتمال ولا مجال للنظر فیہ ولا دخل للقیاس۔

www.alahazratnetwork.org

اس باب میں کچھ ثابت نہ ہوا اور محض احتمال سے اس پر جرات روا نہیں۔ نہ نظر کی یہاں گنجائش نہ قیاس کا دخل۔

نقلہ العلامتہ الفاسی فی مطالع المسرات۔

بلکہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ تو انہیں مثل ارواح مانتے ہیں کہ نہ تھے۔ مگر جب ہوئے تو ہمیشہ رہیں گے کہ ارواح کو کبھی موت نہیں۔ فتوحات شریف کے باب ۵۱۸ میں فرمایا:

انہ لیس للملائکتہ اخرۃ هو فالک انهم لا یموتون فیبعثون و انما هو صعق و افاقتہ کالنوم والافاقتہ منہ عندنا فالک حال لا یزال علیہ الممکن فی التجلی الاجمالی دنیا و اخرۃ الخ۔ نقلہ فی الیواقیت والجواهر۔

اقول

شاید یہ مسئلہ تجسم و تجرد ملائکہ پر مبنی ہو جو انہیں نفوس مجردہ مانتے ہیں۔ جیسے امام حجتہ الاسلام غزالی علیہ الرحمتہ وغیرہ ان کے طور پر ملائکہ کے لئے موت نہ ہونی چاہئے کہ روح کبھی نہیں مرتی۔ موت جسم کے لئے ہے۔ یعنی روح کا اس سے جدا ہو جانا اور ملائکہ کو اجسام لطیفہ کہتے ہیں جن سے نفوس شریفہ متعلق ہیں۔ جیسا جمہور اہل سنت کا مسلک ہے اور صدہا طور پر نصوص اسی طرف ناظر۔ ان کے نزدیک ملائکہ کو موت سے چارہ نہیں اور یہی ظاہر مفاد آیت اور احادیث تو اس میں بالتصریح واروی صحیح و معتمد ہے۔

وَ قَلَ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ۔ (الانبیاء آیت ۳۵)

ہر جان موت کا مزہ چکھے گی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی۔ جب آیہ کریمہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ (الرحمٰن آیت ۲۶) نازل ہوئی کہ جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔ ملائکہ بولے زمین والے مرے یعنی ہم محفوظ ہیں جب آیتہ کریمہ۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ

نازل ہوئی کہ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ملائکہ نے کہا اب ہم بھی مرے۔

www.alahazratnetwork.org

ذکرہ الامام الرازی فی مفاتیح الغیب۔

ابن جریر انہیں سے راوی۔

قال و کل ملک الموت بقبض ارواح المؤمنین والملائکۃ۔ الحدیث۔

(یعنی ملک الموت مسلمانوں اور فرشتوں کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں)۔

نیز ابن جریر ابو الشیخ وغیرہما ایک حدیث طویل میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

اٰخرھم موتاً ملک الموت۔

فرشتوں میں سب سے پیچھے ملک الموت مریں گے۔ بیہقی و فریابی نے بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث میں تفصیلاً ان کی کیفیت موت روایت کی ہے کہ جب سب فنا ہوں گے۔ جبرائیل و میکائیل و ملک الموت باقی رہیں گے۔ رب تبارک و تعالٰی کہ دانا تر ہے۔ ارشاد فرمائے گا۔ اے ملک الموت! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے۔

بقی وجھک الباقی الدائم و عبدک جبرئیل و میکائیل و ملک الموت۔

باقی ہے تیرا وجہ کریم کہ ہمیشہ رہے گا اور تیرے بندے جبرائیل و میکائیل و ملک الموت۔ حکم ہوگا۔

تعرف نفس میکائیل۔

میکائیل کی روح قبض کر۔ وہ عظیم پہاڑ کی طرح گریں گے۔ پھر فرمائے گا اور وہ خوب جانتا ہے۔ اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے:

وجھک الباقی الکریم عبدک جبرائیل و ملک الموت۔

تیرا وجہ کریم کہ ہمیشہ رہے گا اور تیرے بندے جبرائیل و ملک الموت۔ فرمائے گا۔

تعرف نفس جبرائیل۔

جبرائیل کی روح قبض کر۔ وہ اپنے پر پھڑپھڑاتے ہوئے سجدے میں گر جائیں گے۔ پھر فرمائے گا اور وہ خوب جانتا ہے۔ اب کون رہا؟ عرض کریں گے۔

وجھک الکریم و عبدک الملک و ھو میت۔

www.alahazratnetwork.org

تیرا وجہ کریم کہ ہمیشہ رہے گا اور تیرا بندہ ملک الموت کہ وہ بھی مرے گا۔ فرمائے گا مرجا۔ وہ بھی مرجائیں گے۔ پھر فرمائے گا ابتداء میں' میں نے خلق بنائی اور میں پھر اسے زندہ کروں گا۔ کہاں ہیں سلاطین مغرور جو ملک کا دعوئی کرتے تھے۔ کوئی جواب دینے والا نہ ہو گا۔ خود فرمائے گا۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ (المومن آیت ۱۶)

آج بادشاہی ہے۔ اللہ (عزوجل) غالب کی۔

ملفق منهما و عند الفريابي ان اخرهم موتا" جبرائيل' والله تعالی اعلم۔

اس حدیث سے ملائکہ مقربین کا روز قیامت تک زندہ رہنا معلوم ہی ہوا اور سیدنا علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ سے گزرا کہ یہ بے شمار فرشتے جو روزانہ بنتے ہیں قیامت تک ملائکہ کے ساتھ اڑتے پھریں گے اور حدیث میں گزرا کہ یہ ستر ہزار فرشتے جو روز بنتے ہیں۔ قیامت تک تسبیح الٰہی (عزوجل) کرتے رہیں گے۔ وہ فرشتہ قیامت تک مصلی (درود خواں) پر درود بھیجتا رہتا ہے۔ روایت سخاوی میں گزرا۔ اس کے پر کے قطروں' سے جو فرشتے بنتے ہیں۔ قیامت تک مصلی (درود خواں) کے لئے استغفار کریں گے۔ ہر مسلمان کے ساتھ جو کراماً" کاتبین ہیں۔ ان کے لئے حدیث شریف میں آیا۔ مرگ مسلمان کے بعد آسمان پر جاتے اور وہاں رہنے کا اذن طلب کرتے ہیں۔ حکم ہوتا ہے۔ میرے آسمان میرے فرشتوں سے بھرے ہیں کہ وہ میری تسبیح کرتے ہیں۔ پھر عرض کرتے ہیں تو ہمیں حکم ہو کہ زمین میں رہیں۔ فرمان ہوتا ہے۔ میری زمین مخلوق سے بھری ہے کہ میری تسبیح کرتے ہیں۔

ولكن قوما على قبر عبدى فسبحاني و هللاني و كبراني الى يوم القيامة واكتباه لعبد ى۔

مگر میرے بندے کی قبر پر کھڑے قیامت تک تسبیح و تہلیل و تکبیر کرو اور اس کا ثواب میرے بندے کے لئے لکھتے رہو۔

اخرجه ابو نعيم عن ابى سعيدنلخدرى والبيهقى فى البعث وابن ابى

www.alahazratnetwork.org

الدنیا عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہما۔

اسی طرح اور احادیث بھی ہیں۔ ان حدیثوں سے بے شمار ملائکہ کا قیامت تک زندہ رہنا ثابت اور اصلاً کسی حدیث سے یہ ثابت نہ ہوا کہ کسی فرشتہ کو موت لاحق ہوئی ہو۔ بلکہ روایت مذکورہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صاف ظاہر کہ نزول آیہ کریمہ:

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ۔ (الانبیاء آیت ۳۵)

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

تک فرشتے اپنی موت سے خبردار ہی نہ تھے کہ ہمیں بھی موت ہوگی۔ لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ ملائکہ کے لئے قیامت سے پہلے موت نہیں۔ بلکہ جویبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ انسان و جن و حیوانات کی موت بیان کرکے فرمایا:

والملائکۃ یموتون فی الصعقۃ الاولی و ان ملک الموت یقبض ارواحھم ثم یموت۔

فرشتے اس وقت مریں گے جب پہلا صور پھونکا جائے گا۔ ملک الموت علیہ السلام ان کی روح قبض کریں گے۔ پھر وہ خود بھی مرجائیں گے۔ یہ حدیث مقصود میں نص تھی۔

لو لا ما فی جویبر من ضعف قوی ولا جویبر۔ واللہ تعالی اعلم۔

بعد ختم اس تحریر کے فتاوے حدیثیہ امام علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی میں ایک فتوٰی متعلق بملائکہ دوسرا متعلق بحور عین نظر فقیر سے گزرا۔ امام نے اس میں موت ملائکہ پر اجماع نقل فرمایا:

حیث قال اما الملائکۃ فیموتون بالنصوص والاجماع و یتولی قبض ارواحھم ملک الموت و یموت ملک الموت بلا ملک الموت۔

اور ان کے کلام کا بھی ظاہر یہی ہے کہ موت ملائکہ نفخ صور سے ہوگی۔ سوا حاملان عرش و چار مقرب (فرشتوں) کے کہ یہ اس کے بعد وفات پائیں گے۔

حیث قال فی الفتوی المتعلقۃ بالملائکۃ بالنفخ فی الصور یموتون الا

www.alahazratnetwork.org

حملتہ العرش و جبرئیل و اسرافیل و میکائیل و ملک الموت ثم یموتون اثر ذالک۔

اور دوبارہ آفرینش بھی اسی کا استظہار فرمایا کہ ملائکہ ایک ہی دفعہ نہ بنے بلکہ ان کی پیدائش بدفعات ہے۔

حیث قال ظاھر السنتہ ان الملائکتہ لم یخلقوا دفعتہ" واحدۃ "۔

ابو الشیخ وھب بن منبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال للہ نھرا" فی الھواء یسع الارضین کلھا سبع مرات فینزل علی ذالک النھر ملک من السماء فیملوہ و یسد ما بین اطرافہ ثم یغتسل منہ فاذا خرج منہ قطر منہ قطرات من نور فیخلق اللہ من کل قطرۃ منھا ملکا" یسبح للہ بجمیع تسبیح الخلائق کلھم۔

اللہ تعالٰی وتبارک کی ایک نہر ہوا میں ہے کہ سب زمینیں مل کر سات دفعہ اس میں سما جائیں۔ اس نہر پر آسمان سے ایک فرشتہ اترتا ہے کہ اپنی جسامت سے اسے بھر دیتا ہے اور اس کے سب کنارے بند کر دیتا ہے۔ پھر اس میں نہاتا ہے جب باہر آتا ہے تو اس سے نور کی بوندیں ٹپکتی ہیں۔ اللہ تعالٰی ہر قطرے سے ایک فرشتہ بناتا ہے کہ تمام مخلوقات کی تسبیح کے برابر اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتا ہے۔

علاء بن ہارون رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال لجبرئیل کل یوم انغمس فی الکوثر ثم ینتفض فکل قطرۃ یخلق منھا ملک۔

جبرائیل امین علیہ الصلوۃ والسلام ہر روز کوثر میں ایک ڈبکی لگا کر جھاڑتے ہیں۔ ہر بوند سے ایک فرشتہ بنتا ہے۔ اس کے بعد بحمد اللہ ایک اور حدیث یاد آئی۔

ابن ابی الدنیا اور ابو الشیخ کتاب الثواب میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اپنے والد ماجد، وہ اپنے جد امجد رضی اللہ تعالٰی عنھم سے راوی کہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔

ما ادخل رجل علی مؤمن سرورا" الا خلق اللہ عزوجل من ذالک السرور ملک یعبد اللہ عزوجل و یوحدہ فاذا صارا العبد فی قبرہ اتاہ

www.alahazratnetwork.org

فالک السرور۔ الحدیث

جو کوئی شخص کسی مسلمان کو خوش کرے۔ اللہ عزوجل اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے کہ اللہ عزوجل کی عبادت و توحید کرتا رہتا ہے۔ جب وہ بندہ قبر میں جاتا ہے۔ یہ فرشتہ اس کے پاس آکر کہتا ہے۔ کیا مجھے پہچانتا ہے۔ میں وہ خوشی ہوں جو تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کی تھی۔ آج میں وحشت میں تیرے دل کو بہلاؤں گا اور تیری محبت تجھے سکھاؤں گا اور قول ایمان پر تجھے ثابت کروں گا اور قیامت کے ہر مشہد میں، میں تیرے ساتھ رہوں گا اور اللہ عزوجل کے نزدیک تیری شفاعت کروں گا اور جنت میں تیرا مکان تجھے دکھاؤں گا۔ غرض بڑی عظمت والا ہے۔ بادشاہ عرش عظیم کا رب ملک و روح کریم کا سب خلق سے چن لینے والا محمد رسول اللہ رؤف و رحیم کا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ وبارک وکرم واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں قادری، ۷ر رجب المرجب ۱۳۱۱ھ

ماخوذ۔ از " الھد ایتہ المبارکتہ فی خلق الملائکتہ"

خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے اور اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ پروں کی صحیح تعداد کا علم اللہ کو ہے۔ اس سے یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ بازوؤں سے مراد قوائے ملکی ہے جس طرح دوسرے احکام متشابہات قرآنی ہیں۔ عدد مذکورہ سے حصر مراد نہیں کہ چار چار بازوؤں سے زیادہ فرشتوں کو نہیں ملے۔ حدیث پاک میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو جرائیل کے چھ سو پر دیکھے۔

جرائیل علیہ السلام:

تمام فرشتوں میں چار فرشتے زیادہ مقرب قرار دیئے گئے ہیں۔ یہ چاروں دنیا کے بڑے بڑے انتظامات پر مامور ہیں۔ ملک اور ملکوت کے اہم معاملات انہیں کے سپرد ہیں۔ ان میں جرائیل علیہ السلام کے ذمہ علوم ربانی کا القاء اور وحی الٰہی کا انبیاء کی طرف ترسیل ہے۔

www.alahazratnetwork.org

میکائیل علیہ السلام:

میکائیل علیہ السلام کے ذمہ تمام مخلوقات کو رزق کی بہم رسانی ہے۔ رزق کی تقسیم و مقدار انہی کے سپرد ہے۔

اسرافیل علیہ السلام:

اسرافیل علیہ السلام کے ذمہ صور کا پھونکنا ہے۔ یہ صور پہلی بار عالم کی ہلاکت کے لئے پھونکا جائے گا۔ دوسری بار اس کے پھونکنے سے مردے قبروں سے اٹھیں گے اور میدان حشر میں حاضر ہوں گے۔

عزرائیل علیہ السلام

عزرائیل علیہ السلام تمام عالم کی ارواح قبض کرنے کے مختار و مجاز ہیں۔ اکثر علماء کرام کی رائے ہے کہ جبرائیل علیہ السلام سب سے افضل ہیں مگر بعض علماء ان چاروں کو ہم رتبہ قرار دیتے ہیں۔ ان چاروں کے علاوہ اور بھی بہت سے فرشتے مقرب اور عظیم الشان ہیں۔ ان میں آٹھ وہ فرشتے ہیں' جنہوں نے عرش اٹھایا ہوا ہے۔ ان کی اجسام کی عظمت و قوت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ان کی کان کی لو سے لے کر کندھوں تک کا درمیانی فاصلہ دو سو برس کی راہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں یہ فاصلہ سات سو برس کے برابر ہے۔

فرشتوں کے مقامات

ہر ایک فرشتے کے لئے خداوند تعالیٰ کے نزدیک ایک مخصوص رتبہ و مقام ہے۔ وہ اس سے تجاوز و ترقی نہیں کرتے۔ جو کمال ان کے مناسب حال پر انہیں عطا کر دیا گیا ہے۔ ان میں تحصیل کمال کے ذوق و شوق کا کوئی دخل نہیں۔ جو چیز ان کے حق میں قوتاً دی گئی ہے وہ بالفعل نہیں ہے کیونکہ شوق تو اس پر ہوتا ہے جو حاصل نہ ہو اور مفقود ہو۔ مگر ملائکہ کے ہاں تو کوئی ایسی چیز نہیں جسے وہ حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔ یہی وجہ ہے کہ ملائکہ عشق کی دولت سے محروم ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فرشتوں کے ہاں خداوند تعالیٰ کی محبت اور معرفت نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ تحصیل

www.alahazratnetwork.org

معرفت اور تلاش محبت کی کشمکش کے ذوق سے محروم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار

فرشتے خدا (عزوجل) کی نافرمانی نہیں کرتے۔ وہی کام کرتے ہیں' جس کا انہیں حکم دیا گیا ہو۔ ابلیس کی نافرمانی کی وجہ یہ ہے کہ وہ حقیقت میں فرشتہ نہیں تھا۔ بلکہ خلقی طور پر جن تھا۔ وہ عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شمار کیا جانے لگا۔ انجام کار وہ اپنی فطرت سے نہ رہ سکا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ فرشتے اور جن پیدائشی طور پر ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں کیونکہ آگ میں نور کی آمیزش بھی ہے اور دھوئیں کی کثافت بھی۔ اگر آگ سے دھواں علیحدہ کردیا جائے تو نور رہ جاتی ہے۔

الہامی کتابیں

اللہ تعالیٰ کی کتابیں بعض رسولوں علیہم السلام پر نازل ہوئیں اور تمام انسانوں کو ان کی اتباع کا حکم دیا گیا۔ ان الہامی کتابوں کی تعداد ایک سو چار تک ہے۔ مگر ان میں چار کتابیں بڑی اور مشہور ہیں۔ تورات آسمانی کتابوں میں سے ایک ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ زبور دوسری بڑی آسمانی کتاب ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ انجیل تیسری آسمانی کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔

ان تمام کتابوں میں اللہ (عزوجل)' اس کے رسول' اور ان کے اصحاب کے احوال اور اوصاف درج ہیں۔ سابقہ انبیاء صلوۃ اللہ علیہم اجمعین کے پاکیزہ حالات' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب و محامد ان کتابوں میں ہیں۔ پہلی امتیں آپ کے نام مبارک سے بارگاہ الٰہی (عزوجل) میں تقرب و توسل تلاش کیا کرتی تھیں۔

قرآن پاک

قرآن پاک چوتھی آسمانی کتاب ہے جو تمام الہامی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ یہ حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

www.alahazratnetwork.org

متقین کی ہدایت

قرآن پاک بلا شک و شبہ باعث ہدایت ہے۔ تمام آسمانی کتابیں اس حیثیت سے کہ کلام خداوندی میں برابر ہیں۔ مگر کئی اور وجوہات کی بناء پر ایک دوسری سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ جس طرح انبیاء کرام نفس نبوت میں ایک دوسرے کے برابر ہیں اور لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (بقرۃ آیت ۲۸۵) کی صحیح تصویر ہیں۔ مگر مراتب میں بعض بعض سے افضل ہیں اور تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (بقرۃ آیت ۲۵۳) کا عکس جمیل ہیں۔

اسمائے الٰہی

اللہ (عزوجل) کے نام توقیفی ہیں۔ یعنی سننے پر موقوف ہیں اور شریعت میں منقول ہیں۔ پس جو نام شرعی اصطلاح میں آگیا اللہ (عزوجل) کو اسی نام سے پکارا جائے گا۔ اپنی طرف سے اللہ (عزوجل) کا قائم نام بنانا اور پکارنا خلاف شرع ہے۔ اگرچہ عقل کے نزدیک ایسے ناموں کا اطلاق کتنا ہی درست کیوں نہ ہو اور ادبی لحاظ سے اس کے معنی اللہ (عزوجل) کے نام کے کتنے ہی مطابق کیوں نہ ہوں۔ مگر ان عقلی اور ادبی اسماء کی شریعت میں کوئی وقعت نہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کو شافی کہہ سکتے ہیں۔ طبیب نہیں کہہ سکتے۔ جواد کہیں گے سخی نہیں' عالم کہیں گے عاقل نہیں کہیں گے۔ یاد رہے کہ ایسی ممانعت صرف نام رکھنے میں ہے۔ صفت بیان کرنے میں نہیں۔ کیونکہ نام کے بغیر کوئی دوسرا نام رکھنا تصرف ہے اور کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ نام میں تصرف کرے۔ یہ بیان تو محض صفاتی ناموں میں ہے۔ مگر اسمائے اعلام میں کلام نہیں ہے۔

کفار کی زبان پر اللہ (عزول) کے اسماء سے خدا کو پکارنا نامناسب بات ہے۔ اس میں کفر کا خطرہ رہتا ہے۔

ننانوے نام

ہمیں یہ بات ذہن نشیں کرنی چاہیے کہ اسمائے الٰہی (عزوجل) صرف ننانوے ناموں

www.alahazratnetwork.org

پر منحصر نہیں۔ ہزاروں ایسے نام ہیں جن سے خلقت واقف نہیں۔ شریعت کی اصطلاحات میں بھی صرف ننانوے ناموں کا تذکرہ آیا ہے۔ ان ناموں کی شہرت ایک خاص خاصیت کی بناء پر ہے جو ان میں رکھی گئی ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

ان للہ تسعتہ" و تسعین اسماء من احصاھا دخل الجنتہ

اللہ (عزوجل) کے ننانوے نام ہیں جو ان کو یاد رکھے گا جنت میں جائے گا۔

اس کی مثال یوں بھی ہے کہ میرے ہزار سوار ایسے ہیں جو شخص ان سے مدد چاہے وہ مدد کو پہنچیں گے اور جہاں جاتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ بادشاہ کے پاس ہزار سواروں کے علاوہ اور کوئی سوار نہیں بلکہ بادشاہ کے بے شمار سوار ہیں مگر ہزار اس قسم کے ہیں جن کی خاص خاص خاصیت ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل کے ہزاروں ناموں کے باوجود یہ ننانوے نام اپنی خاصیت کے لحاظ سے جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے۔ کفر اور گناہ بھی اسی کے ارادہ اور تقدیر سے ہیں۔ مگر وہ کفر اور گناہ پر رضامند نہیں ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ عزوجل تمام اشیاء کا خالق ہے اور گناہ و ثواب اسی کی پیدائش اور تقدیر ہے۔ افعال انسانی بھی دوسری اشیاء کی طرح مخلوق خداوندی ہیں اور حکم ہوتا ہے۔

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (الصفت آیت ۹۶)

اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ غرضیکہ نیکی و بدی، کفر اور ایمان، طاعت و عصیان اللہ تعالیٰ کے ارادہ، حکم اور تقدیر سے صادر ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ایمان اطاعت اور نیکی سے تو راضی ہے مگر کفر و معصیت سے ناراض ہے۔

وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ (الزمر آیت ۸)

اللہ عزوجل اپنے بندوں سے کفر کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔ کسی چیز کا چاہنا یا پیدا کرنا دوسری بات ہے۔ مگر کسی بات پر راضی ہونا جدا بات ہے۔ رضا اسی صورت میں ہوتی ہے کہ وہ حکم کرے کہ یوں کرو۔

www.alahazratnetwork.org

افعال اختیاری

بندوں کے لئے بعض اختیاری افعال ہوتے ہیں۔ جنہیں سرانجام دینے سے انھیں ثواب حاصل ہوتا ہے اور نہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔ باوجود یہ کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اختیار میں ہے۔ مگر پھر بھی بندے کو مختار بنایا ہے۔ وہ ہر کام میں مجبور محض اور مضطر نہیں ہے۔ ثواب و عذاب اسی اختیار پر منحصر ہے جو انسان کو حاصل ہے۔

اس مسئلہ کو تفصیلی طور پر سمجھنے کے لئے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ جبر و اختیار کے معانی سمجھ لئے جائیں۔ آدمی سے جو کام صادر ہوتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

پہلے وہ کام جن کا تصور آتے ہی اگر اس کی طبیعت کے موافق ہو تو اس کے دل میں اس کام کے سرانجام دینے کی خواہش پیدا ہو اور اس خواہش کی تکمیل کے لئے قدم اٹھائے۔ لیکن اگر وہ چیز اس کی طبیعت کے خلاف ہو اور اس کے دل میں نفرت و کراہت پیدا ہو اور اس کے نہ کرنے کی کوشش کرے۔ حالانکہ اس کے کرنے اور نہ کرنے کی خواہش کے پیدا ہونے سے پہلے اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر تھا اور ممکن تھا اسے کرتا یا نہ کرتا۔ خواہ مرتبہ تصور میں جو فعل کے ساتھ قوت قریبہ ہے۔ یا تصور سے ہے جو مرتبہ فعل سے دور تر ہے۔ آدمی کی اس حرکت کو حرکت اختیاری کہتے ہیں اور جو فعل اس حرکت پر مترتب ہو فعل اختیاری ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کام سے پہلے اس کی خواہش و شوق پیدا ہی نہ ہو مگر خواہش کے بغیر ہی رعشہ والے کی طرح کوئی حرکت صادر ہو جائے۔ ایسی حرکت کو جبری یا اضطراری کہتے ہیں۔ اندریں حالات صورت اول کے سامنے اختیار سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اس قسم کے اختیار کا انکار ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کہنے لگے کہ انسان کے کان اور آنکھ نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ انسان کی تمام حرکات اور افعال دوسری قسم یعنی مرتعش کی طرح ہیں' یہ جس سے انکار کرتا ہے اسے کوئی عاقل تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔

یہ شبہ پیش آجاتا ہے کہ انسان کے افعال علم الٰہی عزوجل۔ ارادت ازلی اور قضاء قدر کے موافق وجود میں آتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے ازل میں جانا اور چاہا کہ فلاں فعل

www.alahazratnetwork.org

فلاں فعل فلاں انسان سے صادر ہو۔ ضرور وہ اس بندے سے ہوگا۔ خواہ بے اختیار ہو۔ جیسے حرکت اضطرار یا اختیار سے ہو۔ اگر فعل اختیاری ہے پس انسان کو ایسا فعل کرنے یا وجود میں لانے کا اختیار نہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کام خواہش اور تصور سے کیا جائے وہ اختیار میں داخل ہوگا۔

یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ انسان کو اگرچہ فعل پر اختیار ہے مگر اس کے مبادی میں یعنی جو موقوف علیہ ابتدائی اس کام کے ہیں۔ اختیار نہیں دیا۔ مثلاً اگر انسان کی آنکھیں کھلی ہوں پھر نہ دیکھے۔ یہ اس کے اختیار میں نہیں۔ دیکھنے کے بعد اگر وہ شے مطلوب ہے اس کی خواہش پیدا ہوتی ہے' شوق بڑھتا ہے' اس کام کی حرکت پیدا ہوتی ہے' لازمی ہے' اس طرح انسان کو اختیار ہے اور اپنے اختیار میں اختیار نہیں رکھتا۔ آخر الامر وہی بات پائی جو علماء کہتے ہیں۔

۱۔ بندہ اپنے فعل میں مختار ہے۔ مگر خود اختیار میں مجبور ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔

۱۔ اللہ عزوجل نے بندے بنائے اور انہیں کان' آنکھ' ہاتھ پاؤں' زبان وغیرہا آلات وجوارح
عطا فرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا اور ان کے ارادے کا تابع و فرمانبردار کر دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا یا عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی خیر و شر نفع و ضرر جو اس ظاہری شہ

www.alahazratnetwork.org

پہچان سکتے تھے۔ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس و بے یار و نہ چھوڑا ہنوز لاکھوں باتیں ہیں۔ جن کو عقل خود ادراک نہ کر سکتی تھی اور جن کا ادراک ممکن تھا۔ ان میں لغزش کرنے ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہذا انبیاء علیہم السلام بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا ذرا بات کا حسن و قبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام و کمال فرما دی۔ کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ (النساء آیت ۱۶۵)

حق کا تو راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہو گیا۔ ہدایت و گمراہی پر کوئی پردہ نہ رہا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ (بقرۃ آیت ۲۵۶)

بالجملہ کسی کا خالق ہونا یعنی ذات ہو یا صفت فعل ہو یا حالت کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دینا یہ اسی کا کام ہے۔ یہ نہ اس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پا سکتا ہے کہ تمام مخلوقات خود اپنی حد ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے کو کیا ہست بنا سکے۔ ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی و ہست مطلق ہے۔ ہاں یہ اس نے اپنی رحمت اور اپنی غنائے مطلق سے عادات اجراء فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے اپنے جوارح ادھر پھیرے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادہ سے اسے پیدا فرما دیتا ہے۔ مثلاً اس نے ہاتھ دیئے ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قوت رکھی، تلوار بنانی بتائی۔ اس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا اٹھانا لگانا وار کرنا بتایا۔

دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی۔ اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی۔ شریعت بھیج کر قتل حق و ناحق کی بھلائی برائی صاف جتا دی۔ زید نے وہی خدا کی بتائی ہوئی تلوار خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا قصد کیا۔ وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا۔ وہ خدا کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی۔ سب عطائے حق تھے اور خود جو ضرب واقع ہوئی۔ بارادہ خدا واقع ہوئی اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہو گا۔ یہ بھی اللہ

www.alahazratnetwork.org

عزوجل کے پیدا کرنے سے ہو گا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن و ملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے تو اٹھنا درکنار ہرگز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین آسمان پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پیچھے پر ڈال دیئے جاتے نام کو بال برابر نہ جھکتی اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو محال تھا۔ ولید کے جسم تک پہنچتی اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہنچتی اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا' گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے' ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔ لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں اور خراش تک نہ آئی۔ گولیاں لگیں اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہو گئیں۔ شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلق خدا و بارادہ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتل ولید کا ارادہ کیا اور اس طرف اپنے جوارح آلات کو پھیرا اب اگر ولید شرعاً" مستحق قتل ہے تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا۔ بلکہ بارہا ثواب عظیم کا مستحق ہو گا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا اور اس طرف جوارح کو پھیرا۔ جسے اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں علیہم السلام کے ذریعہ سے اپنی مرضی اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا اور اگر قتل ناحق ہے تو یقیناً" زید پر الزام ہے اور عذاب الیم کا مستحق ہو گا کہ . بمخالفت حکم شرع اس شے کا عزم کیا اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا۔ جسے مولیٰ تعالیٰ عزوجل نے اپنی کتابوں کے واسطے اپنے غضب اپنی ناراضگی کا حکم بتایا تھا۔ غرض فعل انصاف کے ارادہ سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ عزوجل کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا اور یہ برے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرما دے گا۔ دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں۔ یہ دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو یہ شہد ہے اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار یہ زہر ہے۔ اس کے پینے سے

www.alahazratnetwork.org

ہلاک ہو جاتا ہے۔ ان ناصح اور خیرخواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی۔ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے اور ان میں پیالی اٹھانے منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی طاقت اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اسی کے مخلوق تھے۔ اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا۔ کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کر لیں گے۔ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا۔ حاشا ہرگز نہیں بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کی دست قدرت میں ہے اور ہو گا تو اسی کے ارادہ سے ہو گا۔ وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے یونہی زہر والوں کے پیٹ میں زہر جا کر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کر لیں گے۔ یا زہر خود بخود خالق ضرر ہو جائے گا۔ حاشا ہرگز نہیں بلکہ یہ بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے اور ہو گا تو اسی سے ارادہ سے ہو گا وہ نہ چاہے تو سیروں زہر کھا جائے اس کا بال بانکا نہ ہو گا۔ بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے۔ ہاں سہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین و آفرین ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انہوں نے اچھا کیا۔ ایسا ہی کرنا چاہئے تھا اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا و نفرین ہیں۔ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بدبخت خودکشی کے مجرم ہیں۔ دیکھو اول سے آخر تک جو کچھ ہوا سب اللہ عزوجل ہی کے ارادے سے ہوا اور جتنے آلات اس کام میں لئے گئے سب اللہ عزوجل ہی کے مخلوق تھے اور اسی کے حکم سے انہوں نے کام دیئے جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے۔ اور دوسرے کی خدمت تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں۔ ان زور نوشوں کو مجرم بنائیں گی۔ پھر کیوں بناتی ہیں۔ نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا' نہ زہر میں قوت اہلاک ان کی رکھی ہوئی۔ نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا' نہ اس کے بڑھانے اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی' نہ دہن حلق ان کے پیدا کئے ہوئے' نہ ان میں جذب و کشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی' نہ حلق سے اتر جانا' ان کے ارادے سے ممکن تھا۔ آدمی پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اس کا چاہا نہیں چلتا۔ جب تک وہی نہ چاہے۔ جو صاحب سارے جہان کا ہے۔ اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہر نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خود میں اس کا ملنا اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادہ سے ہے' نہ اس کی طاقت سے بھیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں۔ پھر ہزار کوشش کرتے ہیں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا تو اس ارادہ سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا۔ مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔ پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے۔ ہاں باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیئے تھے۔ عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتا دیئے تھے۔ دست وہاں و حلق اس کے قابو میں کر دیئے تھے۔ دیکھنے کو آنکھ' سمجھنے کو عقل اسے دے دی تھی یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر جام شہد کی طرف بڑھاتا اللہ تعالٰی اسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اسی کی خلق و مشیت سے واقع ہو کر اسی کے نفع کے موجب ہوتے۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ کاسہ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے پینے کا عزم لایا۔ وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے۔ وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خلق فرما دے۔ اس نے اسی کا اٹھنا اور حلق سے اترنا دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرما دیا۔ پھر یہ کیوں کر بے جرم قرار پا سکتا ہے۔ انسان میں یہ قصد ارادہ و اختیار ہونا ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے' کھانے پینے' اٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات آزادی میں ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لئے ہاتھ کو حرکت دینا اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو۔ ان میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا ہے اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے۔ ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے اوپر کودنا اپنے اختیار و ارادے سے تھا۔ اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا اپنے ارادے و اختیار سے نہیں۔ ولہذا اگر

www.alahazratnetwork.org

رکنا چاہے تو نہیں رک سکتا۔ بس یہی ارادہ یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے۔ عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا یہی مدار امر و نہی و جزا و سزا و ثواب و عقاب و پرسش و حساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہ بلاریب قطعاً" یقیناً" یہ ارادہ و اختیار بھی اللہ عزوجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔ آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا۔ نہ اپنے لئے آنکھ کان ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ بنا سکتا تھا۔ یونہی اپنے لئے طاقت قوت اراده اختیار بھی نہیں بنا سکتا۔ سب کچھ اس نے دیا اور اسی نے بنایا۔ مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ ہمارا ارادہ و اختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو ہم پتھر ہو گئے۔ قابل سزا و جزا و بازپرس نہ رہے۔ کیسی سخت جہالت ہے۔ صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا ارادہ و اختیار تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ صاحب اختیار ہوئے یا مضطر مجبور ناچار صاحبو! تمہاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا یہ کہ وہ ارادہ و اختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالیٰ نے یہ صفت پیدا کی۔ عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے سے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کر دیا۔ اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی الٹی مت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں۔ ان میں نور خلق کیا۔ اس سے ہم انکھیارے ہوئے نہ کہ معاذ اللہ اندھے۔ یونہی اس نے ہم میں ارادہ و اختیار پیدا کیا۔ اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے نہ کہ الٹے مجبور۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً" فوقتاً" ہر فرد اختیار بھی اسی کی خلق اسی کی عطا ہے۔ ہماری اپنی ذات سے نہیں تو مختار کردہ ہوئے۔ خود مختار نہ ہوئے پھر اس میں کیا حرج ہے۔ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جزا و سزا کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور ایک نوع اختیار چاہئے۔

کسی طرح ہو وہ بداہتہ" حاصل ہے۔ آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعت الٰہی عزوجل ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی اور وہ عالی شان حکما انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے کہ اللہ عزوجل ہی کے ارادہ سے ہو گا اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہنچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادے سے ہو گا مگر اطاعت والے تعریف کئے جائیں گے

www.alahazratnetwork.org

اور تمرد والے مذموم و ملزم ہو کر سزا پائیں گے پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے

یغفر لمن یشاء باقی ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (الانعام آیت ۴۵)

وَلَہُ الْحُکْمُ وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ (القصص آیت ۷۰)

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کر وہاں یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان بھی ہو چکا اور آئندہ انشاء اللہ تعالٰی اور زیادہ واضح ہو گا نیز فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَ اَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔

(بقرۃ آیت ۶)

وہ جو علم الٰہی عزوجل میں کافر ہیں۔ انہیں ایک سا ہے چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام جہان کے لئے رحمت بھیجے گئے جو کافر ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہوتا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا۔

(الکہف آیت ۶)

شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے۔ اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔ لہذا حضور کی تسکین خاطر اقدس کو یہ ارشاد ہوا کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں۔ (والعیاذ باللہ تعالٰی) وہ کسی طرح ایمان نہ لائیں گے۔ تم اس کا غم نہ کرو۔ لہذا یہ فرمایا کہ تمہارا سمجھانا نہ سمجھانا ان کو یکساں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے حق میں یکساں ہے کہ ہدایت معاذ اللہ امر فضول ٹھہرے۔ ہادی کا اجر اللہ تعالٰی پر ہے۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ (المائدہ آیت ۹۹)

○ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اللہ عزوجل خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الآزال سے کہ اتنے بندے

www.alahazratnetwork.org

ہدایت پائیں گے اور اتنے چاہ ضلالت میں ڈوبیں گے۔ مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرماتا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں ان کے لئے سبب ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں گے ان پر حجت الٰہیہ قائم ہو۔ وَ لِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ مروی ہے۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو مولیٰ عزوجل نے رسول کر کے فرعون کی طرف بھیجا۔ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام چلے تو ندا ہوئی۔ مگر اے موسیٰ فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے دل میں کہا پھر میرے جانے سے کیا فائدہ ہے۔ اس پر بارہ علمائے ملائکہ عظام علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا۔ اے موسیٰ آپ کو جہاں کا حکم ہے جایئے۔ یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔ ابن جریر عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال لما بعث اللہ تعالی موسی علیہ الصلوۃ والسلام الی فرعون نودی لن یفعل فلم قال لنا واہ اثنا عشرہ ملکا من علماء الملائکہ امض لما امرت بہ فانا جھلنا ان تعلم بنا فلم نعلمہ اور آخر نفع بخشا سب نے دیکھ لیا کہ دشمنان خدا ہلاک ہوئے۔ دوستان خدا نے ان کی غلامی ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلسے میں ستر ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے:

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ ○ (الاعراف آیت ۱۲۱)

ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہان کا رب ہے موسیٰ و ہارون کا۔ مولیٰ عزوجل قادر تھا اور ہے کہ بے کسی نبی و کتاب کے تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرمادے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَمَعَھُمْ عَلَی الْھُدٰی فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ۔

(الانعام آیت ۳۵)

مگر اس نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمت بالغہ کے مطابق مختلف حصہ رکھا ہے۔ وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی۔ یہ بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف اس کے نام پاک لینے سے۔ کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھر جاتا۔ زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا۔ کسی کو اتنا دیا

www.alahazratnetwork.org

کہ لاکھوں پیٹ اس کے در سے پلتے ہیں اور کسی پر اس کے اہل و عیال کے ساتھ تین تین فاقے گزرتے ہیں۔ غرض ہر چیز میں:

اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ (الزخرف آیت ۳۲)

کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بد عقل یا اجہل بددین وہ جو اس کے ناموس میں چون و چرا کرے کہ یوں کیوں کیا۔ یوں کیوں نہ کیا سنتا ہے اس کی شان ہے يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ (ابراہیم آیت ۲۷)

اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے۔ اس کی شان ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (المائدہ آیت ۱) وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور سب سے سوال ہو گا۔ زید نے روپیہ کی ہزار اینٹیں خریدیں۔ پانچ سو مسجد میں لگائیں' پانچ سو پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں کیا۔ اس سے کوئی الجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی ایک مٹی سے بنی ہوئی ایک آوے سے پکی ہوئی ایک روپیہ کی مول ہوئی ہزار اینٹیں تھیں۔ ان پانچ سو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں۔ اگر کوئی احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری ملک تھی۔ میں نے جو چاہا کیا۔ جب مجازی جھوٹی ملک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچی ملک کا کیا پوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا مالک ہے۔ اس کے کام اس کے احکام میں کسی کو مجال دم زدن کیا معنی۔ کیا کوئی اس کا ہمسر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے مالک علی الاطلاق ہے بے اشتراک ہے جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔

ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہ جبار سے الجھے تو اس کا سر کھجایا ہے۔ شامت نے گھیرا ہے۔ اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بد عقل بے ادب اپنی حد پر رہ۔ جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمال عادل اور جمیع کمال صفات میں یکتا۔ و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال ۔

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

افسوس کہ دنیوی مجازی جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور

www.alahazratnetwork.org

ملک الملوک بادشاہ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے۔ سلاطین تو سلاطین اپنا برابر بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صنعت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا کہ یہ اتنا ادراک ہی نہیں رکھتا۔ مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا۔ جان لے گا کہ یہ اس کام کا استاد و حکیم ہے۔ میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا۔ نہ کہ اس کی حکمت کو پھر رب الارباب حکیم حقیقی عالم السر و الخفی عز جلالہ کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے۔ اس پر معترض ہونا اگر بیدینی نہیں جنون ہے۔ اگر جنون نہیں بے دینی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اے عزیز کسی بات کو حق جاننے کے لئے اس کی حقیقت جاننی لازم نہیں ہوتی۔ دنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اور مقناطیسی قوت دیا ہوا لوہا ستارہ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت وکنہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس خاکی لوہے اور اس افلاکی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دور ہے۔ باہم کیا الفت اور کیونکہ اسے اس کی جہت کا شعور ہے اور ایک یہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفر خاک چھان کر مرگئے اور ان کی کنہ نہ پائی۔ پھر اس سے ان باتوں کا انکار نہیں ہو سکتا۔ آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شے ہے جسے یہ (میں) کہتا ہے اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس و حرکت رہ جاتا ہے۔ اللہ جل جلالہ فرقان حکیم میں فرماتا ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (الدہر آیت ۳۰)

تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا اور فرماتا ہے۔ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (فاطر آیت) کیا اور بھی کسی چیز کا خالق ہے۔ سوا اللہ کے اور فرماتا ہے لہ الخیرۃ اختیار خاص اسی کو ہے اور فرماتا ہے۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (الاعراف آیت ۵۴)

سنتے ہو پیدا کرنا اور حکم دینا خاص اسی کے لئے ہے۔ بڑی برکت والا ہے اللہ مالک سارے جہان کا۔ یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ پیدا کرنا عدم سے وجود

www.alahazratnetwork.org

میں لانا خاص اسی کا کام ہے۔ دوسرے کو اس میں اصلاً شرکت نہیں۔ نیز اصل اختیار اسی کا ہے۔ نیز بے اس کی مشیت کے کسی کی مشیت نہیں ہو سکتی اور وہی مالک و مولیٰ جل جلالہ اسی قرآن پاک میں فرماتا ہے:

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○ (الانعام آیت ۱۴۶)

یہ ہم نے انکی سرکشی کا بدلہ انہیں دیا اور بیشک بالیقین ہم سچے ہیں اور فرماتا ہے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ (النحل آیت ۱۱۸)

ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور فرماتا ہے۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

جو تمہارا جی چاہے کئے جاؤ۔ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور فرماتا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔ (الکہف آیت ۲۹)

اے نبی تم فرما دو کہ حق تمہارے رب کے پاس ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ بے شک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سراپردے انہیں گھیریں گے۔ ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی اور فرماتا ہے۔

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ○ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ○ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○ (ق آیت ۲۹)

کافر کا ساتھی شیطان بولا۔ اے رب ہمارے میں نے اسے سرکش نہ کردیا تھا۔ یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا۔ رب جل علیٰ نے فرمایا۔

میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو۔ میں تو تمہیں پہلے ہی سزا کا ڈر سنا چکا تھا۔ میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں یہ آیتیں صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے۔ وہ ایک حرام کا اختیار و ارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی سب آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان ہیں۔ بے شبہ بندہ کے افعال کا خالق

www.alahazratnetwork.org

بھی خدا ہی ہے۔ بے شک بندہ بے ارادہ الٰہی کچھ نہیں کر سکتا اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور بے شک وہ اپنی ہی بد اعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں مگر یونہی کہ عقیدہ اہل سنت و جماعت پر ایمان لایا جائے وہ کیا ہے۔

وہ جو اہل سنت کے سردار و مولی امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے انہیں تعلیم فرمایا۔ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق امام شافعی عن یحیٰ بن سلیم امام جعفر صادق سے وہ حضرت امام باقر وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار وہ امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی۔

ان اخطب الناس یوما (فذکر خطبتہ ثم قال) فقال الیہ رجل فمن کان شھد معہ الجمل فقال یا امیر المئومنین اخبرنا عن القدر فقال بحر عمیق فلا تلجہ قال یا امیر المومنین اخبرنا عن القدر قال سرالله فلا متکلفہ قال یا امیر المومنین اخبرنا عن القدر قال اما اذا ابیت فانہ امرین امرین لا جبر ولا تفویض قال یا امیر المومنین ان فلانا یقول بالاستطاعۃ و ھو حاضرک فقال علی بہ فاقاموہ فلما راہ سل سیفہ قدر اربع اصابع فقال الاستطاعۃ تملکھا مع الله او من دون الله و ایاک ان تقول احدھما فترتد فاضرب عنقک قال فما اقول یا امیر المومنین قال املکھا بالله الذی ان شاء ملکنیھا۔

یعنی ایک دن امیر المومنین خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھے۔ کھڑے ہو کر عرض کی یا امیر المومنین ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا گہرا دریا ہے۔ اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی یا امیر المومنین ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا اللہ کا راز ہے۔ زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا۔ عرض کی یا امیر المومنین ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان نہ آدمی مجبور محض ہے نہ اختیار سے سپرد ہے۔ عرض کی یا امیر المومنین فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے۔

www.alahazratnetwork.org

مولیٰ علی نے فرمایا۔ میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المومنین نے دیکھا۔ تیغ مبارک چار انگل کے قدر نکال لی اور فرمایا کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے یا خدا سے جدا مالک ہے اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائے گا اور میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے کہا یا امیر المومنین پھر میں کیا کہوں۔ فرمایا یوں کہہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں۔ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے۔ بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔ بس یہی عقیدہ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے۔ نہ خود مختار بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے جس کی کنہ راز خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نازل ہوں کہ ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا۔ ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادہ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرے گا۔ فرمایا ا فیعصی قہرا یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا۔ معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں۔ پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا وہ ملک الملوک بادشاہ حقیقی قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے حکم کے ایک ذرہ جنبش کر سکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں **فکانما القمنی حجرا** مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

عمرو بن عبید معتزلی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا۔ خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا۔ میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا۔ کہا خدا نہیں چاہتا۔ میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتا۔ بولا تو میں شریک غالب کے ساتھ ہوں۔ اسی ناپاک شناعت کے رو کی طرف مولیٰ علی

www.alahazratnetwork.org

نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا۔ باقی رہا اس مجوسی کا عذر وہ بعینہ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے۔ بھوک سے دم نکلا جاتا ہے۔ کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں۔ اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھالیتا۔ اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہوتا تونے کاہے سے جانا۔ اسی سے کہ تو نہیں کھاتا۔ تو کھانے کا قصد تو کر دیکھ تو ارادہ ایسے سے کھانا ہو جائے گا۔ ایسی اوندھی مت اسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے۔ غرض مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادہ ایسے نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات کہ سزا و جزا کیوں ہے؟

اس کا یوں فیصلہ ارشاد ہوا۔ ابن ابی حاتم و اصبہانی والا مکائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

قال قيل لعلى بن ابى طالب ان ههنا رجلا يتكلم فى المشيئة فقال يا عبدالله خلقك الله لماشاء اولما شئت؟ قال لما شاء قال فيمرضك اذا شاء او اذا شئت؟ قال بل اذا شاء۔ قال فيميتك اذا شاء او اذا شئت؟ قال اذا شاء۔ قال فيدخلك حيث شاء او حيث شئت؟ قال حيث شاء۔ قال والله لو قلت غير هذا لضربت الذى فيه عيناك بالسيف۔ ثم تلا على لما تشاء ون الا ان يشاء الله هو اهل التقوى و اهل المغفرة۔

مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا اے خدا کے بندے خدا نے تجھے اس لئے پیدا کیا جس لئے اس نے چاہا یا اس لئے جس لئے تونے چاہا۔ کہا جس لئے اس نے چاہا۔ فرمایا تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے۔ کہا بلکہ جب وہ چاہے۔ فرمایا تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے یا جب تو چاہے۔ کہا جب وہ چاہے۔ فرمایا تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ

www.alahazratnetwork.org

چاہے یا جہاں تو چاہے۔ کہا جہاں وہ چاہے۔ فرمایا خدا کی قسم تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جب میں تیری آنکھیں ہیں یعنی تیرا سر تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی۔

"اور تم کیا چاہو۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔" خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔ بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا۔ بھیجتے وقت بھی نہ لے گا۔ تمام عالم اس کی ملک ہے اور مالک سے دربارہ ملک سوال نہیں ہو سکتا۔

ابن عسا کر نے حارث ہمدانی سے روایت کی۔ ایک شخص نے آ کر امیرالمومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی۔ یا امیرالمومنین مجھے مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا اللہ کا راز ہے تجھ پر پوشیدہ ہے۔ اسے نہ کھول عرض کی یا امیرالمومنین مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا:

ان اللہ خلقک کما شاء او کما شئت؟

اللہ نے تجھے پیدا کیا۔ جیسا اس نے چاہا یا جیسا تو نے چاہا۔ عرض کی جیسا اس نے چاہا فرمایا:

فیستعملک کما شاء او کما شئت؟

تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا وہ چاہے یا جیسا تو چاہے۔ عرض کی جیسا وہ چاہے فرمایا:

فیبعثک یوم القیمۃ کما شاء او کما شئت؟

تجھے قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے اٹھائے گا یا جس طرح تو چاہے کہا جس طرح وہ چاہے۔ فرمایا:

ایھا السائل تقول لا حول ولا قوۃ الا بمن۔

اے سائل تو کہتا ہے کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے۔ مگر کس کی ذات سے کہا۔ اللہ عظیم کی ذات ہے۔ فرمایا تو اس کی تفسیر جانتا ہے۔ عرض کی امیرالمومنین کو جو علم اللہ نے دیا ہے اس سے مجھے تعلیم فرمائیں۔ فرمایا:

ان تفسیرھا لا یقدر علی طاعۃ اللہ ولا یکون قوۃ فی معصیۃ

www.alahazratnetwork.org

اللہ فی الامرین جمیعا" الا باللہ۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت نہ معصیت کی قوت۔ دونوں اللہ ہی کے دیئے سے ہیں۔ پھر فرمایا۔

ایھا السائل الک مع اللہ مشیئتہ او دون اللہ مشیئتہ فانقلب ان لک دون اللہ مشیئتہ فقد اکتفیت بھا عن مشیئتہ اللہ و ان زعمت ان لک فوق ا مشیئتہ فقد ادعیت مع اللہ شرکا" فی مشیئتہ۔

اے سائل تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے۔ یا بے خدا کے۔ اگر تو کہے کہ بے خدا کے تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے ارادہ الٰہی کی کچھ حاجت نہ رکھی جو چاہے خود اپنے ارادہ سے کر لے گا خدا چاہے یا نہ چاہے اور یہ سمجھے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے۔ تو تو نے اللہ کے ارادے میں اپنے شریک ہونے کا دعویٰ کیا پھر فرمایا:

ایھا السائل اللہ یشج و یداوی فمن الداء و منہ الدواء اعقلت عن اللہ امرہ۔

اے سائل بے شک اللہ زخم پہنچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے تو اسی سے مرض ہے اور اسی سے دوا۔ کیوں تو نے اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا۔ اس نے عرض کی ہاں۔ حاضرین سے فرمایا:

الان اسلم اخوکم فقوموا فصافحوہ

اب تمہارا یہ بھائی مسلمان ہوا۔ کھڑے ہو! اس سے مصافحہ کرو۔ پھر فرمایا:

لو ان عندی رجلا من القدریتہ لا خذ برقبتہ ثم لا زال اخذھا حتی اقطعھا فانھم یھود ھذہ الامتہ و نصرا ھا و مجوسھا۔

اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق جانتا تقدیر الٰہی سے وقوع اطاعت و معصیت کا انکار کرتا ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دوجتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ الگ کاٹ دوں۔ اس لئے کہ وہ اس امت کے یہودی و نصرانی و مجوسی ہیں۔ یہودی اس لئے فرمایا کہ ان پر خدا کا غضب ہے اور یہود مغضوب علیہم ہیں اور نصرانی و مجوسی اس لئے فرمایا کہ نصاریٰ تین خدا مانتے

www.alahazratnetwork.org

ہیں۔ مجوسی یزدان واہرمن دو خالق جانتے ہیں۔ یہ بے شمار خالقوں پر ایمان لا رہے ہیں کہ ہر جن وانس کو اپنے اپنے افعال کا خالق گار رہے ہیں۔

والعیاذ باللہ رب العلمین۔

یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے۔ مگر انشاء اللہ تعالیٰ کافی و وافی وصافی وشافی جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے اور ہدایت ہی کے ہاتھ ہے۔ **و للہ الحمد واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم۔**

ماخوذ ثلج الصدر وایمان القدر

کہ ظاہر میں تو اختیار ہے۔ مگر باطن میں جبر۔ درحقیقت مسئلہ اختیار و قضاو قدر اتنا پیچیدہ ہے کہ عقل اس عقدہ کو حل کرنے سے قاصر ہے اور بجز عجز و سکوت کے کوئی چارہ کار نہیں۔ بات وہی ہے جو قرآن پاک نے بیان فرمائی ہے۔ **لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ ھُمْ یُسْئَلُوْنَ۔** (الانبیاء آیت ۲۳)

وہ مالک علی الاطلاق ہے۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ انسان سے تو پوچھا جا سکتا ہے مگر مسئلہ تقدیر سوال و جواب ایک راز سربستہ کو معلوم کرنے کے مترادف ہے۔

مسئلہ جبرو قدر اور علمائے اہل سنت:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل طریقت اور اہل حقیقت کا پیر مانا جاتا ہے۔ حضرت امام اس مسئلہ پر اپنی رائے کا ان الفاظ میں اظہار فرماتے ہیں:

جبر ولا قدر ولاکن امر بین امرین۔ جبرو قدر کوئی چیز نہیں بلکہ ان دونوں کے مابین ہی اصل حقیقت ہے۔

فرقہ جبریہ کا مسلک جبر پر ہے۔ ان کے ہاں انسان کو کسی فعل کا اختیار نہیں۔ اس کی ساری حرکات جمادات کی طرح ہیں۔ فرقہ قدریہ قدرت انسانی پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کلی طور مختار افعال و اعمال ہے۔ حتیٰ کہ ان کے ہاں انسان اپنے افعال کا خالق ہے۔ حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نظریات باطل ہیں اور افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ سچا مذہب تو ان کے مابین اور وسط جبرو قدر ہے۔

عقل اس توسط کی حقیقت کے دریافت کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ فی الحقیقت یہ

www.alahazratnetwork.org

حیرانی اور عجز ان لوگوں کے لئے اور مشکلات پیدا کر دیتی ہے جو بحث و جدال سے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ عقل کے معتقدات کو حل کرنا چاہتے ہیں اور جو چیزیں ان کے عقل و خرد میں نہیں آتیں اس پر ایمان نہیں لاتے۔ لیکن اہل ایمان کے لئے تو آخری اور قطعی دلیل کلام الٰہی عزوجل ہوتی ہے جس میں ہر بات موجود ہے کہ تمام امور خدا عزوجل کی قدرت اور ارادہ سے ہوتے ہیں باوجود یہ کہ طاعات و معاصی کی نسبت بندوں کی طرف کی جائے گی۔

بندوں کے افعال

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔

خدا عزوجل ان پر ظلم نہیں کرتا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (الصافات آیت ۹۶)

اللہ عزوجل نے تم کو پیدا کیا اور ان تمام کاموں کو بھی' جنہیں تم کرتے ہو۔

ان دونوں آیات میں اعمال کے پیدا کرنے کو اپنی طرف منسوب کیا۔ مگر عمل کے ارتکاب کو اپنے بندوں سے نسبت دی ہے۔ ایمانی نقطہ نظر سے یہ دونوں باتیں درست ہیں اور یہ بات کتنی درست ہے کہ اللہ عزوجل ایک چیز کا خالق ضرور ہے مگر اسے کرنا انسان سے ہی وابستہ ہے۔ اس دلیل کے باوجود بھی اس بحر عمیق کی حقیقت و کنہ ہمارے علم سے باہر ہے۔

دوسری یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ شریعت اور امر و نہی کا ثبوت اختیار سے ہی ہے۔ لہٰذا اختیار کا قائل ہونا بڑا ضروری ہے اور اس مسئلہ کو بھی شارع علیہ السلام سے معلوم ہوا ہے۔ جب دونوں نظریات شرع سے حل ہوتے ہیں تو پھر نزاع و جدال کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ دونوں پر ایمان لانا بڑا ضروری ہے۔

قضا و قدر پر ایمان

امر متوسط پر ہی اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ فی الحقیقت اس مسئلہ پر غور کرنا اور اس کو عقلی قوت سے حل کرنے کی کوشش کرنا جہالت و گمراہی کی علامت ہے اور کوئی

www.alahazratnetwork.org

حقیقت موقوف نہیں۔ ہمارے لئے تو بس عمل کرنا ضروری ہے۔ باقی حقیقت حال کا جاننے والا اللہ عزوجل ہے۔

اعملوا فکل میسر لما خلق لہ

عمل کرو۔ ہر شخص اس کام کے لئے آسانی میں رکھا گیا ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

اگر شارع علیہ السلام سے سننے کے بعد تردد اور قلبی خلجان بھی باقی رہے تو اس سے بہتر کسی اور دین و مشرب کی تلاش کرنا چاہیے۔ (نَعُوْذُ بِاللہِ مِن ذَالِکَ) ایمان کی حقیقت بس اسی میں ہے۔ جب شارع علیہ السلام سے سن لو تو اسے قبول کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرو۔ لیکن اگر تم نے اپنی عقل کو ایمان پر مقدم جانا تو تمہارا ایمان عقل پر تو کامل ہو سکتا ہے۔ شارع علیہ السلام پر نہیں۔

ہدایت و گمراہی اور مشیت ایزدی

ہمیں اس مسئلہ (جبر و قدر) کے اثبات میں پہلے سے اسی مسلک پر چلنا چاہیے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کتاب کو نہایت معتدل اور اوسط انداز پر سپرد قلم کیا ہے۔ مگر کیا کیا جائے بعض اوقات قلم کی طغیانی اپنا رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ خداوند تعالیٰ ہمیں خطا و خلل سے محفوظ رکھے۔

وَاللّٰہُ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

اللہ عزوجل جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت دے۔

انسان میں ہدایت و گمراہی کا پیدا کرنے والا تو اللہ عزوجل ہی ہے۔ جسے چاہے گمراہ کرے۔ جسے چاہے راہ ہدایت پر رکھے۔ جسے وہ گمراہ کرے کوئی اسے راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ جسے وہ ہدایت دے کوئی اسے گمراہ نہیں کر سکتا۔ قرآن و حدیث دونوں سے ہی یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ ہاں قرآن کریم ہدایت کی نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتا ہے اور گمراہی کی نسبت شیطان اور جنوں کی طرف ہوتی ہے۔ ہمیں ان دونوں نسبتوں پر ایمان و اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ہدایت کے معنی

ہدایت کے دو معنی ہیں۔ ایک سیدھا راستہ بتانا اور دوسرے سیدھے راستے سے منزل مقصود تک پہنچانا۔ دوسرے معنی اللہ عزوجل کی ذات سے مخصوص ہیں اور کسی دوسرے کے اختیار میں نہیں ہیں۔ مگر ہدایت کے پہلے معنے قرآن حکیم اور نبی علیہ السلام کی ذات سے وابستہ ہیں۔ یہ دونوں سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔ مگر سیدھے راستہ سے مقصود کی طرف پہنچانا اللہ عزوجل کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ (القصص آیت ۵۶) اور اِنَّکَ لَتَھْدِیْ (الشوریٰ آیت ۵۲) دونوں درست ہیں۔ اول الذکر میں نفی اس بات کی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مقصود تک نہیں پہنچا سکتے اور ثانی الذکر میں آپ کا ہدایت کرنا ثابت کیا گیا ہے۔ اثبات راستہ بتانے اور اس پر چلانے پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت کا سبب اور شیطان کو گمراہی کا سبب بنایا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دینے والا ہے اور وہی توفیق بخشنے والا ہے۔

عذاب قبر:

اہل سنت و جماعت کے اعتقادات میں سے عذاب قبر کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان تعلق کا کام دیتا ہے۔ یہ عذاب کافروں اور فاسق مومنوں کے لئے ضروری ہے۔ یہ لوگ اس عالم برزخ میں محنت و عذاب سے گزریں گے اور خداوند تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار ناز و نعمت سے مالا مال ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو جیسے چاہے گا ان تک پہنچائے گا۔ منکر اور نکیر دو فرشتوں کے نام ہیں جو بڑے ہی عظیم' ہیبت ناک' سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے ہیں۔ وہ قبر میں آتے ہیں اور ہر انسان سے اس کے پروردگار عزوجل اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تعلیم کی برکت سے ان کے سوالات کے جوابات حق کے مطابق ہوں گے تو اس شخص کے لئے ناز و نعمت کے دروازے کھل جائیں گے اور وہ نئی دلہن کی طرح خواب راحت میں رہے گا اور وہی تنگ و تاریک قبر اس کے لئے جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنا دی جائے گی اور اگر اس کے جواب صحیح نہ ہوں گے تو اسے عذاب و محنت برداشت کرنا پڑیں گے اور

www.alahazratnetwork.org

اس کی قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بنا دی جائے گی۔

اس موضوع پر آیات و احادیث ناطق ہیں۔ ہمیں ان پر ایمان لانا چاہئے اور عذاب قبر کی ساری کیفیتوں کو اللہ عزوجل کے علم کے حوالے کرنا چاہئے۔ خواہ یہ کیفیتیں عالم برزخ کی زندگی کے متعلق ہوں یا روح کے متعلق ہوں۔ ان کیفیتوں کو جس طرح قادر مطلق چاہتا ہے اور جانتا ہے۔ اسی طرح ہی تسلیم کرنا ہو گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک ان چیزوں سے باخبر ہونا ہی کافی ہے۔ ان کا ادراک ضروری بات نہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ منکر و نکیر گناہ گاروں کے لئے ہیبت ناک فرشتے بن کر آتے ہیں۔ مگر نیک انسانوں کے لئے بشر اور بشیر نامی فرشتے قبر میں آتے ہیں۔ یہ بات مفاہمت سے خالی نہیں ہے۔

علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ فرشتے ہر قسم کے لوگوں سے سوال کرتے ہیں اور ان ہی میں سے بعض لوگ جواب دینے سے قاصر و منکر ہوتے ہیں اور بعض صحیح جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ اس نسبت سے ان کا نام منکر اور نکیر رکھ دیا گیا تاکہ ہر میت پر یہ دونوں فرشتے سوالات لے کر پہنچیں۔ چنانچہ ہر انسان کے نامہ اعمال میں دو فرشتے موکل کی حیثیت میں ہوتے ہیں اور یہی دو فرشتے متعدد مقامات میں ایک ہی زمانے میں متشکل ہوتے رہتے ہیں۔ (یعنی ان کی مثالی صورتیں ہر اور ہر زبان میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔)

خلاصہ اور بزازی کے مصنف نے اپنے فتویٰ میں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ منکر و نکیر کے سوالات میت کے دفن کرنے کے بعد نہیں ہوتے۔ بلکہ ظاہری زندگی سے علیحدہ ہونے کے بعد ہر صورت میں سوال ہوتے ہیں۔ میت کو کسی جگہ دفن کر دینے کے بعد اگر کسی کو درندہ بھی کھا جائے تو اس کے پیٹ میں ہی اس سے سوال کر لئے جاتے ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہ السلام سے قبر میں سوال نہیں کئے جاتے اور اگر ان سے استفسار کیا بھی جاتا ہے تو صرف توحید اور احوال امت پر ہی استفسار کیا جاتا ہے اور اس استفسار میں بھی انبیاء کرام علیہ السلام کا شرف و تعظیم برقرار رکھا جاتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اطفال مومنین سے سوال

مومنین کے چھوٹے بچوں سے قبر میں سوال کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ ان سے سوال کئے جاتے ہیں۔ لیکن ملائکہ ان سوالات کی صورت میں انھیں تلقین کرتے ہیں کہ وہ کہیں کہ اللہ ربی" و" دینی الاسلام و نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یا اللہ تعالیٰ انھیں الہام کرتا ہے تاکہ وہ ان سوالات کا ایسے ہی جواب دیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پنگوڑے میں دیئے تھے۔

اطفال مشرکین سے سوال

مشرکین کے اطفال کے متعلق امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے توقف کیا ہے اور انھوں نے دلائل میں تعارض کی وجہ سے خاموشی اختیار کی ہے اور ان کے ثواب و عذاب کے متعلق بھی کوئی واضح رائے قائم نہیں کی۔ لیکن بعض علماء کا خیال ہے کہ ایسے بچے دوزخ میں جائیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ بہشت میں۔ محمد بن الحسین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے گناہ عذاب نہیں کرتا اس لئے یہ بچے مسئول نہ ہوں گے۔

جنوں سے بھی قبر میں سوال کیا جائے گا۔ کیونکہ اس کے متعلق بہت سی دلیلیں پائی جاتی ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ مسلمان جنوں کے ثواب کی کیفیت کے متعلق توقف کرتے ہیں۔ مگر کافر جنوں کے متعلق معذب ہونے پر اتفاق کرتے ہیں۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ یقینی کافر سے سوال نہیں ہوگا اور اسے سوال کے بغیر ہی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ مگر منافق سے سوال کیا جائے گا۔

بعض شارحین حدیث نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ مومنین جو شہید ہوئے یا اللہ عزوجل کے راستے میں قربان ہوئے یا جمعہ اور جمعرات کو فوت ہوئے یا جو لوگ ہر رات سورہ ملک پڑھتے رہے یا استسقاء اور اسہال کی بیماری سے مرے یہ بھی سوالات قبر سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں۔ ترمذی اور ابن عبدالبر نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ سوال قبر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی امت عظمیٰ کے خواص میں سے ہے۔ ان کی رائے ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

عالم برزخ میں ان کے عذاب میں جلدی کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے گناہوں کو جلدی سے جلدی محو کر دیا جائے تاکہ وہ قیامت کے دن تمام گناہوں سے پاک ہو کر میدان حشر میں پہنچیں۔ یہی بات شرح عقیدہ طحاوی میں بیان کی گئی ہے۔

عذاب قبر

اکثر احادیث میں آیا ہے کہ گنہگار کی قبر میں ستر اژدہا اور بچھو ہوں گے اور ان کے زہر کی شدت کا یہ عالم ہو گا کہ اگر ان میں سے ایک بھی ڈس لے تو دنیا کے تمام درخت جل کر خاکستر ہو جائیں حقیقت یہ ہے کہ یہ سانپ اور بچھو انسان کی صفات ذمیمہ افعال قبیحہ اور دنیاوی تعلقات کی تمام صورتیں ہیں۔ جنہیں عالم قبر میں سانپ اور بچھوؤں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ یہ ستر کے اعداد کا ذکر یا تو کثرت کے لئے بیان کیا گیا ہے یا اصول صفات کے اعداد پر شارع علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے۔

اس قسم کی چیزوں کے اعتقادات اور ایمان کے متعلق مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو خبریں دی ہیں وہ دو طریقوں پر ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ سانپ اور بچھوؤں کا وجود اور ان کا میت کو ڈسنا امر واقع ہے اور یہ ایسی چیزیں اکثر مشاہدے میں آئی ہیں۔ لیکن بعض اوقات ہماری آنکھیں انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ کیونکہ اس دنیا میں ظاہری آنکھوں کے ساتھ عالم ملکوت کے مشاہدہ پر انسان کے اختیار میں نہیں۔ مگر وہ لوگ جن کی نگاہ عالم ملکوت کا مطالعہ کر سکتی ہے۔ ان کے لئے یہ چیزیں عیاں ہیں۔ چنانچہ بعض انبیاء علیہ السلام اور اولیاء رحمہم اللہ نے جبرائیل علیہ السلام کو عمومی شکل میں دیکھا اور خصوصی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر انہیں کوئی بھی نہیں دیکھ سکا۔ ایسا دیکھنا اور مخلوقات کو دکھانا قدرت الٰہی عزوجل کا کرشمہ ہے۔ خواہ یہ جسمی حالت میں ہو یا روحانی صورت میں۔ اگر کسی کے سامنے پہاڑ بھی رکھ دیا جائے اور اس نے آنکھیں بھی کھول رکھی ہوں' اگر خدا عزوجل اس پہاڑ کو نہ دکھائے تو نہیں دیکھ سکتا اور اگر وہ دکھائے تو ارواح کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ایمان کا امتحان اعتقاد کی صحت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس بات پر اعتقاد رکھا جائے کہ ان سانپوں اور بچھوؤں کا

www.alahazratnetwork.org

دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے خواب میں دیکھا جائے۔ کیونکہ سانپ اور بچھو اور ان کا کاٹنا اور اس سے درد محسوس کرنا صرف سونے والے کے ہی اندازے میں ہوتا ہے اور اس پر جو کچھ گزرتی ہے وہ اسے محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ اس کیفیت کو دوسرے لوگ محسوس نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ دوسرا طریقہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ جب کہ پہلا کامل ایمان کی نشانی ہے۔

موت کے بعد زندگی

مردوں کو قبر سے اٹھانا اور انہیں دوبارہ زندگی دینا برحق ہے۔ قرآن و حدیث میں اس جگہ مذکر ہے۔ اور دین اسلام کے اعتقاد کا دارومدار بھی اسی مسئلہ پر ہے۔ جس ذات نے بالکل عدم سے ساری چیزوں کو زندگی دی اور کتم عدم سے وجود بخشے وہ دوسری بار بھی اس بات پر قدرت رکھتی ہے کہ پیدا کر سکے۔

ھوالذی یبد و الخلق ثم یعید ہ وھو اھون علیہ (الروم آیت ۲۷)

حقیقت میں انسانی زندگی کی نشوونما کو باقی رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے نسل انسانی کو "عجب الذنب" کی صورت میں باقی رکھا جائے گا اور جس طرح صحرا و بیابان میں بارش کے بعد خود رو گھاس نمودار ہو جاتی ہے۔ قیامت کے دن انسان بھی قبروں سے نمودار ہوں گے۔

احادیث میں آتا ہے۔ بارش آسمان سے ہوتی ہے مگر مردے زمین سے نمودار ہوں گے۔ انسان کے علاوہ تمام حیوانات مثلاً وحشی جانور' پرندے' چرندے اور حشرات الارض بھی ظاہر ہوتے رہتے ہیں تاکہ حکیم مطلق ایک دوسرے سے بدلہ دلا سکے۔ حدیث احمد و مسلم میں آیا ہے کہ قیامت کے دن خدا عزوجل کی مخلوق ایک دوسرے سے بدلہ لے گی۔ حتیٰ کہ بے سینگ بکری اس بکری سے بدلہ لے گی جو زندگی میں اپنے سینگوں سے زیادتی کرتی رہی۔ حتیٰ کہ ایک ادنیٰ سی چیونٹی جسے ناحق تنگ کیا گیا تھا' بدلہ لینے کی مجاز ہو گی۔ چونکہ ایسے بدلہ میں کسی قسم کا اختصاص نہیں ہو گا۔ اس لئے بعض علماء نے رائے قائم کی ہے کہ ایک بچہ دوسرے بچے سے بھی بدلہ لے سکے گا۔ اس قصاص گیری و بدلہ کے بعد تمام حیوانات کو معدوم کر دیا جائے گا جو حیوانات انسانی غذا

www.alahazratnetwork.org

کے کام آئے۔ انہیں خاک جناں بنا دیا جائے گا۔

بعث و نشور کا آغاز نفخ صور سے ہو گا۔ سب سے اولین صور قیامت برپا ہونے کے ساتھ ہی پھونکا جائے گا جس سے اہل زمین و آسمان میں وحشت طاری ہو جائے گی اور اس طرح خوف و ہراس پیدا ہو گا۔ دلوں کا سکون اور اطمینان ختم ہو جائے گا اور تمام جان دار چیزیں مر جائیں گے۔

یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء اللہ
(النمل آیت ۸۷)

جب صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان سے تمام چیزیں معدوم ہو جائیں گے۔ مگر جنہیں اللہ عزوجل چاہے۔

و نفخ فی الصور فصعق من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء اللہ
(الزمر آیت ۶۸)

جب صور پھونکا جائے گا' زمین و آسمان کی ہر چیز ختم ہو جائے گی مگر جنہیں اللہ عزوجل چاہے۔

دوسری بار جب صور پھونکا جائے گا تو مردے قبروں سے اٹھیں گے اور ادھر ادھر پھیلتے جائیں گے جیسے کہ اس آیتہ شریفہ میں ہے۔

ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون۔ (الزمر آیت ۶۸)

پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو سب لوگ کھڑے ہوں گے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔

و نفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون۔ (یٰسین آیت ۵۱)

ان دونوں کیفیات کا درمیانی عرصہ چالیس سال ہو گا۔

من فی السموت ومن فی الارض (النمل آیت ۸۷)

کے حکم عام سے ایک بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ نفخ صور کے اثرات زمین و آسمان کی تمام مخلوقات پر یکساں ہوں گے۔ انسان جن اور فرشتے بھی اسی زد میں آئیں گے۔ البتہ الا من شاء اللہ میں جبرائیل' میکائیل' اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام حور و خزنہ و حملہ عرش اور شہداء آتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

قیامت کیا ہے

کبھی تو نفخ صور کو قیامت کہا جاتا ہے۔ مگر بعض نے ابتدائے موت سے لے کر دخول جنت تک کے سارے عرصہ کو قیامت سے تعبیر کیا ہے۔ حقیقت میں اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے ہر روز ایسے حالات انسانوں پر گزرتے رہتے ہیں لیکن لوگ پھر بھی روز قیامت کے حالات سے غافل و بے خبر ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس وقت شام آتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں غم و اندوہ وحشت و خوف چھا جاتا ہے تمام پرندے اور حیونات اپنے اپنے آشیانوں اور پناہ گاہوں میں آ کر گھس جاتے ہیں اور رات کو نیند کی وادی میں پہنچ جاتے ہیں اور ان پر ایک قسم کی موت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ نفخہ اولین کا معمولی سا اثر ہے۔ پھر نمودار ہوتے ہی تمام جان دار بے اختیار بیدار ہو کر اپنے اپنے کاروبار کے لئے ادھر ادھر پھیل جاتے ہیں۔ یہ نفخ ثانی کی علامت ہے اور نشور ظاہر ہوتا ہے۔

فسبحان القادر الذی یحیی و یمیت و الیه النشور۔

میزان عدل

قیامت کے دن انسانوں کے اعمال و افعال کی چھان بین اور پھر ان کا وزن ہو گا۔ اگرچہ اللہ تعالٰی تمام افعال و اعمال کو پوری طرح جانتا ہے۔ مگر پھر بھی وزن اعمال میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ایک حکمت تو یہ ہے کہ اس طریقہ سے انسان پر اپنے اعمال کی حقیقت خود بخود عیاں ہو جائے گی اور دوسری حکمتوں کو اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی نہیں جانتا اور وہی خوب جانتا ہے۔ ہمیں صرف اس میزان اور اعمال کے میزان کی کیفیت معلوم کرنا ضروری نہیں۔ صرف اسے تسلیم کرنا ہی ایمان کے لئے کافی ہے۔

میزان کے متعلق یہ بات تحقیق سے کہی جا سکتی ہے۔ وہ حقیقی ترازو ہے اس کے دو پلڑے ایک ڈنڈی اور ایک سوئی (جس سے وزن دیکھا جا سکے) ہے۔ ہر پلڑا زمین و آسمان کی وسعتوں سے کہیں زیادہ ہو گا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اگر زمین و آسمان اور ان کی ساری موجودات کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو سما جائے گا۔ نیکیوں کا پلڑا عرش کی دائیں جانب جنت کے دروازہ کے عین سامنے ہو گا اور گناہوں کا پلڑا عرش کی بائیں جانب دوزخ کے بالکل سامنے ہو گا۔

www.alahazratnetwork.org

بعض علمائے کرام نے کہا ہے کہ میزان سے مراد ایک چیز ہے جس سے اعمال کا اندازہ کیا جاسکے۔ خواہ میزان کی شکل و صورت کچھ ہی ہو۔ مقصد یہ ہے کہ قیامت کے دن عدل کو ظاہر کیا جائے میزان تو اس کی تمثیل ہے۔ علمائے کرام کی یہ رائے محض تاویلی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میزان کا وجود محض تمثیلی ہی نہیں حقیقی ہے اور احادیث اس پر شاہد ہیں۔ اس پر ایمان لانا چاہئے اور عقلیات کے فریب میں نہیں آنا چاہئے۔

جن اعمال کو تولا جائے گا ان کی ایک صورت تو یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ان نیک اعمال کو نورانی صورتوں میں ظاہر کرے گا اور برائیوں کو ظلماتی اجسام میں رونما کرے گا اور اسی طرح وزن کی جائے گا۔ اعمال کے صحیفے بھی تولے جائیں گے اور وہ صحیفے انسانوں کے اعمال کے پیش نظر ہلکا یا بوجھل کر دیں گے۔ بطاقہ کی حدیث اس مسئلہ کی وضاحت کرتی ہے۔ بطاقہ کاغذ کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جس میں کسی سامان کی قیمت درج کی جائے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اگر کسی کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا تو اس میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھ کر رکھ دیا جائے گا۔ وہ پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ بعض علمائے کرام نے ان دونوں حدیثوں کو تطبیق دے کر بیان کیا ہے کہ اعمال اور صحائف دونوں تولے جائیں گے۔

وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

میں موازین یعنی بہت سے ترازوں سے مراد یہ ہے کہ ہر امت ہر جماعت کے ہر عمل کے لئے ترازو ہوگا اور کوئی چیز یا انسان اس میزان عدل سے نظرانداز نہیں کیا جاسکے گا۔ اس ترازو کی عظمت اور کثرت اجزا کی بنا پر بھی جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔(۱)

اس شخص کے اعمال کا میزان عدل پر لانا جس سے ایک بھی نیکی سرزد نہ ہوئی ہو یا وہ ایک بھی برائی کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ اظہار رسوائی اور اظہار شرافت کے لئے ہوگا۔ کافروں کے اعمال تولنے میں بھی حکمت ہے۔ ورنہ کفار کے پاس نیکیاں کہاں ہیں۔ جن کا وزن کیا جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض کفار کی بعض خاص نیکیاں ان کے عذاب میں تخفیف کا سبب بن سکیں۔ کہتے ہیں آخرت کے ترازو کا ہلکا یا بھاری ہونا دنیا کے ترازو کی طرح نہیں ہوگا۔ جو پلڑا اوپر کو اٹھ جائے گا اسے بھاری سمجھا جائے گا اور جو نیچے رہے گا اسے ہلکا تصور کیا جائے گا۔ لیکن بطاقہ کی حدیث اس بات کی تردید کرتی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اعمال نامے

وہ اعمال نامے جن میں انسانوں کے گناہ و ثواب درج ہے' حق ہیں۔ مومنوں کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور کافروں کو بائیں ہاتھ میں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مومنوں کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ اور کفار کو ان کے بائیں ہاتھ پس پشت دیئے جائے گے۔ ان کا بائیاں ہاتھ ان کی پشت سے چمٹا ہو گا۔ بعض کفار کے بائیں ہاتھ سینے سے پچھلی طرف چمٹا دیئے جائیں گے۔ یہ بات مومن و کافر میں تمیز کرنے کے لئے کی جائے گی تاکہ مومن کی عزت اور کافر کی رسوائی کی جائے۔

گنہگار مومن کے معاملہ میں علمائے کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے نامہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ مگر یہ انعام سزا بھگتنے اور دوزخ سے برآمد ہونے کے بعد ہو گا۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ اعمال نامے تو دائیں ہاتھ ہوں گے مگر وہ پڑھ نہیں سکیں گے۔ مگر دوزخ سے نکلنے کے بعد ہی پڑھ سکیں گے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ ان

(ا) فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ ○ و اما من خفت موازینہ فامہ ھاویۃ ○ (القارعۃ ۶)

(جس کے اعمال کا وزن بھاری ہو گا وہ آرام کی زندگی حاصل کریں گے اور جن کے وزن ہلکے ہیں وہ دوزخ میں رہیں گے) میں ایسے ہی صحائف کا اشارہ ہے۔ (مترجم)

لوگوں کو نہ بائیں ہاتھ نہ دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے بلکہ ان کے سامنے رکھے جائیں گے بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ اعمال نامے دینے کی بجائے ان لوگوں کو پڑھ کر سنا دیئے جائیں گے۔ حق بات یہ ہے کہ اس ضمن میں کوئی نص صریح موجود نہیں اور مندرجہ بالا اختلاف محض اجتہاد و استنباط کی بنا پر ہے۔ حساب اعمال بھی یقینی چیز ہے۔ جس طرح نامہ اعمال حق ہے ویسے ہی اس کا حساب بھی حق ہے۔

سوالات و استفسارات

خداوند تعالیٰ کا اپنے بندوں سے یہ دریافت کرنا کہ انہوں نے کیا کیا نیک کام کئے

www.alahazratnetwork.org

اور کن کن برائیوں کے مرتکب ہوئے حق ہے۔ فرشتوں سے بھی حساب لیا جائے گا۔ سب سے پہلے جرائیل امین علیہ السلام سے سوالات کئے جائیں گے کہ انہوں نے وحی کی امانت پیغمبران خدا تک کس طرح پہنچائی۔ بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ سب سے اول لوح محفوظ سے سوال ہو گا جب اسے حاضر کیا جائے گا تو وہ ہیبت خداوندی سے کانپ اٹھے گی اور پوچھا جائے گا کہ تم نے علوم الہیہ کو جرائیل علیہ السلام تک پہنچانے کی صفائی میں تمہارا کون گواہ ہے' وہ کہے گی کہ میرا گواہ اسرافیل علیہ السلام ہے۔ جب اسرافیل علیہ السلام کو حاضر کیا جائے گا تو وہ بھی ہیبت الٰہی عزوجل سے لرزہ براندام ہو گا۔ پھر پیغمبروں علیہم السلام کو لایا جائے گا اور ان سے تبلیغ وحی اور ادائے امانت رسالت کے متعلق سوالات کئے جائیں گے۔ عبادات میں سب سے پہلا سوال نماز کا ہو گا اور معاملات میں خون کے متعلق پوچھا جائے گا۔ ظالم کی نیکیاں مظلوم کے حوالے کی جائیں گی اور مظلوم کی برائیاں ظالم پر رکھی جائیں گی۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک وانگ (چھ رتی وزن) کے بدلے سات سو مقبول نمازیں دی جائیں گی۔ بعض روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس ستر پیغمبروں کا ثواب ہو گا اور اس نے نصف وانگ دینا ہے تو جب تک اپنے اس قرض خواہ کو راضی نہ کرلے گا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

عجیب بات ہے کہ ایسا دن درپیش ہو اور انسان بستر راحت پر دراز ہو کر کہتا رہے جو میرے پاس ہے دوسرے کے پاس نہیں جو کچھ میں جانتا ہوں دوسرا نہیں جانتا۔ عوام غفلت کا شکار ہیں۔ علماء بحث و مناظرہ میں الجھے ہوئے ہیں۔ صوفیاء فخر و مباہات کے دعویٰ کر رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں کچھ خبر نہیں کہ آخرت میں ان سے کیا سلوک ہونے والا ہے۔ وہ اپنی بے خبری میں اس قدر غافل ہیں کہ انہیں کچھ اندازہ نہیں کہ ان کے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے اور انہیں کیسے سخت دن کا سامنا ہے۔ وہ سارا دن باتیں کرنے میں گزار دیتے ہیں اور آخرت اور موت کی فکر سے دور ہو چکے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ (البقرۃ آیت ۱۵۶)

اے بندگان خدا عزوجل! اب رحمت خداوندی کی تلاش کرو۔ اگر وہ چاہے گا تو ان مدعیان عصر حاضر کو دور سے جنت دکھا کر راضی کردے گا اور فرمائے گا اس کو کون خرید

www.alahazratnetwork.org

سکتا ہے۔ وہ اعتراف کریں گے اے اللہ عزوجل! اسے کون خرید سکتا ہے۔ اس قدر مال و دولت کس کے پاس ہو سکتا ہے۔ اللہ عزوجل کہے گا تم خرید سکتے ہو کیونکہ اس کی قیمت تمہارے پاس موجود ہے۔ اگر اپنا حق اپنے مسلمان بھائی کو بخش دو اور اسے معاف کر دو تو جنت تمہارے لئے ہے۔ رحمت خداوندی کا یہ اعلان سننے کے بعد وہ اپنے حق بخش دیں گے اور جنت حاصل کر لیں گے۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت کے دن سوالات کرتے وقت اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو رحمت کے پردے میں ڈھانپ لے گا اور ان سے اس انداز سے سوال کئے جائیں گے کہ غیروں کو خبر تک نہ ہوگی اور فرمائے گا جس طرح دنیا میں ہم نے تمہارے گناہوں کو پردہ اخفا میں رکھا تھا اسی طرح آج اپنی رحمت سے بخش دیا ہے۔ ان کے نیک اعمال نامے ان کے ہاتھوں میں پکڑا دیئے جائیں گے۔ کافروں اور منافقوں کو رسوا کیا جائے گا اور یہ اعلان کیا جائے گا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۔ (ہود آیت ۱۸)

فسبحان ذی العلی القوی و الفضل العظیم۔

اگرچہ اس کی رحمت اپنا کام کرتی ہے۔ مگر اس کی عدالت سے ڈر بھی آتا ہے۔

اگر در دہد یک صلائے کرم
عزازیل گوید نصیبے برم

اس شعر کے بعد ہمیں اس شعر کو بھی ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔

بہ تہدید اگر بر کشد تیغ حکم
بمانند کرو بیاں صم و بکم

قرآن میں آتا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللہِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (یونس آیت ۶۲)

اور ایک دوسری جگہ آتا ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ ○ (الانبیاء آیت ۲۳)

عجز و حیرت اور بیچارگی کے بغیر چارہ کار نہیں۔ ہمیں دونوں چیزوں پر ایمان رکھنا

www.alahazratnetwork.org

چاہئے مالک اور حاکم تو وہی ہے۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (انفال آیت ۴۱)

حوض کوثر

حوض کوثر کا وجود و قیام حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن حوض کوثر کا مالک و مختار بنا دیا ہے اور

انا اعطیناک الکوثر ○ (کوثر آیت ۱)

ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔

اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ حوض کوثر کی وسعت ایک ماہ کے سفر کے برابر ہو گی۔ اس کا پانی دودھ سے سفید تر اس کی خوشبو مشک سے نفیس تر۔ اس کے کوزے ستار ہائے آسمان سے روشن تر ہوں گے۔ ایک دفعہ پانی پی لینے کے بعد دوسری بار پیاس محسوس نہ ہو گی۔ حوض کی وسعت و طوالت کے متعلق مختلف احادیث آئی ہیں اور اس میں مخاطبین کا اپنا طرز پیمائش ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اہل یمن کو بتایا گیا۔

صنعاء الی عدن یعنی حوض کوثر یمن کے شہر صنعا سے لیکر عدن تک ہو گی۔

شام والوں کو اس کی وسعت کا اور انداز سے بیان فرمایا۔ ہر شخص کے سامنے اس کی وسعت اور طوالت کو اس پیمانہ سے بیان فرمایا گیا جس سے وہ واقف اور آشنا تھا۔

بعض احادیث میں اس کی وسعت کو وقت کے حساب سے بیان فرمایا گیا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ حوض کی وسعت ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہو گی۔ ان تمام روایات سے اصل مقصود یہ ہے کہ حوض کوثر کی وسعت اور عظمت کی وضاحت کی جائے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ قیامت کے دن ہر پیغمبر علیہم السلام کو اس کے حسب مراتب و شان حوض کوثر دیا جائے گا۔

امام قرطبی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے پاس دو حوض ہوں گے دونوں کے نام کوثر ہی ہوں گے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم ساقی حوض کوثر ہوں گے۔ آج جو ان

www.alahazratnetwork.org

کی محبت میں سیراب اور ان کے دیدار کا پیاسہ نہیں ہے اس کے لئے مشکل ہے کہ وہ حوض کوثر سے پانی پی سکے۔ ایسی روایات بہت ملتی ہیں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کے دل میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت نہیں، آب کوثر سے اس کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیا جائے گا۔

پل صراط

پل صراط حق ہے۔ حق تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کی پشت پر ایک راستہ بنائیں گے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز تر ہو گا اور تمام مخلوقات کو حکم دیا جائے گا کہ اس پر سے گزریں۔ بہشت والے اسے عبور کر جائیں گے اور بہشت میں پہنچیں گے۔ بعض لوگ چمکتی ہوئی بجلی کی طرح گزریں گے اور بعض تیز و تند ہوا کی طرح بعض سبک رفتار گھوڑے کی طرح غرضیکہ ہر شخص حسب مراتب اس راستے سے گزرتا رہے گا۔ دنیا میں دین اور انصاف کا راستہ اسی پل صراط کی تمثیل ہے۔

دوزخیوں کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور وہ دوزخ میں گر جائیں گے۔ قرآن پاک کا یہ ارشاد وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم آیت ۷۱) اسی مسئلے پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ پل صراط پر سے گزرنا ہر ایک کے لئے عام ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور خود حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پل صراط سے گزریں گے۔

بعض اہل دل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پل صراط سے گزرنے میں یہ حکمت ظاہر کی ہے کہ آپ اپنے بعض گنہگار امتیوں کو جو بدقسمتی سے دوزخ میں گرفتار ہوں گے، جمال باکمال سے ایام فراق کی غمگساری فرمائیں گے۔ ایک روایت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس آیت کے عموم سے مخصوص ہیں۔ آپ کھڑے ہوں گے اور دیکھتے رہیں گے تاکہ ساری امت آپ کے سامنے سے گزرے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ آگ سے گزریں تو وہ بھی اہل ایمان کے لئے گلستان بن جائے گی۔ ایک عام مومن کے گزرنے سے آگ فریاد کر کے کہے گی۔

جزیا مئومن فلان نورک اطفا لهبی۔

اے مومن جلدی سے گزرو۔ تمہارے نور ایمان نے میرے شعلوں کو مدھم کر دیا

www.alahazratnetwork.org

ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جو نور الانوار المومنین ہیں' کے سامنے آگ کی کیا حقیقت ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ فرما کر کس طرح آگ کو گلزار بنا دیا اور جب وہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم بے واسطہ خود تشریف لائیں گے تو اس کا کیا اثر ہو گا۔

شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انبیاء کرام اولیائے عظام صلحائے امت علمائے دین اور ملائکہ و مقربین کو بارگاہ الٰہی میں جو عزت و آبرو حاصل ہے اس کے پیش نظر گنہگاروں کے لئے ان کا مغفرت چاہنا برحق ہے۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کا دروازہ کھلوائیں گے جس سے سب کو معلوم ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی عزوجل میں کس قدر محترم اور مکرم ہیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آپ اس خاص دن کے لئے کتنے جاہ و جلال کے مالک ہیں۔ جب ساری دنیا کے انسان خوف اور دہشت کی وجہ سے میدان حشر میں حیران و پریشان ہوں گے اور آرزو کریں گے کہ کوئی ایسا شفیع ہو جو انہیں عذاب سے نجات دلائے اور اس پریشانی کا مداوا بن جائے۔ سب سے پہلے یہ لوگ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ نسل انسانی کے باپ ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا تھا۔ بہشت میں بہترین جگہ دی تھی۔ مسجود ملائکہ بنایا۔ تمام اشیاء کے اسماء سکھا دیئے۔ آپ اس مشکل دن میں ہماری شفاعت کریں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ اس مقام پر کھڑے ہونا اور بارگاہ ایزدی میں آج کے دن دم مارنا میری طاقت سے باہر ہے۔ مجھے ابھی تک دانہ گندم کی یا شجرہ ممنوعہ کی شرمندگی سر اٹھانے نہیں دیتی۔ میں خدا عزوجل کے فرمان کے باوجود خطا کا مرتکب ہوا۔ تمہارا یہ کام شاید حضرت نوح علیہ السلام سے بن پڑے۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور حضرت نوح علیہ السلام انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جانے کا مشورہ دیں گے۔ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ کے پاس وہ حضرت عیسیٰ کی طرف پہنچنے کی سفارش کریں گے۔

یہ اولو العزم رسول تمام مخلوق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجیں گے۔ ساری مخلوق حضرت خاتم الانبیاء سید الرسل شفیع روز محشر و کرم مخطلب لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ

www.alahazratnetwork.org

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (فتح آیت ۲) ہیں۔ کی بارگاہ میں آئیں گے اور اپنا حال بیان کریں گے۔ وہ مقام محمود جس کا دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا۔

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۷۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اس مقام پر کسی کا کھڑا ہونا ممکن نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور سجدے میں گر جائیں گے۔ حکم ہو گا کہ سجدہ سے سر اٹھایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ چاہتے ہیں پورا کر دیا جائے گا جو کچھ کہیں گے اسے مانا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر اٹھا کر اپنی زبان پاک سے خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کہیں گے اور گنہگاروں کو بخشنے کی شفاعت کریں گے۔ پھر سجدے میں جائیں گے اور دوسری قسم کے گنہگاروں کو بخشنے کی شفاعت کریں گے اور تیسری دفعہ سجدے سے اس وقت سر اٹھائیں گے جب ہر قسم کے گناہ گار بخش دیئے جائیں گے اور کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔ بجز ان لوگوں کے جن لوگوں کے متعلق قرآن پاک میں ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ قسمت کر دی گئی ہے۔ یعنی کافر مشرکین اور منکرین۔

اسی مضمون پر بخاری اور مسلم میں صحیح حدیث مذکور ہے کہ ہر گنہگار کو شفاعت کی احتیاج ہو گی اور صرف وہی گنہگار رہ جائیں گے جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے مخصوص ہیں یا دوسروں کو اللہ عزوجل کے دربار میں شفاعت کرنے کی اجازت ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے بعد کوئی گنہگار باقی نہ رہے گا۔ مگر وہ لوگ جن میں سوائے لا الہ الا اللہ کے ذرہ برابر بھی نیکی نہیں ہے وہ سرا سر معصیت اور گناہ میں مبتلا ہیں ان کے لئے بھی شفاعت کی اجازت چاہیں گے۔ بارگاہ رب العزت سے حکم ہو گا کہ یہ بھی میرے خاص لوگ ہیں ان کے لئے میں خود ہی شفاعت کرتا ہوں اور انہیں دوزخ کی آگ سے نکالتا ہوں۔

۱۔ امام احمد بسند صحیح اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ابن ماجہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

خیرت بین الشفاعۃ و بین ان ید خل شطر امتی الجنۃ فاخترت الشفاعۃ لانھا اعم و اکفی اترونھا للمومنین المتقین لا ولاکنھا للمذ نبین الخاطئین۔

اللہ تعالٰی نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو شفاعت لو یا یہ کہ تمہاری آدھی امت جنت میں جائے میں نے شفاعت لی کہ وہ زیادہ تمام اور زیادہ کام آنے والی ہے۔ کیا تم یہ سمجھ لئے ہو کہ میری شفاعت پاکیزہ مسلمانوں کے لئے ہے۔ نہیں بلکہ وہ ان گناہ گاروں کے واسطے ہے جو گناہوں میں آلودہ اور سخت کار ہیں۔

اللھم صلی و سلم و بارک علیہ والحمد للہ رب العالمین۔

ابن عدی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور شفیع المذ نبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

شفاعتی للھالکین من امتی۔

میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لئے ہے جنہیں گناہوں نے ہلاک کر ڈالا حق ہے۔ اے شفیع میرے میں قربان تیرے صلی اللہ علیک۔

ابو داؤد و ترمذی و ابن حبان و حاکم و بیہقی باِفادہ تصحیح حضرت انس بن مالک اور ترمذی و ابن ماجہ ابن حبان و حاکم حضرت عبداللہ بن عمر فاروق و حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی حضور شفیع المذ نبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

میری شفاعت میری امت میں ان کے لئے ہے جو کبیرہ گناہ والے ہیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

ابوبکر احمد بن علی بغدادی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شفاعتی لاھل الذنوب من امتی۔

www.alahazratnetwork.org

میری شفاعت میرے گنہگار امتیوں کے لئے ہے۔ ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی وان زنی وان سرق اگرچہ زانی ہو اگرچہ چور ہو فرمایا:

و ان زنی و ان سرق علی رغم انف ابی درداء

اگرچہ زانی ہو اگرچہ چور ہو برخلاف خواہش ابو درداء کے۔

طبرانی و بیہقی حضرت بریدہ اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

انی لا شفع یوم القیمۃ لاکثر مما علی وجہ الارض من شجر و حجر و مدر

یعنی روئے زمین پر جتنے پیڑ پتھر ڈھیلے ہیں، میں قیامت میں ان سب سے زیادہ آدمیوں کی شفاعت فرماؤں گا۔

بخاری مسلم حاکم بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

واللفظ لھذین۔

حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

شفاعتی لمن شھد ان لا الہ الا اللہ مخلصاً یصدق لسانہ قلبہ

میری شفاعت ہر کلمہ گو کے لئے ہے جو سچے دل سے کلمہ پڑھے کہ زبان کی تصدیق دل کرتا ہوں۔

احمد طبرانی و بزار حضرت معاذ بن جبل و حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

انھا اوسع لھم ھی لمن مات ولا یشرک باللہ شیئاً

شفاعت میں امت کے لئے زیادہ وسعت ہے کہ وہ ہر اس شخص کے واسطے ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اتی جھنم فاضرب بابھا فیفتح لی فادخلھا فاحمد اللہ محامداً ما حمدہ احد قبلی مثلہ ولا یحمدہ احد بعدی مثلہ ثم اخرج منھا من قال لا الہ الا اللہ مخلصاً ۔

www.alahazratnetwork.org

میں جہنم کا دروازہ کھلوا کر تشریف لے جاؤں گا۔ وہاں خدا کی تعریفیں کروں گا۔ ایسی کہ نہ مجھ سے پہلے کسی نے کیں نہ میرے بعد کوئی کرے۔ پھر دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال لوں گا جس نے خالص دل سے لا الہ الا اللہ کہا۔

حاکم بافادہ تصحیح اور طبرانی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

یوضع للانبیاء منابر من ذھب فیجلسون علیھا و یبقی منبری و لم اجلس لا ازال انیم خشیتہ ان ادخل الجنتہ و یبقی امتی بعدی فاقول یا رب امتی امتی فیقول اللہ یا محمد وما ترید ان اصنع بامتک فاقول یا رب عجل حسابھم فما ازال حتی اعطی قد بعثت بھم الی النار و حتی ان مالکا خازن النار فیقول یا محمد ما ترکت لغضب ربک فی امتک من بقیتہ۔

انبیاء علیہم السلام کے لئے سونے کے منبر بچھائے جائیں گے۔ وہ ان پر بیٹھیں گے اور میرا منبر باقی رہے گا کہ میں اس پر جلوس نہ فرماؤں گا بلکہ اپنے رب عزوجل کے حضور سروقد کھڑا رہوں گا۔ اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دے اور میری امت میرے بعد رہ جائے پھر عرض کروں گا۔ اے رب عزوجل میرے، میری امت، میری امت، اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری کیا مرضی ہے۔ میں تیری امت کے ساتھ کیا کروں۔ عرض کروں گا۔ اے رب عزوجل میرے ان کا حساب جلد فرما دے۔ پس میں شفاعت کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے ان کی رہائی کی چٹھیاں ملیں گی۔ جنہیں دوزخ بھیج چکے تھے۔ یہاں تک کہ مالک داروغہ دوزخ عرض کرے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنی امت میں رب عزوجل کا غضب نام کو نہ چھوڑا۔

اللھم صل و بارک علیہ وسلم۔ والحمد للہ رب العالمین۔

بخاری و مسلم و نسائی حضرت جابر بن عبداللہ اور احمد بسند حسن اور بخاری تاریخ میں اور بزر طبرانی و بیہقی و ابو نعیم حضرت عبداللہ ابن عباس اور احمد بسند حسن و بزار ، بسند جید و داری و ابن شیبہ و ابو یعلی و ابو نعیم و بیہقی حضرت ابو ذر اور

www.alahazratnetwork.org

طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابو سعید خدری اور کبیر میں حضرت سائب بن یزید اور احمد باسناد حسن اور ابن شیبہ و طبرانی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے راوی۔

واللفظ لجابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و اعطیت مالم یعطین احد قبلی الی قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و اعطیت الشفاعۃ۔

ان چھ حدیثوں میں یہ بیان ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں شفیع مقرر کر دیا گیا اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہو گی۔ میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔

ابن عباس و ابو سعید و ابو موسیٰ سے انہیں حدیثوں میں وہ مضمون بھی ہے۔ جو احمد و بخاری و مسلم نے انس اور شیخین نے ابو ہریرہ سے روایت کیا۔ رضی اللہ عنھم اجمعین کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان لکل نبی دعوۃ قد دعا بھا فی امتہ واستجیب لہ و ھذا اللفظ لانس و لفظ ابی سعید۔ لیس من نبی الا وقد اعطی دعوۃ فتعجلھا (و لفظ ابن عباس) لم یبق نبی الا اعطی لہ وجمنا الی لفظ انس و اللفظ الباقین کمثلہ معنی" قال و انی اختبات دعوتی شفاعتہ" لامتی یوم القیامتہ (زاد ابو موسیٰ) جعلتھا لمن مات من امتی لا یشرک باللہ شیئا" -

یعنی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اگرچہ ہزاروں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ مگر ایک دعا انہیں خاص جناب باری و تبارک و تعالیٰ سے ملتی ہے جو کہ چاہو مانگ لو۔ بے شک دیا جائے گا۔ تمام انبیاء آدم سے عیسیٰ تک علیہم الصلوۃ والسلام سب اپنی اپنی وہ دعا دنیا میں کر چکے اور میں نے آخرت کے لئے اٹھا رکھی وہ میری شفاعت ہے میری امت کے لئے قیامت کے دن میں نے اسے اپنی ساری امت کے لئے رکھا ہے جو ایمان پر دنیا سے اٹھی۔

اللھم ارزقنا بجاھہ عندک۔ امین۔

www.alahazratnetwork.org

اللہ اکبر۔

اے گنہگاران امت کیا تم نے اپنے مالک و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کمال رافت و رحمت اپنے حال پر نہ دیکھی کہ بارگاہ الٰہی عز جلالہ سے تین سوال حضور کو ملے۔ جو چاہو مانگ لو' عطا ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں کوئی سوال اپنی ذات پاک کے لئے نہ رکھا۔ سب تمہارے ہی کام میں صرف فرما دیئے۔ دو سوال دنیا میں کئے۔ وہ بھی تمہارے ہی واسطے' تیسرا آخرت کو اٹھا رکھا۔ وہ تمہاری اس عظیم حاجت کے واسطے جب اس مہربان مولیٰ رؤف و رحیم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی کام آنے والا' بگڑی بنانے والا نہ ہو گا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق فرمایا۔ حضرت حق عزوجل نے۔

عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

(توبہ آیت ۱۲۸)

واللہ العظیم قسم اس کی جس نے انہیں آپ مہربان کیا کہ ہرگز ہرگز کوئی ماں اپنے عزیز پیارے اکلوتے بیٹے پر زنہار اتنی مہربان نہیں۔ جس قدر وہ ایک اپنے امتی پر مہربان ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الٰہی تو ہمارا عجز و ضعف اور ان کے حقوق عظیمہ کی عظمت جانتا ہے۔ اے قادر' اے واجد' اے ماجد ہماری طرف سے ان پر اور ان کی آل پر وہ برکت والی درودیں نازل فرما جو ان کے حقوق کو وافی ہوں اور ان کی رحمتوں کو مکافی۔

اللھم صل و سلم و بارک علیہ و علی الہ و صحبہ قدر رافتہ و رحمتہ بامتہ و قدر رافتک و رحمتک بہ امین امین الہ الخلق امین۔

سبحان اللہ امتیوں نے ان کی رحمتوں کا یہ معاوضہ رکھا کہ کوئی افضلیت میں تشکیکیں نکالتا ہے۔ کوئی ان کی شفاعت میں شبہ ڈالتا ہے۔ کوئی ان کی تعریف اپنی سی جانتا ہے۔ کوئی ان کی تعظیم پر بگڑ کر کرتا ہے۔ افعال محب بدعت نام اجلال و ادب پر شرک کے احکام۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ (البقرۃ آیت ۱۵۶)

وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ (شعراء آیت ۲۲۷)

www.alahazratnetwork.org

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تین سوال عطا فرمائے۔ میں نے دو بار تو دنیا میں عرض کرلی۔

اللھم اغفر لامتی۔ اللھم اغفر لامتی۔

الٰہی عزوجل میری امت کی مغفرت فرما۔ الٰہی عزوجل میری امت کی مغفرت فرما۔

و اخرت الثالثۃ لیوم یرغب الی فیہ الخلق حتی ابراھیم۔

اور تیسری عرض اس دن کے لئے اٹھا رکھی جس میں تمام مخلوق الٰہی عزوجل میری طرف نیازمند ہوگی۔ یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

و صل و سلم و بارک علیہ و الحمد للہ رب العالمین۔

بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب اسریٰ اپنے رب عزوجل سے عرض کی تو نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ یہ فضائل بخشے رب عزمجدہ نے فرمایا۔

اعطیتک خیر من ذالک (الی قولہ) خبات شفاعتک ولم اخبلھا لنبی غیرک۔

میں نے تجھے عطا فرمایا وہ ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے تیرے لئے شفاعت چھپا رکھی اور تیرے سوا دوسرے کو نہ دی۔

ابی شیبہ و ترمذی بافادہ تحسین و تصحیح اور ابن ماجہ و حاکم بحکم تصحیح حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

و اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبین و خطیبھم و صاحب شفاعتھم غیر فخر

قیامت کے دن میں انبیاء علیہم السلام کا پیشوا اور ان کا خطیب اور ان کا شفاعت والا ہوں گا اور یہ کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرماتا۔

ابن منیع حضرت زید بن ارقم وغیرہ چودہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے

www.alahazratnetwork.org

راوی حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

شفاعتی یوم القیمۃ حق فمن لم یؤمن بھا لم یکن من اھلھا۔

میری شفاعت روز قیامت حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہو گا۔ منکر مسکین اس حدیث متواتر کو دیکھے اور اپنی جان پر رحم کر کے شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

ماخوذ از سماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین ۱۳۰۵ھ

غرضیکہ یہ دن یوم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ یہ مقام، مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا اور یہ بات بھی آپ ہی کو زیب دے گی کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (والضحیٰ آیت ۵) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اے محب من۔ اے محبوب من۔ اے مطلوب من۔ اے بندہ خاص من۔ میں آپ کو اس قدر نعمتیں دوں گا اور اس قدر رحمتیں نازل کروں گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ آپ کے دل کی کوئی بھی آرزو ناتمام نہ رہے گی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص میری رضا تلاش کرتا ہے۔ میں آپ کی رضا کا خواہاں ہوں۔ آپ فرمائیں گے میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میری امت کا ایک بھی گنہگار بغیر بخشش کے رہے گا۔

علمائے دین کہتے ہیں کہ آیت کریمہ

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا (الزمر آیت ۵۳)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی امت سے مخصوص ہے جب کہ قوم نوح کے لئے یوں خطاب فرمایا گیا۔

يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ (الاحقاف آیت ۳۱)

اللہ تعالیٰ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دے گا۔

نحو کے قاعدے میں لفظ "من" افادہ بعضیت کا اظہار کرتا ہے۔ یعنی بعض ذنوبکم سے مراد کہ اللہ عزوجل کا فضل ان پر شامل حال ہو گا۔ لیکن ان کے بعض گناہوں پر عدل و انصاف سے بھی کام لیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ رب غفور عزوجل

www.alahazratnetwork.org

کی رحمت ہی گناہ گاروں کے لئے امید و بشارت بہم پہنچاتی ہے کیونکہ مہمان عزیز ہو گا۔ اس لئے مہمان کے طفیلی بھی عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔

؎ نومید نہ باشی گرت آں یار براند
گرت امروز براند نہ کہ فردات نخواند

تو اس کی امت بن جا۔ اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے۔ تمام مشکلات آسان ہو جائیں گی۔ یہ مشکل اس لئے ہے کہ ابھی تک درست نسبت قائم نہیں ہو سکی۔ جب نسبت قائم ہو جائے گی تو اس کے لئے کوئی مشکل نہ رہے گی۔ صد ہزار گناہ ایمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔ اگر انسان کے دل میں نور ایمان ہو تو ظلمت معصیت اس دل میں نہیں آ سکتی۔ جسے غم ایمان ہے اسے دنیا کا کوئی غم نہیں۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ساری رات روتے گزر گئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیوں روتے رہے خوش رہا کرو۔ آپ کی گردن پر گناہوں کا بوجھ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ گناہ اگر پہاڑ کی طرح بھی آ جائیں تو اللہ عزوجل کی رحمت کے سامنے پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔ مجھے رونا اس بات کا ہے کہ ایمان سلامت لے جا سکوں گا یا نہیں۔

؎ ایماں چو سلامت بلب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی

مقامات شفاعت

شفاعت کے متعلق چند نکتے ابھی تک تشنہ بیان ہیں۔ یہ بات دل نشین کر لینی چاہئے کہ شفاعت کے متعدد مقامات ہیں۔ پہلے موقف میں یعنی میدان حشر میں اس مقام پر بڑی ہی ہیبت اور دہشت ہو گی۔ لوگ کھڑے کھڑے سخت اذیت اور شدت اٹھائیں گے۔ یہاں ان شدتوں کو کم کرنے کے لئے شفاعت ہو گی۔ دوسرے سوال اور حساب پیش ہونے کے وقت شفاعت سے آسانیاں پیدا کی جائیں گی تاکہ کوئی مناقشہ نہ ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ۔

من نوقش فی الحساب فقد عذب

www.alahazratnetwork.org

جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا۔ وہ عذاب میں گرفتار کیا گیا۔ تیسرے عذاب کے احکام جاری ہوتے وقت شفاعت کی جائے گی تاکہ قصور معاف فرمائے جائیں۔ چوتھے دوزخ کی آگ سے نکالتے وقت شفاعت کی جائے گی تاکہ مزید معافی مل سکے۔ پانچویں جنت میں درجے بلند ہونے اور زیادہ ثواب دینے کے لئے بھی شفاعت ہوگی۔ جیسے کہ کسی مجرم کو بادشاہ کے سامنے لایا جائے وہ بارگاہ میں کھڑا ہوتے ہوئے ہیبت زدہ ہو جائے اور بارگاہ کا کوئی مقرب اٹھ کر سفارش کر دے اور بادشاہ حکم دے کہ اس مجرم کو بٹھا دیں اور نرمی سے سوالات کریں۔ پھر کوئی اٹھ کر سفارش کرے اور بادشاہ حکم فرمائیں کہ اس سے حساب نہ لو اور اگر لینا ہی ہے تو نہایت شفقت سے گفتگو کی جائے۔ بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ ثبوت گناہ کے بعد قید خانہ میں بھیجنے کا اعلان کر دیا جاتا ہے لیکن شفاعت کی وجہ سے اسے واپس لے لیا جاتا ہے اور کبھی جیل میں بھیجنے اور عذاب کرنے کے بعد طویل قید سے رہائی دے دی جاتی ہے اور بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ جیل سے نکالتے ہی کوئی منصب عطا کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے ہر گنہگار کو یہ امید رکھنی چاہئے کہ سید الرسل صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے اعلیٰ مناصب اور قرب و درجات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کی شفاعت کرنے کے مجاز ہیں اور کسی اہل دل نے کیا خوب کہا ۔

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو   کہ مستحق کرامت گناہ گارانند

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت تمام امت کے لئے عام ہوگی بلکہ ساری مخلوقات کے لئے یہ شفاعت کی جائے گی۔ چنانچہ خاص کر مدینے والوں کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کے زائرین کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پاک پڑھنے والوں کے لئے یہ شفاعت خصوصیت کے ساتھ کی جائے گی۔

محققین نے شفاعت کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ رحمت خداوندی کے انوار کی شعاعیں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر انعکاس کرتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے اور نزدیک جتنے بھی دل ہوتے ہیں۔ ان پر بھی ان کا عکس پڑتا رہتا ہے۔ جس طرح آفتاب کی روشنی کا عکس پانی پر پڑتا ہے اور اس عکس سے جو چمک پانی میں پیدا ہوتی ہے اس کا عکس دیوار پر پڑتا ہے تو پانی کی سطح کے مقابل ہو چنانچہ اشرف مقابلہ اور محاذات حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف دلوں کو متوجہ کرنے اور آپ

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس عکس کے حصول کا سب سے مضبوط ترین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو قرار دیا گیا ہے۔ جس قدر مطابعت قوی ہوگی اسی قدر عکس زیادہ پڑے گا۔

مگر درجات تو شفاعت کے کئی ہیں اور گناہوں کی بخشش کے لئے ایمان کا کامل ہونا شفاعت کی ضمانت ہے۔ اس ضمن میں کثرت درود پاک بر سید لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی موثر ترین چیز ہے۔

جنت و دوزخ

جنت و دوزخ کا بیان جس طرح آیات و احادیث میں آیا حق ہے۔ جنت اور دوزخ کے متعلق مختلف علمائے کرام کے اقوال پائے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جنت آسمان پر ہوگی یا تو آسمان چہارم ہوگی یا ہفتم پر۔ لیکن آگ زمین کے نیچے ہوگی۔

ایک قول کے مطابق دوزخ بھی آسمان پر ہوگی۔

علمائے کرام کے ایک طبقہ نے ان مقامات کے بیان کرنے میں توقف سے کام لیا ہے۔ ان کے نزدیک ان مقامات کے متعلق کوئی صریح نص نہیں پائی جاتی۔ ان مقامات کو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔ شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ جنت و دوزخ کے مقامات کے متعلق کوئی قطعی نص نہیں ہے۔ لیکن اکثر علمائے کرام کی رائے ہے کہ بہشت ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ہوگی اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے ہوگی۔ مشکل بات یہ ہے کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ۔

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔ (العمران آیت ۱۳۳)

جنت کا عرض آسمان و زمین کی پہنائیوں کے برابر ہوگا۔ جب جنت کی وسعت کا یہ عالم ہو تو اس کا زمین یا آسمان پر مکان متعین کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب مفسرین نے یوں دیا ہے کہ جنت کا عرض جب آسمان و زمین کے برابر ہوگا۔ زمین و آسمان آپس میں ملے ہوئے ہوں۔ مگر امر واقعہ ایسا نہیں۔ سب توجیہات سے بہترین توجیہ یہ ہے کہ چونکہ عقل انسانی کے سامنے آسمان و زمین سے کوئی چیز بھی وسیع تر اور عریض تر نہیں ہے۔ لہٰذا جنت کی وسعت کا مبالغہ بیان کرنے کے لئے زمین و آسمان کی تمثیل

www.alahazratnetwork.org

پیش کی گئی ہے۔ اس کی حدود متعین کرنا مقصود نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنت کی وسعت خداوند تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ جنت کا ایک چھوٹا سا گھر زمین و آسمان کی وسعتوں کے برابر اور زیادہ ہو سکتا ہے۔

اعراف

اعراف اس مقام کو کہا جاتا ہے جو جنت و دوزخ کے درمیان ہے نہ اس میں جنت کی راحت ہو گی اور نہ دوزخ کی سی شدت تکلیف۔ اعراف کا وجود صحیح نقل اور قطعی نص سے ثابت نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بچوں اور ان لوگوں کے لئے جن کی زندگی میں نزول وحی نہیں ہوئی۔ اعراف میں رکھنے کا اعلان فرمایا ہے۔ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ اعراف کا وجود حدیث سے ثابت نہیں ہے اور علماء کرام بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔ قرآن پاک کی یہ آیت۔

وَ عَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ (اعراف آیت ۴۶)

اس سے جنت و دوزخ کی دیواروں اور باندیوں کی طرف اشارہ ہے جو جنت و دوزخ کے درمیان واقعہ ہیں اور رجال سے پیغمبر علیہم السلام اور شہداء اور نیک مومن علمائے کرام اور فرشتے مراد ہیں۔ جنتی اور دوزخی ان کی پیشانی کے نشانات سے پہچانے جائیں گے اور خطاب فرمائیں گے۔

و هما مخلوقتان موجودتان۔

دوزخ اور جنت پیدا ہو چکے ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ قیامت کے دن پیدا کئے جائیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ جنت کے قیام و وجود میں بڑی پختہ دلیل ہے۔

باقیان ولا یفنتان ولا یفنی اھلھا۔

بہشت اور دوزخ۔ اہل بہشت اور اہل دوزخ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور باقی رہیں گے۔ جب سب لوگ ایک دفعہ مر گئے پھر زندہ ہو کر ابد تک زندہ رہیں گے۔ جنت و دوزخ میں کسی کو موت نہیں آئے گی۔ اسی واسطے فرمایا گیا۔

و خلقتکم لابد۔

www.alahazratnetwork.org

میں نے تمہیں ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا ہے۔

قیامت کے متعلقات

حضور علیہ السلام نے قیامت کے متعلق جتنی کیفیتیں بیان فرمائی ہیں وہ سب برحق ہیں جو خبریں مخبر صادق حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے علامات کے سلسلے میں بیان فرمائی ہیں وہ ساری کی ساری حق ہیں۔ سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا' توبہ کا دروازہ بند ہونا' دجال اور دابتہ الارض کا نمودار ہونا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر سے اترنا(۱)

۱۔ تمام اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے نزدیک دن دنیا پر تشریف لائیں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ احادیث میں اس عقیدے کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے برخلاف چودھویں صدی میں ایک فرقہ مرزا قادیان کا پنجاب میں پیدا ہوا۔ اس نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ خود عیسیٰ علیہ السلام نہیں آویں گے وہ فوت ہو چکے ہیں۔ ان کا مثیل مرزا غلام احمد قادیانی آیا ہے۔ علمائے کرام نے صدہا کتابوں سے اس کے اس دعویٰ کا رد کیا۔ اب کئی سال سے مرزا غلام احمد ہی مرگیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے ارشاد نبوی کے مطابق بذات خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ (محمد مشتاق احمد چشتی حنفی چشتی مترجم تکمیل الایمان صفحہ نمبر ۳۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۱ھ)

اور صور کا پھونکا جانا اور اس کے علاوہ تمام حالات قیامت کا برپا ہونا۔ حتیٰ کہ جنت میں داخل ہونے تک ساری باتیں حضور علیہ السلام نے بیان فرما دی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر خبر اور حکم سچا اور برحق ہے۔ یہاں ہم نے اجمالی طور پر چند چیزیں لکھ دیں ہیں۔ مگر تفصیلی طور پر احادیث کی کتابوں میں ساری خبریں موجود ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

ایمان بالقلب تصدیق باللسان

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا قلبی طور پر یقین کرنے کا نام ایمان ہے اور ان دونوں چیزوں کا زبان سے اقرار کرنا بھی ضروری ہے۔ دل سے یقین کرنا ایمان کی حقیقت ہے اور زبان سے تصدیق کرنا ایمان کی علامت ہے کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے اور زبان کے اقرار کے بغیر دل کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ ظاہری احکام کا جاری کرنا زبان ہی کا کام ہے۔ اگر کوئی انسان گونگا ہو یا کوئی شخص زبردستی سے کوئی کلمہ کفر کہلائے مگر اس کے دل میں ایمان ہو۔ اسی طرح سے قلبی یقین کے باوجود اسے زبانی اقرار کی فرصت نہیں ملی اور اس سے پہلے ہی موت نے آ لیا تو ایسی صورت میں زبانی اقرار شرط ایمان نہیں۔

اہل حدیث کے نزدیک ایمان تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ الایمان تصدیق بالقلب و اقرار باللسان میں یہی بات ہے۔ ایمان اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ راستی کے ساتھ حضور علیہ السلام پر اعتقاد رکھا جائے۔ احکام پر عمل کیا جائے اور زبان سے اعلان کیا جائے۔ ان تینوں کے بغیر ایمان ثابت نہیں ہو سکتا۔

اس نظریہ میں حقیقتاً" کوئی خاص اختلاف نہیں ہے۔ ایمان کامل وہی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں کیونکہ ایمان بے عمل ناقص ہوتا ہے۔ لیکن اصل ایمان تو تصدیق بالقلب ہی ہے۔ ایمان اس درخت کی طرح جاننا چاہئے جس کا تنا تصدیق ہے۔ اعمال و طاعات اسی تصدیق کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جس درخت کی ٹہنیاں' پتے پھل پھول اور برگ و بار نہ ہوں۔ حقیقت میں وہ درخت کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ لیکن کارآمد درخت وہی ہوتا ہے جس کے برگ و بار بھی ہوں۔ اسی طرح ایمان کامل وہی ہے جو نیک اعمال کے برگ و بار سے پر رونق ہو۔ بے عمل ناقص ایمان ہو گا۔ ناقص ایمان کو بھی ایمان ہی کہا جائے گا۔ قرآن پاک میں اکثر جگہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کو ملایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (البینۃ آیت ۷)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اس آیۃ کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصل ایمان کی تصدیق ہے اور عمل صالح جدا چیز ہے۔ اگرچہ ایمان کو کامل کرنے والا یہی عنصر ہے۔ اسکی مثال یوں ذہن نشین کرنی چاہئے کہ فلاں کے پاس یہ چیز بھی ہے اور وہ

www.alahazratnetwork.org

بھی۔ اس سے یہ سمجھا جائیگا کہ اسکے پاس دونوں چیزیں ہیں۔ مگر وہ دونوں جدا جدا ہیں۔ چنانچہ دونوں کو ایک کہنا درست نہیں اور جو دونوں کو یکجا جمع کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

یہ بات بھی ذہن نشین کرنی چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف سچا نبی جان لینے کا نام ہی ایمان نہیں بلکہ دل سے اس کی تصدیق کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ علم اور چیز ہے اور تصدیق اور چیز ہے۔ تصدیق سے مراد اذعان اور قبول کر لینا ہے۔ اسے فارسی میں "گرویدن" کہا جاتا ہے۔ حقیقت میں دل رنگ قبول سے رنگا جاتا ہے اور نور یقین سے منور ہو جاتا ہے۔ علم صرف جاننے کو کہتے ہیں۔ تمام کفار عرب علی الخصوص' اہل یہودی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی جانتے تھے اور یہ علم اتنا مضبوط تھا جیسے کہ وہ اپنے بیٹے کو پہچان رہے ہوں۔

یَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ (البقرۃ آیت ۱۴۶)

وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی خبریں' آپ کی صورت و سیرت' عادات و خصائل نام و نشان مقام پیدائش یہودیوں کے کتابوں میں لکھا تھا۔ ان کی زبانوں پر جاری تھا۔ بہت سے یہودی اسی انتظار میں دنیا کے مختلف ممالک سے اٹھ کر مدینہ پاک میں آباد ہو گئے تھے اور اپنی عمر اسی شوق میں گزار دیں اور مرنے سے پہلے اپنی اولاد کو یہ وصیت کرتے رہے کہ اگر نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو ہمارا سلام پہنچاؤ۔ ہمارے اسلام لانے کی خواہش کا اظہار کرو۔ غرضیکہ یہود سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی دوسرے فرقے کو علم نہ تھا۔ مگر جب نبوت کا آفتاب جہانتاب طلوع ہوا۔ یہودیوں کی شقاوت ازلی نے ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیئے اور حسد و عناد سے حقیقت حال کو نہ پا سکے۔ کفر و انکار کے گڑھوں میں گر گئے اور نجات کی ساری راہوں سے محروم ہو گئے۔

اس سے یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ علم و عقل بغیر عنایت الٰہی عزوجل اور ہدایت خداوندی کے کسی کام نہیں آتے اور اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

وَ جَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَيۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا" وَّ عُلُوًّا" ۔ (النمل آیت ۱۴)

انہوں نے ظلماً" انکار کر دیا۔ غرور و حسد سے گمراہ ہو گئے۔ حالانکہ ان کے دل یقین

www.alahazratnetwork.org

کر چکے تھے۔

نعوذ باللہ من علم لا ینفع و قلب لا یخشع۔

ہم اس علم سے پناہ مانگتے ہیں جو نفع نہ دے اور اس دل سے جو خدا عزوجل سے نہ ڈرے۔

۔ ملے کی راہ بحق نہ نماید جہالت است

و ھو لا یزید ولا ینقص

(ایمان میں کمی و بیشی نہیں ہوتی)

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایمان کی حقیقت قلبی تصدیق کا دوسرا نام ہے۔ تصدیق قلبی تو ایک ہی ہوا کرتی ہے۔ اس میں تعدد کا دخل نہیں تو پھر ایمان میں بیشی و کمی بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کمی و بیشی بھی تو ایک عدد ہے۔ جس میں کثرت و تعدد پائی جاتی ہے۔ اگر تصدیق کے باوجود اعمال کو بھی داخل ایمان کر لیا جائے تو پھر عمل کی زیادتی اور کمی کو بھی ایمان پر اثر انداز ہونا ماننا پڑے گا چونکہ ایسا نہیں۔ پس یہ بات بھی نہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول۔

ولا یزید ولا ینقص۔

بلا اشکال و اشتباہ درست ہے۔ حقیقت میں یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اعمال ایمان کا حصہ نہیں ہیں اور یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے۔

ایمان اور اسلام

ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے۔ لیکن ایمان کے مفہوم سے مراد تصدیق قلبی ہے اور حال باطن ہے اور اسلام ظاہری اعمال کے اتباع اور انقیاد کا دوسرا نام ہے۔ آیتہ کریمہ ملاحظہ ہو۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (الحجرات آیت ۱۴)

اعرابیوں نے کہا ہم ایمان لائے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں فرما دیں۔ تم ایمان تو نہیں لائے۔ (یعنی دل سے تصدیق نہیں کی) لیکن یہ کہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ یعنی ظاہری احکام کے فرمانبردار ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اس حکم سے مراد یہ ہے کہ ہر مومن مسلمان ہے اور ہر مسلمان مومن ہے۔ اس میں کسی قسم کی مغائیرت نہیں ہے۔

اقرار ایمان بلفظ انشاء اللہ عزوجل

علمائے کرام نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ آیا یوں کہنا کہ میں انشاء اللہ عزوجل مومن ہوں درست ہے یا نہیں۔ علمائے احناف نے ایسا کہنے سے منع کیا ہے۔ مگر علمائے شافعیہ جائز قرار دیتے ہیں۔ ان دونوں میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ اگر انشاء اللہ سے مقصد کسی قسم کے شبہ یا تردد کا اظہار ہے تو حنفیہ کا فیصلہ درست ہے اور اگر اللہ عزوجل کا نام تبرکاً" یا تیمناً" لیا گیا ہے تو شافعیہ کا فیصلہ بھی درست ہے۔ مقصود یہ ہے کہ عجب و غرور دور کیا جائے اور ان تمام شبہات کو ذہن سے دور رکھا جائے کیونکہ شبہات و تردد ایمانی تصدیق کے منافی ہیں۔

اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" سے مراد یہی ہے بلا شک و شبہ ایمان کا اقرار کیا جائے۔ غرضیکہ بعض وجوہ میں کلمہ انشاء اللہ عزوجل کہنا درست ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ نہ کہا جائے تاکہ شک و تردد کا احتمال بھی نہ ہونے پائے۔

ایمان بالجبر

ایمان البأس غیر مقبول

بأس دراصل شدت اور عذاب کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد وہ عذاب و شدت ہے جو سکرات موت و معائنہ احوال آخرت سے پیدا ہوں۔ احادیث میں تواتر کے ساتھ یہ بات آئی ہے کہ موت کے وقت ہر شخص کو اپنا مال نظر آجاتا ہے۔ مومن اپنی آنکھوں سے بہشت اور کافر دوزخ کو دیکھ لیتا ہے۔ اگر کافر ایسی حالت میں ایمان لائے گا تو قابل اعتماد و اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ ایمان تو انسان کے غیب اور اختیار سے لانا چاہئے۔ انسان کے قصد استقلال امر اور اطاعت فرمان الٰہی عزوجل کا بڑا دخل ہے۔ مگر ایسی حالت میں ایمان لانا ایمان بالغیب نہیں کہلاتا ہے بلکہ اضطراری حالت میں ہوتا ہے۔ قیامت کے دن تمام کافر فریاد کریں گے۔

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا" اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۔ (السجدۃ آیت ۱۲)

www.alahazratnetwork.org

اے اللہ عزوجل! ہماری آنکھیں بینا ہو گئیں، کان سننے لگے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ تیرے پیغمبروں علیہم السلام نے دنیا میں خبریں دیں اور تیری کتابوں میں لکھا تھا وہ درست تھا۔ ہمیں ایک بار پھر دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم ایمان لائیں۔ اچھے کام کریں اور ثواب کے مستحق بنیں۔

تمام اہل حق اس مسئلہ پر اتفاق رائے رکھتے ہیں کہ "ایمان یاس" مقبول نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے۔

ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم تغیر غرغرۃ

اللہ عزوجل بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ کی نوبت نہ آجائے۔

غرغرہ موت کی حالت، سکرات کی شدت اور روح کا حلق میں سختی پر پیدا ہونا۔ قرآن پاک نے اسے یوں بیان فرمایا ہے۔

فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (المومن آیت ۸۵)

یعنی یاس و عذاب دیکھتے وقت ایمان لانا نفع بخش نہیں ہوتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ **لَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ** (النساء آیت ۱۸)

ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو گناہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ موت ان کے سر پر آجاتی ہے اور کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔

اس آیت کے ساتھ یہ استدلال اور واضح ہو جاتا ہے۔ پہلی آیت میں یہ احتمال ہے کہ رویت یاس سے قیامت کی نشانیاں مراد ہیں۔ جیسے مغرب سے آفتاب نکلنا، بعض مفسرین نے اس آیت کو اسی انداز میں پیش کیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے یہ بات صریحاً ثابت ہو جاتی ہے۔ موت کے ڈر سے توبہ و ایمان قابل قبول نہیں ہے۔ مگر جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ گناہ و معاصی سے توبہ بھی موت کے خوف کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔ علمائے اشاعرہ ماتریدیہ اور دوسرے فقہا کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مگر اکثر علمائے کرام مرض الموت یا خوف موت کی توبہ کو قابل قبول جانتے ہیں۔ مگر ایمان یاس باجماع ناقابل قبول ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ایمان وتوبہ یاس

اوپر کی بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اجماع امت اسی پر ہے کہ فرعون کا ایمان جس کا اقرار جو غرقابی کے وقت کیا گیا تھا۔ قابل قبول نہیں کیونکہ غرقابی کے وقت زندگی خطرے میں تھی اور یہ اضطراری ایمان پائیدار نہیں ہو سکتا۔ تمام علمائے امت' مجتہدین' مشائخ اور مقتدایان امت کا اعتقاد یہی ہے۔ چنانچہ شرع کی اصطلاح میں ہر جگہ ایسا ایمان مذموم' مقبوح اور کفر و استکبار کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ آیات قرآنی اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ فرعون کافر تھا۔ قبیح تھا اور جہنمی تھا۔

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى۔ (نازعات آیت ۲۵)

ہم نے اسے پچھلوں اور پہلوں کے لئے عبرت بنا دیا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ۔ (ہود آیت ۹۸)

جو شخص بھی لغت عرب کو جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ یقدم قومہ کا معنی یہی ہے کہ وہ اپنی قوم سمیت جہنم میں جائے گا۔ وہ اپنی قوم کا پیشوا اور سردار ہو گا۔ حدیث پاک میں زمانہ جاہلیت کے معروف شاعر امرا القیس کی مذمت میں ارشاد ہوا ہے۔

یقدم الشعراء الی النار۔

وہ جہنم میں جانے والے شعراء کی پیشوائی کرے گا۔ ایک اور جگہ فرمایا۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ۔ (القصص آیت ۳۹)

فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ تکبر کیا۔ زمین پر ناحق گمان کرتے تھے کہ ان کا لشکر بڑا مضبوط ہے۔ مگر انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ ان کا مال اور بازگشت اس ذوالبطش شدید قہار کی طرف ہے۔

چنانچہ کافر بھی اسی غلط گمان میں مبتلا ہیں۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ (القصص آیت ۴۰)

ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو قہر و عذاب میں مبتلا کر دیا اور انہیں دریائے نیل کی موجوں کے حوالے کر دیا۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ۔ (القصص آیت ۴۰)

www.alahazratnetwork.org

تم دیکھو کہ ظالمین کی عاقبت کیسے ہوتی ہے۔ پھر مزید فرمایا۔

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ۔ (القصص آیت ۴۰)

ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو دوزخیوں کا امام اور پیشوا بنا دیا اور وہ انہیں پکارتے ہوں گے۔

وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ○ (القصص آیت ۴۰)

انہیں قیامت کے دن کوئی مدد نہیں ملے گی بلکہ وہ مطرود اور مردود ہوں گے۔

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ۔
(القصص آیت ۴۰)

ہم نے اس دنیا میں ان کے لئے لعنت مقرر کی ہے اور ان کا لشکر رسوا ہو گا۔

قرآن پاک کی ان آیات سے فرعون کا حال و مال بخوبی معلوم ہو گیا ہے۔ اگر وہ مسلمان یا پاک ہو کر مرتا تو قرآن اسے ان الفاظ میں ذکر نہ کرتا۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ یہ استکبار و ظلم کی سرگزشت محض اس کی زندگی سے تعلق رکھتی ہے تو پھر بھی ہمیں قرآن کے اس قول کے سامنے۔

وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ۔

فرعون اور اس کا لشکر قیامت کے دن رسوا ہوں گے۔ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اضطراری حالت میں اس کا ایمان قابل قبول نہیں تھا۔ عقل و وجدان قطعاً یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ فرعون اللہ عزوجل کے نزدیک سچا مومن ہے۔ اس کی زندگی کے ایک کارنامے کی تعریف نہیں ملتی۔ اس کی آخرت کے اچھا ہونے کا بھی کہیں ذکر نہیں ملتا کہ ہمارا فلاں بندہ زندگی بھر تو فسق و فجور میں مبتلا رہا مگر آخر کار ہمارے فضل و رحمت سے درست ہو گیا۔ ہر جگہ فرعون کی مذمت ہی پائی جاتی ہے اور ملامت کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس کے ایمان لانے یا اسلام قبول کرنے کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ اس آیات پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (یونس آیت ۹۰)

یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہنے لگا میں ایمان لایا کیونکہ اللہ عزوجل کے

www.alahazratnetwork.org

بغیر میرا کوئی معبود نہیں جسے بنی اسرائیل اپنا معبود بنائیں' میں مسلمان سے ہی ہوں۔

اس آیۂ کریمہ کے سیاق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظالم عمر بھر تکبر و غرور اور اسراف میں غرق رہا۔ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے اس کے اور اس کے لشکر کے لئے عذاب کی درخواست کی۔ جب وہ زندگی سے مایوس ہو گیا اور عذاب الٰہی عزوجل کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا تو زبان سے اسلام کا اقرار کرنے لگا۔ حکم ہوا کہ اس وقت ایمان کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ اختیار ہاتھ سے جاتا رہا ہے۔ وہ تمہارا کفر و فساد کہاں گیا۔ آج ہم تجھے دنیا پر بھی رسوا کریں گے اور تیری نعش کو دریا سے نکال کر تماشا گاہ عالم بنائیں گے تاکہ لوگ اس سنگین مآل سے عبرت حاصل کر سکیں۔ خدا عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غرور اور سرکشی کا انجام یہی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ذلت و رسوائی ہوتی ہے۔

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ○ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى ○
(نازعات آیت ۲۶)

اللہ عزوجل نے فرعون کو دنیا و آخرت کے عذاب میں گرفتار کیا۔ اسی میں عبرت ہے' سیکھنے والے کے لئے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ خیال کہ حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (فرعون کی بیوی) نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا تھا۔

قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ (القصص آیت ۹)

یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو۔ حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا محض گمان و خیال تھا۔ اس واقعہ میں اللہ عزوجل کی حکمت یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام ظالم کے ہاتھ سے خلاصی پائیں اور ہلاک نہ ہو جائیں۔ کیونکہ فرعون اس وقت کسی نرینہ اولاد کو زندہ چھوڑنے کے حق میں نہیں تھا۔ حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو بچانے کی ایک تدبیر بنائی اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس فراست و الہام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نبی و مرسل ہونا معلوم کر لیا

www.alahazratnetwork.org

تھا۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا (القصص آیت ۸)

پیدا ہونے کے بعد آل فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا تاکہ ان سے دشمنی نہ کرسکے۔

اس عداوت سے مراد وہ عداوت ہے جو نفس الامر میں ہوا کرتی ہیں۔ اگر فرعون مسلمان ہو کر مرتا تو یہ عداوت دائمی نہیں ہوتی تھی۔ قرآن پاک کے علاوہ احادیث میں فرعون کی مذمت پائی جاتی ہے۔ ساری امت کا اجماع اسی پر ہے۔ صحابہ تابعین رضی اللہ عنہم۔ علماء مجتہدین' مشائخ متقدمین و متاخرین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بکثرت ثابت ہے کہ وہ کافر مرا۔ اگر اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا تو اس کا کفرو طغیاں ضرب المثل نہ ہوتا۔

فرعون اور ابوجہل

جب غزوہ بدر میں ابوجہل لعین مارا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مات فرعون هذه الامة۔

اس امت کا فرعون مارا گیا۔

اگر فرعون پاک ہوتا تو اس کے ساتھ ابوجہل جو قطعی دوزخی تھا' کی تشبیہہ نہ دی جاتی۔ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ یہ تشبیہہ اس کفرو تکبر کی بنا پر ہے جو اس کی زندگی میں رونما ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں کہیں نہیں آیا کہ ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کے بعد سابقہ کفرو بغاوت کی تشبیہیں دی جائیں کیونکہ اسلام ماقبل کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ قریش کے بہت سے روساء جنہوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ضائع کیا۔ ایمان لانے کے بعد وہ دنیا سے ایمانی دولت کو ساتھ لے گئے۔ شریعت میں ان کے زندگی کے حالات کے متعلق کہیں بھی مذمت یا ہجو نہیں ملتی۔

قرآن پاک نے خصوصیت کے ساتھ فرعون کے کردار کو مکروہ کہا ہے۔ مشائخ میں سے کسی نے بھی اسے مومن نہیں جانا۔ صرف شیخ محی الدین عربی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فصوص الحکم میں مومن قرار دیا ہے۔ ان کا یہ خیال اگر ایمان یاس کے قبول ہونے پر مبنی ہے تو اجماع کے خلاف ہے اور اگر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ فرعون کی حالت

www.alahazratnetwork.org

"باس" کے ضمن میں نہیں آتی تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ دریا میں غرقابی کا علم اور موت کی قربت کا احساس سے بڑھ کر کیفیت اضطرار کہاں ہو سکتی ہے۔ جب اجماع سے فرعون کا کفر ثابت ہے اور حالت باس کی نفی کرنا ایمان کے ثابت کرنے کے لئے بیکار ہے۔ خود شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ میں فرعون کی مذمت بیان کرتے ہوئے سخت کافر لکھا ہے' فرماتے ہیں۔

"دوزخ میں مراتب و درجات ہیں۔ بعض ایک دوسرے کی نسبت شدید ہیں' ایک حصہ سرکش اور مغرور لوگوں کے لئے ہے۔ جیسے فرعون وغیرہ کہ اشد کافر ہیں۔"

مگر فصوص میں اس عبارت کے خلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ فصوص میں آیت قرآنی

حَتّٰىٓ اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ (یونس آیت ۹۰)

کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ مگر تحقیق اور معتقد علیہ خیال ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں بھی وہی ہے جو فتوحات مکیہ میں ہے۔

ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اور ایمان فرعون

اگر ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں فرعون کا ایمان درست ہوتا تو امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اہل علم اجماع امت کے نظریہ کے خلاف کس طرح اسے صاحب ایمان قرار دے سکتے ہیں۔ دلائل شرعیہ میں اجماع تو قطعی دلیل ہوتی ہے۔

بہرحال ہمیں حیرت ہے کہ اس معاملہ میں کیا فیصلہ کیا جائے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تغافل و اغماض سے کام لیتے ہوئے "تکلفا" شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے قول کو اجماع امت کے مطابق مان لیا جائے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تمام آئمہ دین کے برعکس حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک قول تسلیم کر لیا جائے اور موجودہ زمانہ کے بعض نادانوں کی طرح اسلام کے پیشواؤں کے بالکل خلاف جاتے ہوئے فرعون کو مومن تسلیم کر لیا جائے۔

نعوذ باللہ من الخلل والزلل

www.alahazratnetwork.org

انبیاء علیہم السلام کے بغیر دنیا میں کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ کسی سے اجتہاد میں خطا ہو بھی جائے تو کیا نقصان ہے۔ مذہبوں کے امام' دین کے پیشوا جن کی تمام عالم اسلام اتباع کرتا ہے۔ ان سے بھی دینی مسائل میں کئی جگہ غلطی سرزد ہوئی ہے۔ ایسی غلطی اجتہادی غلطی کہلاتی ہے۔ اگر شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ میں اجتہادی خطا ہو گئی ہے تو کونسی قیامت ٹوٹ پڑی۔ ہمیں حیرانی تو اس بات پر ہے کہ اجماع امت کے برخلاف صرف ایک شخص کی رائے پر مسئلہ کو کس طرح تسلیم کر لیا جائے۔ اگر یہ عقیدہ صحیح ہے کہ ساری امت میں ایک ہی ذات حق بات کہہ سکتی ہے تو اس کے لئے بھی دلیل کی ضرورت ہو گی۔ محض تقلید اور اتباع مطلوب ہے تو دوسرے مجتہدین کی اتباع اور تقلید بھی نظرانداز نہیں ہونی چاہیے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ صاحب کشف و یقین ہیں۔ حقائق و دقائق اور معارف کا سرچشمہ ہیں اور ان سے شرعی مسئلہ میں غلطی ناممکن ہے اور انہوں نے جو کچھ رائے قائم کی ہے بلا کمی بیشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے تو یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ اس مقام پر ہم دم بخود ہیں۔

شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے حقائق و معارف اپنی جگہ پر درست اور کسی عامی آدمی کو حق نہیں کہ وہ دم مارے۔ مگر یہ تو فقہ کا مسئلہ ہے۔ اس میں صحیح قیاس اور دلیل کی ضرورت ہے۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ انبیاء علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی خطا و خلل سے معصوم نہیں۔ آخر آپ نے فتوحات میں فرمایا ہے اور آپ کے تمام تابع اس قول کو نقل بھی کرتے آئے ہیں کہ قرآن کریم میں کوئی آیت دائمی عذاب کے لئے نازل نہیں ہوئی اور آگ میں داخل ہونا بھی تو عذاب کو مستلزم ہے۔ پس آگ میں ہمیشہ اقامت بھی عذاب کو مستلزم نہ ہوا۔ حالانکہ قرآن حکیم میں دائمی عذاب کا ذکر بہت جگہ آیا ہے۔

وَفِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ — وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

(المائدہ آیت ۸۰)

سورہ فرقان میں ہے۔

وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا" — ہمیشہ عذاب میں ذلیل ہو۔

www.alahazratnetwork.org

سورہ الم سجدہ میں ہے۔

وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ہمیشگی کے عذاب کا مزہ چکھو۔

سورہ زخرف میں یوں ہے۔

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ بیشک مجرم ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے علم و کمال کے باوجود خلود عذاب کا قائل نہ ہونا شیخ کی بھول نہیں تو اور کیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اعتقاد کے معاملہ میں سواد اعظم کے ٹھوس نظریہ سے ہمیں جدا نہیں رہنا چاہئے اور ائمہ مجتہدین کے تابع ہونا چاہئے۔ خاص کران مسائل میں جس میں ساری امت کا اجماع ہے اور اتفاق ہے۔ علیحدہ نہیں جانا چاہئے۔ ہاں آداب و اخلاق میں مشائخ کا اتباع نہایت ضروری ہے اور ان پر حسن ظن سے اعتقاد رکھنا چاہئے اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ان کے کلام کو علماء مجتہدین سے مطابقت دی جائے۔ ریاضت و مجاہدہ میں پوری ثابت قدمی سے کام لینا چاہئے۔ اگر استعداد کامل ہے' نیت صادق ہے اور مجاہدہ قوی ہے تو انوار و احوال خود بخود کھل جائیں گے اس میں کسی قسم کا تکلف' تصنع اور تقلید کی ضرورت نہیں۔

شیخ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کی رائے

شیخ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب زواجر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت۔

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (المومن آیت ۸۵)

(جب وہ ہمارا عذاب دیکھ لیں گے تو انہیں ایمان کچھ فائدہ نہیں دے گا) تمام علمائے امت اور مجتہدین نے فرعون کے کفر پر اجماع کیا ہے۔ اگر کسی کے نزدیک اللہ عزوجل پر ایمان لانا معتبر بھی ہو تو بھی اجماع کے انعقاد میں شک نہیں کیونکہ صرف اللہ عزوجل پر ایمان لانا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر انداز کر دینا ایمان کے لئے کافی نہیں۔ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ فرعون اللہ عزوجل پر ایمان لے آیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ

www.alahazratnetwork.org

السلام پر ایمان نہیں لایا تھا تو ایسا ایمان پھر بھی اس کے لئے مفید نہیں۔ اگر کوئی کافر ہزار بار بھی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ الْمُسْلِمُوْنَ

کہتا پھرے جب تک ان محمدا" رسول اللہ نہ کہے گا مومن نہیں کہا جا سکتا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرعون کے جادو گر بھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے ان کا ایمان کیونکہ مقبول ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جادو گروں نے کہا تھا۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ○ (الاعراف آیت ۱۲۲)

ہم تمام جہان کے پالنے والے پر ایمان لائے کیونکہ وہ موسیٰ و ہارون علیہم السلام کا رب عزوجل ہے تو ایمان کی نسبت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے رب عزوجل کی طرف کرتے ہوئے موسیٰ و ہارون علیہم السلام پر ایمان لانا ثابت ہو گیا۔ فرعون نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کوئی نسبت نہیں رکھی اور کہا۔

الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ۔ (یونس آیت ۹۰)

(وہ خدا عزوجل جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے)

دوسری بات یہ بھی ذہن نشین ہونی چاہئے کہ جادو گر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور معجزہ موسیٰ علیہ السلام پر رسول علیہ السلام کے معجزہ پر ایمان لانا عین رسول علیہ السلام پر ایمان لانا ہے۔ جادو گر صریحا" حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ مگر فرعون کے کلام میں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان اشارتا" بھی نہیں پایا جاتا۔ وہ بنی اسرائیل کا اقرار تو کرتا رہا۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا کفر بدستور رہا جس کی وجہ سے وہ کافر ہی رہے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ بعض صوفیا نے لکھا ہے کہ عذاب دیکھنے کے وقت ایمان لانا بھی مفید ہے تو فرعون کے کفر پر اجماع کا دعویٰ کیسے قابل قبول ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔ اول تو صوفیاء کی ایسی تحریریں صحیح نہیں اور اگر بعض مجتہد صوفیاء نے ایسا لکھا ہے تو وہ قابل اعتماد ہے۔ مگر اجماع امت کے سامنے فرعون کے ایمان پر ان کے اقوال کو نظرانداز کرنا ہو گا۔ کیونکہ فرعون پر صرف حالت اضطرار میں ایمان لانے کی وجہ سے کفر عائد

www.alahazratnetwork.org

نہیں ہوتا بلکہ اس نے حالت یاس و اضطرار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا گوارا نہ کیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ ایمان اضطراری کی صحت کے قائل ہیں اور انہوں نے فرعون کے ایمان کو اسی اجتہاد سے تسلیم کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ سے مسلم اور مقرر نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی شخصیت بھی معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔ آیات و احادیث تواتر کے ساتھ ایمان یاس کو ناقابل قبول قرار دیتی ہیں۔ ان آیات و احادیث کے ہوتے ہوئے کسی تاویل کی ضرورت محسوس نہیں کی جا سکتی۔ آئمہ' صحابہ' تابعین اور مجتہدین علیہم الرضوان نے حدیث و اجماع سے اتفاق کیا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایمان یاس صحیح نہیں تو فرعون کا ایمان نہ لانا بھی ثابت ہے اور اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ایمان یاس صحیح ہے تو بھی فرعون کا ایمان موسیٰ و ہارون علیہم السلام پر نہیں تھا۔ لہٰذا محض ایمان باللہ تو قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

گناہ کبیرہ سے ایمان ساقط نہیں ہوتا

گناہ کبیرہ بندہ مومن کو ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ایمان کی اصل تصدیق قلبی ہے اور اعضاء کے اعمال ایمان کی حقیقت میں شامل نہیں۔ لیکن بغیر اعمال صالحہ کے ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ناقص ہے اور کسی چیز کا ناقص ہونا' اسے بالکل معدوم نہیں کر سکتا بلکہ اس کو درجہ کمال سے گرا دیتا ہے اس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ کبیرہ گناہ مومن کو ایمان سے محروم نہیں کرتا۔ لیکن کامل ایمان نہیں رہتا۔ گناہ و فسق انسان کو کافر نہیں بناتے۔ لیکن گناہ گار بنا دیتا ہے۔ اندریں حالات یہ بات تسلیم کرنا ہو گی کہ مومن دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو مطیع و فرمانبردار ہیں' وہ مومن کامل کہلاتے ہیں' دوسری قسم کے مومن عاصی و بدکردار یہی مومن ناقص ہوتے ہیں۔ فاسق و عاصی کو قرآن نے مومن کے خطاب سے مخاطب کیا ہے اور ان پر اسلام کے سارے احکام نافذ و جاری ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

کے صحابہ کرام علیہم الرضوان گنہگار فاسقوں کی نماز جنازہ ادا کرتے رہے ہیں اور انھیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے رہے ہیں۔ ان کے واسطے دعاو استغفار کرتے رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گنہگار اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

گناہ کبیرہ و گناہ صغیرہ

گناہ کی دو قسمیں ہیں' کبیرہ و صغیرہ۔ گناہ کبیرہ وہ ہے جو یقینی دلیل سے ثابت ہو اور اس پر باقاعدہ وعید آئی ہو۔ ناحق قتل کرنا' زنا کا مرتکب ہونا' نیک منکوحہ کو زنا کی تہمت لگانا' دوچند کافروں کے مقابلہ سے بھاگ جانا' لواطت کا ارتکاب کرنا' جادو کرنا' یتیم کا ناحق مال کھانا' مسلمان والدین کو ناحق ستانا' مکہ معظمہ کے حرم میں ممنوعہ اشیاء کا کرنا' سود کھانا' چوری کرنا' شراب و نشہ آور چیز کا استعمال کرنا' سور کا گوشت کھانا' جھوٹی گواہی دینا' بلاوجہ سچی گواہی چھپانا' بلا عذر رمضان کے روزے نہ رکھنا' نماز نہ پڑھنا' نماز بے وقت ادا کرنا' زکوۃ نہ دینا' جھوٹی قسمیں کھانا' قطع رحم کرنا' ناپ تول میں بددیانتی کرنا' مسلمانوں سے بلاوجہ لڑتے رہنا' قدرت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہاتھ روک لینا' قرآن پاک یاد کر کے بھول جانا' کسی جاندار کو آگ میں جلانا' عورت ہو کر اپنے خاوند کی نافرمان ہونا' مرد ہوتے اپنی بیوی پر ظلم و تعدی کرنا' میاں بیوی میں لڑائی کی بنیاد رکھنا' علمائے دین اور حافظان قرآن کی توہین کا مرتکب ہونا' اللہ عزوجل کی مغفرت سے ناامید ہونا' اس کے عذاب سے بے خوف رہنا' یہ سارے اعمال گناہ کبیرہ میں شامل ہیں اور مولانا جلال الدین دوانی رویانی سے نقل کئے ہیں۔

حضرت رویانی حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے' بعض علماء کرام نے گناہ کبیرہ کے متعلق مزید امور کا بھی ذکر کیا ہے۔ مگر گناہ کبیرہ معلوم کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ شریعت میں جس کے متعلق وعید آئی ہو' اس کے ارتکاب کا نام گناہ کبیرہ ہے۔ جو ایسا نہ ہو' وہ گناہ صغیرہ کہلائے گا۔ چونکہ گناہ صغیرہ میں اتنی شدت نہیں ہے اس لئے اس سے بچنا بھی ذرا مشکل ہے۔ مذہب مختار بھی یہی ہے کہ گناہ صغیرہ سے تقویٰ کو نقصان نہیں پہنچتا۔ بشرطیکہ اس کی عادت نہ بنائی جائے۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب اگرچہ ایمان میں ضعف و نقصان پاتا ہے مگر دائرہ اسلام سے باہر نہیں جاتا۔

www.alahazratnetwork.org

فرقہ خارجیہ اور معتزلہ کا استدلال

خارجیہ فرقہ تو کبیرہ چھوڑ کر گناہ صغیرہ کے مرتکب کو بھی کافر کہتے ہیں۔ یہ مذہب چونکہ بذات خود باطل ہے لہٰذا اس کی بات قابل اعتبار نہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کرنے والے نہ مومن رہتے ہیں اور نہ انہیں کافر کہا جا سکتا ہے۔ یہ پہلا مسئلہ ہے جو اسلام میں تمام مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے اور معتزلہ ہی ایسا فرقہ ہے جو بنائے اسلام میں رخنہ اندازی کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ عقل و خرد کے تابع ہیں۔ وہ ظاہری نصوص کو بھی تاویلات کے چکر میں لے جاتے ہیں۔ یہ مذہب باطل اور ناقابل اعتماد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کو دو صفوں میں رکھا ہے یا مسلمان ہیں یا کافر۔ فرمایا۔

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ۔ (التغابن آیت ۲)

ان دو کے بغیر کوئی بھی تیسری قسم نہیں ہے۔

حقیقت میں ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔ ایمان کی قوت اور نورانیت کے سامنے تمام گناہ بے حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں جس طرح نیکیاں کفر کی حالت میں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ اسی طرح برائیاں بھی ایمانی قوت کے سامنے ہیچ ہوتی ہیں اور کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ ہاں کمال ایمان میں یقیناً" فرق آ جاتا ہے۔

اگر بطور استخفاف کے گناہ کئے جائیں، حرام کو حلال جانتے ہوئے گناہ کو کچھ نہ سمجھے تو یہ کفریہ بات ہے اور تصدیق قلبی کے خلاف ہے۔ مگر جو شخص حرام کو حرام اور حلال کو حلال جانے مگر بشریت کے تقاضا سے خواہشات نفس کا شکار ہو جائے تو وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ تصدیق قلبی جو ایمان کی جان ہے۔ دل میں موجود ہے۔ ایسا شخص مسلمان ضرور ہے اگرچہ اس کے اعضا و جوارح نافرمان ہیں۔ جو دل کا کہا نہیں مانتے" خاص کر ایسے وقت جب عذاب کا خوف اور مغفرت کی امید اور توبہ کا ارادہ ہو۔

ان رعائتوں کے باوجود مغرور نہیں ہونا چاہئے کیونکہ گناہ کی نحوست دل کی صفائی اور ایمان کی شگفتگی کو اس طرح کھو دیتی ہے کہ نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ دل سیاہ ہو جاتا ہے اور کفر کے بالکل قریب کر دیتی ہے جب انسان گناہ کا عادی بن جاتا ہے تو اسے کفر سے بچنا

www.alahazratnetwork.org

بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے' اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ اگر توبہ کرے تو یہ داغ دور ہو جاتا ہے۔ ورنہ دن بدن بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر دل ایمانی باتیں اور حق کی گفتگو نہیں سن سکتا۔ ختم اور طبع کے یہی معنی ہیں۔ جو قرآن نے بیان کئے ہیں۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (المطففین آیت ۱۴)

وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (توبہ آیت ۹۳)

وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

ان تینوں آیات میں مختلف کیفیتوں کا اظہار کیا گیا ہے۔ پہلی میں ایسا نہیں جو ان کا گمان ہے۔ دوسری میں دل زنگ آلود ہوتے ہیں اور تیسری میں مہریں لگا دی جاتی ہیں۔

گناہ کے اثرات

گناہ اگرچہ مومن کو ایمان سے محروم نہیں کر سکتا۔ مگر کفر کے خوف سے بچا نہیں سکتا۔ سلامتی اسی بات میں ہے کہ دنیا کے معاملات کو بقدر ضرورت اختیار کیا جائے۔ یہ ایسا تین قسم کی احتیاطوں سے ہو سکتا ہے۔ اول اس قدر کھانا کھایا جائے کہ بھوک روکی جا سکے۔ دوسرے کپڑے اس قدر استعمال میں لائے جائیں جو ستر کے لئے کافی ہوں۔ مکان اس قدر لیا جائے جو گرمی و سردی سے پناہ گاہ ثابت ہو سکے۔ ان حالات میں حدود سے تجاوز کرتے ہوئے مباحات کے میدان میں قدم رکھنے اور آرام و آسائش کی وسعت کے دروازے کھولنا مشتبہات و مکروہات تک پہنچا دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ انسان محرمات کا ارتکاب کرنے سے بھی باز نہیں رہتا۔ اسلام کی سرحدیں یہاں تک ختم ہو جاتی ہیں۔ آگے کفر کی وادی ظلمات ہے۔

غرضیکہ کمال و نقصان کی ترقی و زوال کے یہی دو راستے ہیں۔ ایمان میں ترقی و کمال اسی بات سے ہوتی ہے کہ واجبات' سنتیں اور نفل ادا کئے جائیں اور مرتے دم تک اس پر قائم رہا جائے۔ زوال اس وقت شروع ہوتا ہے جب انسان مشتبہات اور حرام میں پڑے۔ سلامتی اور حقیقت تو خوف و رجا کے درمیان ہی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اہل کبائر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہیں رہیں گے

مومن گناہ کبیرہ کرنے والے ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔ خواہ وہ بلا توبہ ہی مر گئے ہوں کیونکہ انسان گناہ کبیرہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا اور قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہمیشہ دوزخ تو دین کے منکروں اور کافروں کے لئے ہی ہے۔ چنانچہ گناہ گار اور مرتکبان کبائر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔ اگر وہ توبہ کے بغیر مر گئے تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں دوزخ میں رکھے گا۔ پھر معاف کر دے گا اور بہشت میں داخل کر دے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہشت میں رہیں گے۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بعض گناہ گار تو محض ایک لمحہ کے لئے دوزخ میں ٹھہریں گے۔ بعض ایک دن' بعض ایک سال' بعض اس سے بھی زیادہ۔ لیکن دنیا کی عمر سے زیادہ کوئی مومن بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ یہ مدت سات ہزار برس ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ابن ابی حاتم اور ابن شاہین نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بیان کیا گیا ہے۔

مشرک ابدی دوزخی ہیں

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (النساء آیت ۴۸)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ مشرک اور کافر ہرگز نہیں بخشے جائیں گے۔ باقی گناہ صغیرہ و کبیرہ کے مرتکب خواہ توبہ کریں یا نہ کریں جب اللہ تعالیٰ انہیں چاہے گا بخش دے گا۔

یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ

اللہ عزوجل جو چاہے کرے اور جو ارادہ فرمائے حکم دے۔

غرضیکہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ مومن و کافر' مومنین میں سے مطیع و عاصی ہیں۔ عاصیوں میں سے توبہ کرنے والے اور توبہ سے محروم لوگ "کفار تو اجماعاً" دوزخ میں رہیں گے۔ مومن مطیع اور عاصی تائب بالاتفاق جنت میں جائیں رہا وہ گنہگار جنہوں

www.alahazratnetwork.org

نے اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں دوزخ میں رکھا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا۔ گناہوں کی مقدار کے پیش نظر دوزخ میں رہنے کے بعد داخل جنت کیا جائے گا۔ مگر اس کی یہ رہائی شفاعت یا شفاعت کے بغیر یقینی ہے۔

عذاب و مغفرت

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (البقرۃ آیت ۲۸۴)

اللہ عزوجل جسے چاہے عذاب دے جسے چاہے بخش دے۔

گناہوں کے بخش دینے میں بہت سی احادیث ہیں۔ ایک حدیث سوال کے باب میں مذکور ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا۔ اس کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا۔ جب بندہ دیکھے گا کہ اعمال نامہ میں گناہوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مگر اعمال نامہ کی پشت پر وہ نیکیاں درج ہوں گی جنہیں تمام مخلوقات دیکھ کر رشک کرے گی۔ خداوند تعالیٰ اپنی رحمت سے حکم کرے گا۔ اے بندے! دنیا میں' میں نے تیرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا آج بخش دیا ہے۔ اب تم بہشت میں جاؤ اور ہمیشہ رہو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اس کی رحمت عامہ کے پیش نظر ہے۔ عقل اسے اپنے معیار پر جانچنے سے قاصر ہے اور عقل کو یہ بھی اختیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس بخشش کے حکم کے سامنے دریافت کرے کہ کافر کو کیوں بخش دیا گیا۔ اسے پہلے کیوں بخشا گیا اور اسے بعد میں کیوں بخشا گیا۔

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے جس بات کا ارادہ کرتا ہے حکم کرتا ہے۔

اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ اس کا حکم خلاف وعدہ نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ وعید کے خلاف ہو۔ یہ محض اس کا کرم ہے۔ کریموں کی عادات ہوتی ہے کہ احسان و انعام کا وعدہ کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔

الكريم اذا وعد وفى۔

سخی جب وعدہ کرتا ہے پورا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب غصے اور عذاب سے ڈراتا ہے تو یہ اس کی وعید ہے۔ اس سے

www.alahazratnetwork.org

درگزر کرنا اور معاف کر دینا بھی شان کریمی کی ایک جھلک ہے۔

بعض علماء کی بھی رائے ہے کہ وہ اپنے وعدہ اور وعید دونوں کے خلاف نہیں کرتا۔ ورنہ اس کی وعیدی خبریں سب جھوٹی ثابت ہوں گی۔ حالانکہ اس کی ذات تو جھوٹ سے مبرا اور پاک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وعید کی خبروں میں ممکن ہے کہ اس کے کرم کے مقتضا کے موافق مشیت کی شرط مقدر ہو۔ اگرچہ اس کی تصریح نہیں کی گئی اور وعدے جیسے ہونے والے تھے، ویسے ہی ہوں۔ وہ آیات و احادیث جن میں مشیت کا بیان ہے۔ تقدیر مشیت کا قرینہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ وعید کی خبروں سے استحقاق عذاب مراد ہے۔ اس کا وقوع بالفعل مراد نہیں۔ بعض اوقات انشاد وعید بھی مراد ہے۔ حقیقیہ خبر مراد نہیں۔ ان حالات میں جھوٹ یا تکذیب واقع نہیں ہوتا۔

گناہ صغیرہ پر سزائیں

چھوٹے گناہوں پر بھی عذاب ہو سکتا ہے کیونکہ کفر کے بغیر تمام چھوٹے بڑے گناہ مواخذہ و عذاب اللہ عزوجل کی مشیت پر موقوف ہوتے ہیں۔ صغیرہ بھی گناہ ہے اس لئے اس پر عذاب و مواخذہ بھی ہو سکتا ہے۔

اللہ عزوجل کے رسول علیہم الصلوۃ السلام

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے اپنے رسول بھیجے۔ وہ انسانوں کو جنت کی خوشخبری سناتے رہے اور دوزخ سے ڈراتے رہے۔ انسانوں کی دین و دنیا کے کاموں میں رہنمائی فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ خود فاعل اور مختار ہے۔ جو چاہتا ہے اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے اسے کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں اور کسی چیز سے مجبور و محکوم بھی نہیں۔ عقل اس پر حکم نہیں چلا سکتی بلکہ وہ اس کی خود محکوم ہے۔ اس نے اپنے فضل و کرم سے وہ تمام چیزیں جس سے بقائے عالم اور بقائے زندگانی انسان اور اس کے دنیا و آخرت کے کاموں میں اصلاح و درستی ہو سکے۔ اپنی قدرت و حکمت سے سرانجام دیتا ہے۔ وہی اس کا ضامن اور کفیل ہے۔ رزق کا دینا، اپنے بندوں کو ہدایت کے لئے پیغمبروں علیہم السلام کا بھیجنا، گو یہ تمام امور اس پر واجب نہیں، لیکن وہ اپنی عادت کریمانہ سے ان تمام کاموں کو

www.alahazratnetwork.org

سرانجام دیتا ہے۔

چونکہ عام لوگ اس کے دربار سے کماحقہ فیضان حاصل کرنے کی براہ راست صلاحیت نہیں رکھتے اور عالم ملکوت تک پہنچنا بھی بڑا دشوار ہے۔ اس لئے اس نے اپنے بندوں سے بعض کو برگزیدہ بنا دیا اور انہیں اپنی ذات وصفات اور اعمال کی معرفت عطا کی اور جن امور میں انسان کی بھلائی تھی وان کو سکھا دیئے۔ وہ دنیا میں آئے تاکہ اس کے بندوں کو اس کی طرف بلا سکیں اور ہدایت کا راستہ دکھا سکیں اور دنیا و آخرت میں جن چیزوں کی ضرورت ہے اس کی رہنمائی کر سکیں۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت کو پیدا کیا' اسے نیک انسانوں کی قیام گاہ بنا دیا۔ دوزخ بنایا' اور اسے نافرمانوں کی جائے عذاب بنا دیا۔ اب ایسے اچھے کام جو انسان کو بہشت میں لے جائیں یا دوسرے کام جن سے دوزخ مقدر ہو چکی ہو' محض عقل سے حل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا تاکہ وہ مخلوق کو بتا سکیں کہ فلاں فلاں کام سے فلاح و بہبود حاصل ہوتی ہے اور فلاں فلاں برے کام تباہی کا راستہ دکھاتے ہیں۔ اس صورت حال سے مخلوق کے پاس کسی قسم کی حجت یا عذر باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ فرمایا۔

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ (النساء آیت ۱۶۵)

تاکہ لوگوں کو رسولوں علیہم السلام کے آنے کے بعد اللہ عزوجل پر کوئی حجت یا عذر نہ رہے۔

اور پھر فرمایا۔

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (الانبیاء آیت ۱۰۷)

ہم نے آپ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو رحمت عالم بنا کر بھیجا۔

فی الواقع تمام علوم کے مادے اور اصول خواہ وہ زمین سے متعلق ہوں یا آسمان سے' حضرات انبیاء علیہم السلام کے فیضان کا نتیجہ ہیں۔ علم کا مبداء اور سرچشمہ تو وحی آسمانی ہے۔ تمام علماء اور حکماء اسی سے ہی علوم حاصل کرتے ہیں۔ سب نے اسی سرچشمہ سے پانی پیا۔ یہ ممکن ہے کہ قیاس' اجتہاد مجاہدہ کے سبب علماء کرام نے بہت سے باتیں بڑھائی

www.alahazratnetwork.org

ہوں اور لوگوں کے اطمینان کے لئے انہیں مختلف انداز میں بیان کیا ہو۔ مگر یہ تمام چیزیں تو علوم وحی کی شرح و تفسیر ہی ہیں۔

اگر یہ خیال گزرے کہ بعض علوم تو شریعت کے مخالف ہیں، اس کا سبب کیا ہے، ہمارے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ قدرت تو اسی طرح ہے کہ شرائع سابقہ منسوخ ہوں۔ وقت کے مطابق احکام بدلے جائیں۔ جب یہ صورت حال پیدا ہوئی، بعض لوگ تو پہلے دین پر قائم رہے اور نئے پیغمبر کی متابعت کی مخالفت کرنے لگے اور اس طرح وہ بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں سے بھی محروم رہے۔ بعض نے تحریف کر کے بعض چیزیں اپنی طرف سے بڑھا دیں اور ایک جماعت ایسی ہوئی کہ انہوں نے اپنی عقل سے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ کو بروئے کار لاتے ہوئے بحث و جدل اور قیل و قال کے دروازے کھول دیئے۔ ایک طبقہ تو اس طرح کہنے لگا کہ دنیا کے حکماء نے اپنی ریاضت و استدلال سے کسی کی مدد کے بغیر ہی علوم ایجاد کر لئے ہیں اور انہیں کسی دوسرے واسطے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ ان لوگوں کا یہ خیال بڑا غلط اور بعید از علم تھا۔

دراصل علم کے حاصل کرنے کا واحد ذریعہ تو استاد ہی ہے۔ مطالب زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا تو اپنے فہم و استنباط کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں اس نکتے کو یوں واضح کیا ہے۔

انما العلم بالتعلم والحلم بالتحلم۔

علم سیکھنے سے آتا ہے اور حلم بردباری سے میسر ہوتا ہے۔

معجزات انبیاء علیہم السلام اور تائید الٰہی عزوجل

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی تائید معجزات اور آیات سے فرمائی ہے۔ ان چیزوں سے یقین و ایمان کی دولت حاصل ہوتی ہے چونکہ ہر ایک دعوے کی ایک دلیل ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ عزوجل کے رسول علیہ السلام ہیں۔ اس کے سفیر ہیں تو معجزات ان کے دعوے کی دلیل ہے۔

www.alahazratnetwork.org

معجزہ کیا ہے؟

معجزہ اس خرق عادت کو کہتے ہیں جو مدعی نبوت سے ظاہر ہو اور اس کے دعویٰ کی تائید کرے اور غیر نبی ایسا معجزہ پیش کرنے سے عاجز ہو۔ خرق عادت کے معنی یہ ہیں کہ ظاہری اسباب کے بغیر ہی ایسا کام نبی کے ہاتھوں ظاہر ہو جسے ہم سمجھنے سے عاجز آ جائیں۔

حکیم مطلق نے دنیا کے تمام امور اسباب پر موقوف رکھے ہیں۔ قانون قدرت یہی ہے کہ بغیر اسباب کے کوئی کام پیدا نہیں کرتا۔ اسی کو عادت کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ اپنی قدرت سے اس عادت کو توڑ دیتا ہے اور کسی ظاہری سبب کے بغیر ہی اپنے رسول علیہ السلام کے ہاتھوں پورا کر دیتا ہے تاکہ یہ چیز اس کی رسالت کی دلالت بن سکے۔ چنانچہ معجزہ اللہ عزوجل کا فعل ہے نہ کہ رسول علیہ السلام کا۔ کیونکہ قانون قدرت کو توڑنا انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ معجزہ نبی کی صداقت کی یقینی دلیل ہے۔ معجزہ کو دیکھتے ہی نبی کی صداقت کا یقین ہو جاتا ہے۔ نفس اس کی تصدیق پر مجبور ہو جاتا ہے اور مجال انکار نہیں رہتی یہی نفس کی جبلی اور پیدائشی خاصیت ہے۔

نبوت کا دعویٰ ایک غیر معمولی اور عظیم الشان کام ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے دلیل بھی اتنی قوی ہونی چاہئے' معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قہر کا مظہر ہوتا ہے۔ اس کے غلبے اور رعب کے سامنے کسی کے پاؤں نہیں جمتے اور اختیار ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اس کے برعکس عقلیہ و نقلیہ دلائل تو گویا چند گرہ ہیں۔ جو خیال کے دھاگے میں لگا دی جاتی ہیں۔ اس سے دشمن کو الزام دینا اور اسے ساکت کرنا بڑا ہی مشکل ہوتا ہے۔ نزاع وجدال کا راستہ ان سے مسدود نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ علم الکلام اور فلسفہ کے دلائل یقینی نتائج لانے سے عاجز رہے ہیں۔

اگر معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ایک انسان منکر اور کافر رہے تو یہ بات اس کی ازلی بد نصیبی اور دلی عناد کے بغیر اور کیا ہو سکتی ہے۔

اول الانبیاء علیہ السلام اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

سب انبیاء علیہم السلام سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب کے آخرین یعنی خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

www.alahazratnetwork.org

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ (الاحزاب آیت ۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری سے دین کا کامل کرنا اور مکارم اخلاق کا پورا کرنا مقصود تھا۔ جب یہ مقصد پورا ہو گیا اور اخلاق مکمل ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پیغمبر علیہ السلام کی ضرورت نہ رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء علیہم الرضوان اور امت کے علماء ہی اسلام کے محافظ اور مددگار بن گئے اور قیامت تک اس کی اشاعت و نگہبانی کے لئے کافی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی تعداد

بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعداد مقرر نہ کی جائے۔ بعض حدیثوں میں اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان ہوئی ہے۔ مگر قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَ رُسُلاً قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْکَ۔

(النساء آیت ۱۶۴)

ان میں سے بعض انبیاء علیہم السلام کا حال تو بیان کر دیا ہے اور بعض کا بیان نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس خبر کے بعد فرما دیا گیا ہو چونکہ قرآن کریم میں تعداد بیان نہیں کی گئی۔ لہٰذا اس کے مجمل اور پوشیدہ رکھنے میں احتیاط ہے۔

ذوالقرنین کی نبوت

بعض علماء نے ذوالقرنین کو پیغمبر تسلیم کیا ہے۔ مگر اکثر کی رائے ہے کہ وہ ایک مسلمان انصاف پسند بادشاہ تھا۔ ہمارے نزدیک بھی یہی بات درست ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی خیال ہے۔

بعض علمائے کرام نے اسے فرشتہ لکھا ہے۔ مگر یہ بات بعید از قیاس ہے۔ علمائے تاریخ نے نام میں بھی اختلاف کیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام اسکندر تھا۔ بعض مورخین نے عبداللہ، مرزبان مرزبی اور ہرمن لکھا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے نام کتابوں میں آتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

سکندر رومی فیلسوف کا بیٹا تھا جس کے مشیر و مصاحب حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جس نے چشمہ آب حیات کی جستجو کی مگر نہ پا سکا۔ اسکندر یونانی ایک اور شخص ہوا ہے وہ یونان یا فث کے بیٹے نوح علیہ السلام کے پوتے کی اولاد میں تھا اور اس کا وزیر ارسطو تھا۔

بعض علمائے تاریخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا ہے۔ امام حدیث و تفسیر حضرت ابن الحق علیہ الرحمتہ نے لکھا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پیدا ہوا تھا۔

کہتے ہیں کہ چار آدمیوں نے مشرق سے مغرب تک دنیا کو فتح کیا۔ ان میں دو مسلمان اور دو کافر تھے۔ مسلمانوں میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین اور کافروں میں سے نمرود اور بخت نصر۔ آخرین زمانہ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے۔

سکندر کا نام ذوالقرنین کی وجہ بھی مختلف علماء نے مختلف انداز میں پیش کی ہے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ وہ دو قرن زمین کا مالک تھا۔ (یعنی مشرق و مغرب کا یا روم فارس یا روم و ترکی کا) اس لئے اسے ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے دو گیسو تھے۔ اس لئے ذوالقرنین کے لقب سے یاد کیا جاتا رہا۔ بعض کے نزدیک اس کے سر پر بیل کی طرح دو سینگ تھے۔ ایک قول یوں بھی ہے اس نے دو قرن بادشاہی کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جہاد میں اس کے سر پر دو زخم آئے اس لئے اسے ذوالقرنین کہا جانے لگا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھی حضرت ابن کور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ذوالقرنین پیغمبر نہیں تھا۔ وہ ایک خدا ترس انسان تھا اور اس کے سر پر اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے داہنی طرف زخم آگیا جس سے جان بحق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پھر زندہ کیا۔ پھر بائیں طرف زخم آیا اور وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پھر زندگی دی۔ اس وقت سے اس کا نام ذوالقرنین پڑ گیا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب تک پہنچ گیا ہے اور اس کے

www.alahazratnetwork.org

دونوں اطراف کا مالک بن گیا ہے۔ اس لئے اس کا نام ذوالقرنین پڑ گیا ہے۔

حضرت لقمان کی نبوت

آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے خواہر زادے یا خالہ زاد بھائی ہیں۔ بعض علمائے تاریخ نے لکھا تھا کہ آپ نبی تھے مگر صحیح یہ ہے کہ ولی اللہ عزوجل اور حکیم تھے۔ انہوں نے اپنی عمر میں ایک ہزار پیغمبروں علیہم السلام کی خدمت اور شاگردی کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت لقمان نبی تھے۔ بادشاہ نہیں تھے۔ وہ حبشی غلام تھے، بکریاں چرایا کرتے تھے۔ مگر اللہ عزوجل نے انہیں برگزیدہ بنا دیا۔ حکمت و عمل اور جوانمردی کے انعامات سے آپ کو نوازا اور اپنی کتابوں میں آپ کا ذکر اچھے انداز میں فرمایا۔

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق یہ روایت بالکل صحیح ہے کہ وہ دراز عمر بنی ہیں۔ مخلوقات ارضی کی آنکھوں سے محجوب نہیں۔ آب حیات سے مستفیض ہوئے ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ بعض علماء انہیں صرف ایک ولی اللہ عزوجل کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ بعض آپ کو فرشتہ تصور کرتے ہیں۔ مگر یہ خیال باطل ہے۔ جمہور اہل علم و تحقیق کی یہی رائے ہے کہ وہ زندہ ہیں اور جب تک دنیا میں قرآن پاک موجود ہے انہیں موت نہیں آئے گی۔

حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے۔

"خضر (خ کی زبر اور ضاد نقطہ دار کے زیر اور خ کے زیر اور ضاد نقطہ دار کے سکون سے دونوں طرح پڑھا جاتا ہے)۔ کا نام "بلیا بن ملکان" ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ فرعون کے لڑکے تھے۔ مگر یہ بات نہایت عجیب و غریب اور شاذ ہے۔ بعض کہتے ہیں، مالک کے بیٹے الیاس کے بھائی ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی فرزند ہیں۔

غرضیکہ باتفاق مشائخ صوفیہ اور جماہیر علمائے امت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور محدثین کا ایک طبقہ جن میں حضرت امام بخاری، ابن المبارک، ابن عربی اور ابن جوزی

www.alahazratnetwork.org

ہیں۔ خضر علیہ السلام کی زندگی سے انکار کرتے ہیں۔ ان حضرات کے سامنے وہ حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی وفات کے قریب فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی جاندار بھی سو سال سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا۔ مگر اس حدیث کے معانی میں تاویل و تفسیر سے کام لیا جاتا ہے۔

خضر علیہ السلام کی ملاقات اولیاء اللہ کے ہاں بڑی معروف بات ہے۔ وہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے صحابہ علیہم الرضوان کے پاس تعزیت کے لئے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ۔

لو کان خضر حیا" لزارنی۔

اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو میں ان سے ملاقات کرتا۔ ملاقات خضر علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ اس قسم کی ملاقات عرف و عادت پر ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث و روایت کی ہیں اور بعض مشائخ نے یہ احادیث حضرت خضر علیہ السلام سے براہ راست سنی ہیں۔

عورتوں کی نبوت

حضرت مریم' آسیہ' سارہ' ہاجرہ' حوا اور ام موسیٰ جن کا نام تھا علیہن السلام' کی نبوت کے متعلق ایک قول نقل کیا ہے۔ مگر یہ صحیح ہے کہ نبوت مردوں سے ہی مختص ہے اور قرآن پاک میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا" نوحی الیھم۔ (النحل آیت ۴۳)

ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں وہ مرد ہی تھے' جن کی طرف ہم نے وحی فرمائی۔

اگرچہ قرآن پاک میں مذکورہ بالا عورتوں پر بھی وحی نازل ہوتی رہی ہے اور ان کا تذکرہ پیغمبروں علیہم السلام کے ساتھ آیا ہے۔ لیکن اس بات سے ان کی پیغمبری اور نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ وحی سے ان مقامات پر الہام و اعلام مراد ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

و اوحی ربک الی النحل۔ (النحل آیت ۶۸)

تیرے رب عزوجل نے شہد کی مکھی کی طرف وحی بھیجی۔ انبیاء علیہم السلام کے

www.alahazratnetwork.org

ساتھ ان نیک عورتوں کا تذکرہ ان کی بزرگی اور عظمت کے اظہار کے لئے ہے۔

عصمت انبیاء کرام

تمام انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے پاک' سچے اور خدا عزوجل کی طرف سے احکام پہنچانے والے تھے۔ وہ اپنے منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوئے جو کچھ بھی پیغمبروں علیہم السلام نے کہا ہمیشہ سچ کہا اور جو کچھ وہ لائے وہ اپنے اللہ عزوجل کی طرف سے لائے۔ انہوں نے ہمیشہ امر و نواہی کے احکام کو کماحقہ پورا کیا۔ وہ گناہوں سے پاک تھے۔ ان کا دعویٰ معجزہ سے ثابت ہوتا رہا اور انہوں نے جو کچھ بھی کہا اپنے اللہ عزوجل کی طرف سے کہا۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ۔ (المائدۃ آیت ۹۹)

رسول علیہ السلام کے ذمہ بجز پیغام حق پہنچانے کے کچھ نہیں۔ اگر وہ جھوٹ بولیں تو ان کے یہاں بھیجنے کی حکمت باطل ہو کر رہ جائے اور اگر وہ خود ہی گناہ میں ملوث ہو جائیں تو مخلوق خدا عزوجل ان سے نفرت کرنے لگے۔ نصیحت و ارشاد کے سرچشمے بند ہو جائیں گے۔ چنانچہ انبیاء کرام جھوٹ اور گناہ کبیرہ سے معصوم ہیں' نہ ان سے قصداً" گناہ سرزد ہوتا ہے اور نہ ہی بھولے سے۔ وہ ایک لقمہ برابر چوری کے مرتکب نہیں ہوتے اور کسی حقیر سے حقیر چیز پر ان کی نیت خراب نہیں ہوتی۔ وہ معاملات میں رتی بھر بھی کمی و بیشی روا نہیں رکھتے۔

انبیاء کرام کی لغزشیں

جمہور اہل سنت کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام سے عمداً" یا سہواً" گناہ کبیرہ و صغیرہ سرزد نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ بات ان کے مناصب جلیلہ اور مراتب عالیہ کو زیب دیتا ہے۔ صلوٰت اللہ علیہم اجمعین۔

مدینہ کے بعض علماء' محدثین اور فقہا نے قصیدہ امالہ کی شرح میں یوں بیان فرمایا ہے۔ انبیائے کرام سے احکام الٰہی عزوجل کے پہنچانے اور رسالت کے متعلق امور کو

www.alahazratnetwork.org

سرانجام دینے میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں ہوتی۔ ان کے علاوہ بعض صغیر معاملات میں سہو سرزد ہو جائے تو تعجب کی بات نہیں۔ چنانچہ سجود سہو کے باب میں مذکور ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو خطائیں یا لغزشیں منسوب ہیں' بعض تو ان میں سے صحیح ہیں اور بعض صحیح نہیں اور ان کی تاویلیں کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کی ظاہری صورت پر اعتقاد نہیں کرنا چاہئے۔

انبیاء علیہم السلام کی ابدی زندگی

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کبھی معزول نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے جو مراتب و درجات رسالت انہیں عطا فرمائے ہیں۔ وہ ان سے کبھی نہیں چھنتا۔ رسالت موت کے بعد بھی قائم و جاری رہتی ہے۔ بلکہ ہم تو یہاں تک کہیں گے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو موت نہیں آتی اور زندہ جاوید ہیں اور باقی ہیں۔

ان کے واسطے بس ایک ہی موت ہے جو ایک دفعہ واقع ہوئی۔ اس کے بعد ان کی روحیں انہیں بدنوں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور جو زندگی انہیں دنیا میں دی جاتی ہے وہی زندگی ان کی عالم برزخ میں ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی زندگی سے کامل تر ہوتی ہے کیونکہ شہداء کی زندگی پوشیدہ اور معنوی ہوتی ہے۔

شریعت اور نبوت

کسی نبی علیہ السلام کی شریعت کے منسوخ ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کی نبوت بھی منسوخ ہو گئی ہے۔ اولیاء اللہ عزوجل معزول ہونے کے خوف سے اور خاتمہ بالخیر کے لئے ہر وقت مقام خطر میں رہتے ہیں۔ اگر ان کا خاتمہ بالایمان ہوا تو ولی ہیں' ان کی موت نیند کی طرح ہوتی ہے۔

قبروں سے استعانت و استمداد

قبروں سے امداد و اعانت طلب کرنے کے متعلق فقہا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کے ہاں انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ تمام لوگوں کی قبروں کی زیارت محض عبرت اور موت کی یاد تازہ کرنے کے لئے ہے۔ قبروں کی زیارت سے مردوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے

www.alahazratnetwork.org

اور ان کے حق میں استغفار فائدہ رساں عمل ہے۔ نبی علیہ السلام کا بقیع کی قبروں کی زیارت کرنے کے لئے جانا تو احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔(ا)

ب۔ استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات و مالک مستقل و غنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی عزوجل وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے۔ نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے بلکہ واسطہ وصول فیض و ذریعہ و وسیلہ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعاً" حق ہے۔ خود رب العزۃ تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا۔

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (المائدۃ آیت ۳۵)

اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو بایں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس حصر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے منافی نہیں جس طرح وجود حقیقی کہ خود اپنی ذات سے بے کسی کے پیدا کئے۔ موجود ہونا' خاص بجناب الٰہی تعالیٰ و تقدس ہے۔ پھر اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہ ہوگیا۔ جب تک وہی وجود حقیقی نہ مراد نہ لے۔

حقائق الا شیاء ثابتۃ

پہلا عقیدہ اہل اسلام کا ہے۔ یونہی علم حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور تعلیم حقیقی کہ بذات خود بے حاجت بدیگر القائے علم کرے اللہ جل جلالہ سے خاص ہیں۔ پھر دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا شرک نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں۔ خود رب العزت تبارک و تعالیٰ قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو علیم علماء فرماتا ہے اور حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد کرتا ہے۔

یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (البقرۃ آیت ۱۲۹)

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا کرتا ہے۔ یہی حال استعانت و فریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور معنی وسیلہ و توسل و توسط غیر کے لئے ثابت اور قطعاً" روا بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں۔ اللہ عزوجل وسیلہ و توسل و توسط بننے سے پاک ہے۔ اس سے اوپر کون ہے کہ یہ

www.alahazratnetwork.org

اس کی طرف وسیلہ ہو گا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا۔

حدیث میں ہے جب اعرابی نے حضور پر نور صلوات اللہ تعالی و سلامہ علیہ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شفیع لاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت گراں گزرا۔ دیر تک سبحان اللہ عزوجل سبحان اللہ عزوجل فرماتے رہے پھر فرمایا۔

و یحک انہ لا یستشفع باللہ علی احد شان اللہ اعظم من ذالک۔

ارے ناداں اللہ عزوجل کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی شان اس سے بہت بڑی ہے۔ رواہ ابو داؤد عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ

اہل اسلام انبیاء اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل و علی کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں اور حق تو یہ ہے کہ استعانت کے معنی اعتقاد کر کے جناب الہی جل و علی سے کرے تو کافر ہو جائے۔ مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہئے نہ اللہ عزوجل کا ادب نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف، نہ ایمان پاس۔ خواہی نخواہی اس استعانت کو بھی ایاک نستعین میں داخل کر کے جو اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے۔ اسے اللہ تعالی سے خاص کئے دیتے ہیں۔

ایک بیوقوف نے کہا تھا۔

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے　　جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفراللہ تعالی نے کہا۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے　　اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا سے توسل کر کے اسے کسی کے یہاں وسیلہ وذریعہ بنایئے اسی وسیلہ بننے کو ہم اولیائے کرام علیہم اجمعین سے مانگتے ہیں کہ وہ بارگاہ

www.alahazratnetwork.org

الٰہی عزوجل میں ہمارا وسیلہ و ذریعہ و واسطہ قضائے حاجات ہو جائیں۔ اس بیوقوفی کے سوال کا جواب اللہ عزوجل نے اس آیہ کریمہ میں دیا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (النساء آیت ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کر کے تیرے پاس حاضر ہوں پس اللہ عزوجل سے معافی چاہیں اور معافی مانگے۔ ان کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائے تو بے شک اللہ عزوجل کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا۔ پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ عزوجل سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت و نعمت پائیں گے۔ یہی ہمارا مطلب ہے جو قرآن کی آیت صاف فرما رہی ہے۔ مگر وہابیہ تو عقل نہیں رکھتے۔ خدارا انصاف اگر آیتہ کریمہ ایاک نستعین میں مطلق استعانت کا ذات الٰہی جل و علیٰ میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہو گی کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص و اشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں۔ یا آیت میں خاص انہیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے نہیں۔ نہیں جب مطلقاً" ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہو گی کہ انسان ہوں یا جمادات احیا ہوں یا اموات ذوات ہوں یا صفات افعال ہوں یا حالات غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ اب کیا جواب ہے آیہ کریمہ کا کہ رب جل و علیٰ فرماتا ہے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۔ (البقرۃ آیت ۱۵۳)

استعانت کرو۔ صبر و نماز سے کیا صبر خدا عزوجل ہے' جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے کیا نماز خدا عزوجل ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۔ (المائدۃ آیت ۲)

آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیز گاری پر۔ کیوں صاحب اگر غیر

www.alahazratnetwork.org

خدا سے مدد ملنی مطلقاً" محال تو اس حکم الٰہی عزوجل کا حاصل کیا اور اگر ممکن تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔ حدیثوں کی تو گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث میں صاف صاف حکم ہے کہ صبح کی عبادت سے استعانت کرو۔ شام کی عبادت سے استعانت کرو۔ کچھ رات رہے کی عبادت سے استعانت کرو۔ علم کے لکھنے سے استعانت کرو۔ سحری کے کھانے سے استعانت کرو۔ دوپہر کے سونے سے استعانت و صدقہ سے استعانت کرو۔ عورتوں کی خانہ نشینی میں انھیں ننگا رکھنے سے استعانت کرو۔ حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو۔ کیا یہ سب چیزیں وہابیہ کے خدا ہیں کہ ان سے استعانت کا حکم آیا۔ یہ حدیثیں خیال میں نہ ہوں تو مجھ سے سنئے۔

(۱) البخاری والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ و الہ وسلم استعینوا بالغدوۃ والروحۃ و شیء من الد لجۃ۔

(۲) الترمذی عن ابی ہریرۃ ۔

(۳) والحکیم الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم استعن بیمینک علی حفظک۔

(۴) ابن ماجہ والحاکم والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عنہ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم استعینوا بطعام السحر علی صیام النہار و بالقیلولۃ علی قیام اللیل۔

(۵) الدیلمی فی مسند الفردوس عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم استعینوا علی الرزق بالصدقۃ۔

(۶) ابن عدی فی الکامل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم استعینوا علی

www.alahazratnetwork.org

النساء بالعری فان احد هن اذا کثرت ثیابها و احسنت زینتها اعجبها الخروج

(۷) الطبرانی فی الکبیر والعقیلی و ابن عدی و ابو نعیم فی الحلیۃ والبیھقی فی الشعب عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ۔

(۸) والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ

(۹) والخلعی فی فوائدہ عن امیر المؤمنین علی ن المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ

(۱۰) والخرائطی فی اعتلال القلوب عن امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم استعینوا علی انجاح الحوائج بالکتمان۔

یہ دس حدیثیں تو اعمال سے استعانت میں ہوئیں' بیس حدیثیں اشخاص سے استعانت میں لیجئے کہ تیس احادیث کا عدد کامل ہو۔

احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ بسند صحیح ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

انا لا نستعین بمشرک۔

ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کرتے۔ اگر مسلمان سے استعانت بھی ناجائز ہوتی تو مشرک کی تخصیص کیوں فرمائی جاتی و لہذا امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وسق نامی سے کہ دنیاوی طور کا امانت دار تھا۔ ارشاد فرماتے۔

اسلم استعن بک علی امانۃ المسلمین۔

مسلمان ہو جا کہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔ وہ نہ مانتا تو فرماتے ہم کافر سے استعان نہ کریں گے۔

امام بخاری تاریخ میں حبیب بن یساف رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔

www.alahazratnetwork.org

انا لا نستعین بالمشرکین علی المشرکین۔

ہم مشرکوں سے مشرکوں پر استعانت نہیں کرتے۔

و رواہ الامام احمد ایضا۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن نسائی میں ہے۔ چند قبائل عرب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم والا نے مدد عطا فرمائی۔

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اتاہ رعل و ذکوان و عصیۃ و بنو لحیان فزعموا انھم قد اسلموا واستمدوہ علی قومھم فامدھم النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ الحدیث

صحیح مسلم و ابو داؤد و ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی میں ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے۔ حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ عرض کی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت عطا ہو۔ فرمایا بھلا اور کچھ عرض کی بس میری مراد تو یہی ہے۔ فرمایا تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ و حاجتہ فقال لی سل۔ ولفظ الطبرانی فقال یوما" یا ربیعۃ سلنی فاعطیک رجعنا الی لفظ مسلم قال فقلت اسألک مرافقتک فی الجنۃ قال او غیر ذالک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔

الحمدللہ یہ جلیل و نفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر فقرہ سے وہابیت کش ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اعنی فرمایا کہ میری اعانت کر۔ اسی کو استعانت کہتے ہیں۔ یہ درکنار حضور والا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا مطلق طور پر سل فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، جان وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور صلی اللہ علیہ

www.alahazratnetwork.org

وسلم کے اختیار میں ہیں۔ جب تو بلا تقیید و تخصیص فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوۃ شریف میں اس
حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔ از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نکرد
بمطلوبی خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم ہرچہ خواہد و ہرکرا خواہد باذن پروردگار خود دہد ۔

فان من جودک الدنیا و ضرتها ومن علومک علم اللوح والقلم

علامہ علی قاری علیہ رحمتہ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔
یوخذ من اطلاقه صلی الله تعالی علیه وسلم الامر بالسوال ان الله
تعالی مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق۔
یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے
مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت بخشی ہے کہ
اللہ تعالی کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں پھر لکھا۔
و ذکر ابن سبع فی خصائصه و غیره ان الله تعالی اقطعه ارض الجنة
یعطی منها ما شاء من یشاء۔
یعنی امام ابن سبع وغیرہ علمائے نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص
کریمہ میں ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔
امام اجل سیدی ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں۔
انه صلی الله تعالی علیه وسلم خلیفة الله الذی جعل خزائن کرمه و
موائد نعمه طوع یدیه و تحت ارادته یعطی منها من یشاء و یمنع من
یشاء۔
بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالی نے اپنے کرم
کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست قدرت
کے فرمانبردار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر حکم ارادہ و اختیار کر دیے ہیں کہ
جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں نہیں دیتے۔

www.alahazratnetwork.org

پھر اس جلیل حدیث میں سب سے بڑھ کر جان وہابیت پر یہ کیسی آفت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی کہ۔

اسالک مرافقتک فی الجنتہ۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں رفاقت والا سے مشرف ہوں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ۔

خیر طلب کرو نیک رویوں کے پاس۔

و فی لفظ اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ۔

نیکی اور حاجتیں خوبصورتوں سے مانگو۔

و فی لفظ اطلبو الحاجات عند حسان الوجوہ۔

حاجتیں خوش جمالوں کے پاس طلب کرو۔

ا فا ابتغیتم المعروف فاطلبوہ عن حسان الوجوہ۔

جب نیکی چاہوں تو خوبرویوں کے پاس طلب کرو۔

و فی لفظ ا ذ ا طلبتم الحاجات فاطلبوھا عند حسان الوجوہ۔

جب حاجتیں طلب کرو تو خوش چہروں کے پاس طلب کرو۔

و فی لفظ بزیادۃ فان قضی حاجتک قضاھا بوجہ طلق و ان ردک ردک بوجہ طلق۔

کہ خوش جمال آدمی اگر تیری حاجت روا کرے گا تو بکشادہ روئی اور تجھے پھیرے گا تو بکشادہ پیشانی۔

اخرجہ الامام البخاری فی التاریخ و ابو بکر بن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج و ابو یعلی فی مسندہ والطبرانی فی الکبیر والعقیلی و ابن عدی و البیھقی فی شعب الایمان و ابن عساکر۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ یا حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ

www.alahazratnetwork.org

عنہما فرماتے ہیں۔

قد سمعنا نبینا قال قولا ہو لمن یطلب الحوائج راحۃ

اغتدوا و اطلبوا الحوائج ممن زین اللہ وجہہ بصباحۃ

یعنی بے شک ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالٰی نے گورے رنگ سے آراستہ کیا ہے۔ رواہ العسکری

حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ فرماتے ہیں۔

اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشوا فی اکنافھم فان فیھم رحمتی۔

فضل میرے رحم دل امتیوں کے پاس طلب کرو کہ ان کے سائے میں چین کرو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔

و فی لفظ اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا و تنجحوا۔

اپنی حاجتیں میرے رحم دل امتیوں سے مانگو، رزق پاؤ گے مرادیں پاؤ گے۔

و فی لفظ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول اللہ عزوجل اطلبوا الفضل من الرحماء من عبادی تعیشوا فی اکنافھم فانی جعلت فیھم رحمتی۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ فضل میرے رحم دل بندوں سے مانگو، ان کے دامن میں عیش کرو گے کہ میں نے اپنی رحمت ان میں رکھی ہے۔

رواہ باللفظ الاول ابن حبان والخرائطی فی مکارم الاخلاق والقضاعی فی مسند الشھاب والحاکم فی التاریخ و ابو الحسن الموصلی وبالثانی العقیلی والطبرانی فی الاوسط و بالثالث العقیلی کلھم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کہ حضور والا ارشاد فرماتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

اطلبوا المعروف من رحماء امتی تعیشوا فی اکنافهم۔
میرے نرم دل امتیوں سے نیکی و احسان مانگو۔ ان کے ظل عنایت میں آرام کرو گے۔
اخرجه الحاکم فی المستدرک عن امیر المومنین علی المرتضی کرم الله وجهه الاسنی
کہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔
اذا ضل احدکم شیاء و اراد عونا و هو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی یا عبادالله اعینونی فان الله عبادا الایراهم۔
جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا راہ بھولے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے یوں پکارے۔ اے اللہ عزوجل کے بندوں میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ عزوجل کے بندو میری مدد کرو کہ اللہ عزوجل کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔ وہ اس کی مدد کریں گے۔
والحمدلله رواه الطبرانی
عن عتبته بن غزوان رضی الله تعالی عنه
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے۔
فیناد یا عبادالله احبسوا۔
تو یوں ندا کرے۔ اے اللہ عزوجل کے بندوں روک دو۔ اللہ عزوجل اسے روک دے گا۔
رواه ابن السنی عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالی عنه۔
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یوں ندا کرے۔
اعینوا یا عبادالله۔
مدد کرو اے اللہ کے بندو۔
رواه ابن ابی شیبته والبزار عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما۔
شفاء السقام امام علامہ مجتہد فہامہ سیدی تقی الملۃ الدین علی بن عبدالکافی و

www.alahazratnetwork.org

کتاب الاذکار امام اجل اکمل سیدی ابو زکریا نووی و احیاء العلوم وغیرہ تصانیف عظیمہ امام الانام حجۃ الاسلام قطب الوجود محمد غزالی و روض الریاحین و خلاصۃ المفاخر و نشر المحاسن و غیرہا تصانیف جلیلہ امام اجل اکرم عارف باللہ فقیہ محقق عبداللہ بن اسعد یافعی و حصین حصین امام شمس الدین ابوالخیر ابن جزری و مدخل امام ابن الحاج محمد عبدری مکی و مواہب لدنیہ و منح محمدیہ امام احمد قسطلانی و افضل القریٰ القرا ام القریٰ و جوہر منظم و عقود الجمان وغیرہ تصانیف امام عارف باللہ سیدی ابن حجر مکی و میزان امام اجل عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی و حرز ثمین ملا علی قاری و مجمع بحار الانوار علامہ طاہر فتنی و لمعات التنقیح و اشعۃ اللمعات و جذب القلوب و جمع البرکات و مدارج النبوۃ و غیرہا تالیف شیخ شیوخ علماء الہند مولانا عبد الحق محدث دہلوی و فتاوے خیریہ علامہ خیر الملۃ والدین رملی و مراقی الفلاح علامہ حسن وفائی شرنبلالی و مطالع المسرات علامہ فاسی و شرح مواہب علامہ محمد زرقانی و نسیم الریاض علامہ شہاب الدین خفاجی وغیرہا تصانیف کثیرہ علمائے کرام و سادات اسلام جن کی تحقیق و تنقیح و اثبات و تصریح استمداد و اعانت سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں۔

صحیح المسائل و سیف الجبار و بوارق محمدیہ و غیرہا تصانیف نفیسہ عماد السنۃ معین الحق حضرت مولانا فضل رسول قدس سرہ المقبول بھی دیکھیں یہ تو عام فہم زبان اردو فارسی میں خاص تمہارے ہی مذہب میں تصنیف ہوئیں اور بحمداللہ بارہا مطبوع ہو کر راحت قلوب صادقین وغیظ صدور عارفین ہوا کین علی الخصوص کتاب جلیل فیوض ارواح قدس جس میں خاص خاندان عزیزی کے صدہا اقوال صریحہ قاتل وہابیت قبیحہ منقول ہیں۔

دربارہ استعانت صوفیہ کرام علیہم اجمعین کے اقوال افعال احوال اعمال سے دفتر بھرے ہیں۔ دریا بہہ رہے ہیں۔ اس دیدے کی صفائی کا کیا کہنا۔ ذرا آنکھوں پر ایمان کی عینک لگا کر حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ مشکوۃ شریف ملاحظہ ہو۔ اس مسئلہ میں حضرات اولیائے کرام قدست اسرار ہم سے کیا ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں' آنچہ مروی و محکی ست از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل و استفادہ ازاں خارج از حصرست و مذکورست در

www.alahazratnetwork.org

کتب و رسائل ایشاں و مشہورست میاں ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم و شاید کہ منکر متعصب سود نہ کند اور کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذلک۔

اللہ اکبر ان منکرات بے دولت کی بے نصیبی یہاں تک پہنچی کہ اکابر علماء و عرفا کو کلمات حضرات اولیائے کرام علیہم اجمعین سے انہیں نفع پہنچنے کی امید نہ رہی اور فی الواقع ایسا ہی ہے۔ یوں نہ مانئے تو آزما لیجئے اور ان ہزار در ہزار ارشادات بے شمار سے امتحاناً" صرف ایک کلام پاک فرزند دلبند صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کریں جو بتصریح اعاظم اولیاء سید الاولیاء و امام الاصفیاء قطب الاقطاب و تاج الافراد و مرجع الابدال و مفزع الافراد اور باعتراف اکابر علماء امام شریعت و سردار امت و محی دین و ملت و نظام طریقت و بحر حقیقت و عین ہدایت و دریائے کرامت ہے۔ وہ کون ہاں وہ سید الاسیاد واہب المراد سیدنا و مولانا و ملاذنا و ملوانا و غوثنا و غیثنا حضرت قطب عالم و غوث اعظم سید ابو محمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی صلی اللہ تعالیٰ علی جدہ الاکرام و علی آلہ و علیہ و بارک وسلم اور وہ کلام پاک نہ ایسا کہ کسی ایسے ویسے رسالے یا محض زبانوں پر مشہور ہو بلکہ اکابر واجلہ ائمہ کرام و علمائے عظام مثل امام اجل عارف باللہ سید القراء ثقہ ثبت حجت فقیہ محدث راویۃ الحضرۃ العلیۃ القادریہ سیدنا امام ابو الحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی پھر امام اکرم شیخ الفقہا فرد العرفا عالم ربانی عامل نوائے حکمت یمانی سیدنا امام عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی کی پھر فاضل اجل فقیہ اکمل محدث اجمل شیخ الحرم المحترم مولانا علی قاری حنفی ہروی مکی و بقیۃ السلف جلیل اشرف صاحب کرامات عالی و برکات و معالی مولانا محمد ابو المعالی مسلمی معالی پھر شیخ شیوخ علماء الہند محقق فقیہ عارف نبیہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم کبرائے ملت و عظمائے امت قدسنا اللہ تعالیٰ باسرار ہم و افاض علینا من برکاتہم وانوارہم نے اپنی تصانیف جلیلہ جمیلہ معتمدہ متعدہ مثل بہجۃ الاسراء شریف و خلاصۃ المفاخر و نزہۃ الخاطر الفاتر و تحفہ قادریہ و اخبار الاخیار و زبدۃ الاثار وغیرہا میں ذکر روایت فرمایا کہ حضور پر نور جگر پارہ شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیہ و بارک وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔من استغاث بی فی کربۃ کشف عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ من توسل بی الی

www.alahazratnetwork.org

الله لی حاجتہ قضیت حاجتہ ومن صلی رکعتین یقرئولی کل رکعتہ بعد الفاتحہ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ مرۃ ثم یصلی و یسلم علی رسول الله صلی الله تعالی علیہ وسلم بعد السلام من التشھد احدی عشرۃ مرۃ و یذکرہ ثم یخطوا الی جھتہ العراق احدی عشرۃ خطوۃ مرۃ و یذکرہ ثم یخطوا الی جھتہ العراق احدی عشرۃ خطوۃ و یذکر اسمی و یذکر حاجتہ فانھا تقضی باذن الله تعالی۔

جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے۔ وہ مصیبت دور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے۔ وہ سختی دفع ہو اور جو اللہ عزوجل کی طرف کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے وہ حاجت پوری ہو اور جو دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے۔ پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود و سلام بھیجے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرے پھر بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت ذکر کرے تو بے شک اللہ تعالی کے حکم سے وہ حاجت روا ہو۔

یقول العبد صدقت یا سیدی یا مولائی رضی الله تعالی عنک و عن کل من کان لک و منک فالحمد لله الذی جعلک وارث ابیک المرسل رحمتہ و مولی النعمتہ و صلی الله تعالی علی ابیک و علیک و علی کل من انتمی الیک و بارک وسلم و شرف و کرم امین امین یا ارحم الراحمین۔ والحمد لله رب العالمین۔

حضرت ابو المعالی قدس سرہ العالی کی روایت میں الفاظ کربہ۔

کشفت ---------- فرجت ---------- قضیت

---------- بصیغہ متکلم

معلوم ہیں۔ وہ ان کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔ عمر بزاز قدس سرہ میگوید من شنیدہ ام از حضرت شیخ رضی اللہ تعالی عنہ کہ ہر کہ در کربے بمن استغاثہ کند کشفت عنہ۔ دور گردانم آن کربت را ازو و ہر کہ در شدتے بنام من ندا کند فرجت عنہ خلاص بخشم او را ازاں شدت و ہر کہ در حاجتے توسل بمن کند در حضرت جل وعلا قضیت

www.alahazratnetwork.org

له حاجت اور ابر آرم علامہ علی قاری بعد ذکر روایت فرماتے ہیں۔

و قد جرب ذالک مرارا فصح رضی اللہ تعالی عنہ۔

بے شک یہ بارہا تجربہ کیا گیا ٹھیک اوترا اللہ عزوجل کی رضا حضرت شیخ پر رضی اللہ تعالی عنہ۔

امام علامہ خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین فقیہ محدث ناصر السنۃ ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رضی اللہ تعالی عنہ کتاب مستطاب شفاء السقام میں استمداد و اعانت کو بہت احادیث صریحہ سے ثابت کرکے ارشاد فرماتے ہیں۔

ولیس المراد نسبتہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ھذا لا یقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ و منعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق اور فاعل مستقل ٹھہراتے ہوں۔ یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا تو اس معنی پر کلام کو ڈھال کر استعانت سے منع کرنا۔ دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔صدقت یا سیدی جزاک اللہ عن الاسلام و المسلمین خیرا۔ امین۔

فقیہ محدث علامہ محقق عارف باللہ امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی کتاب افادت نصاب جوہر منظم میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دے کر فرماتے ہیں۔

فالتوجہ والاستغاثۃ بہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و بغیرہ لیس لھما معنی فی قلوب المسلمین غیر ذالک ولا یقصد بھما احد منھم سواہ فمن لم ینشرح صدرہ لذالک فلیبک علی نفسہ نسال اللہ العافیۃ والمستغاث بہ فی الحقیقۃ ھو اللہ والنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم واسطۃ بینہ و بین المستغیث فھو سبحانہ مستغاث بہ و الغوث منہ خلقا و ایجادا والنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مستغاث بہ والغوث منہ سببا و کسبا"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا انبیاء و اولیاء

www.alahazratnetwork.org

علیہم الصلوٰۃ والثنا کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے۔ نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔ حقیقتہ" فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ و واسطہ ہیں تو اللہ عزوجل کے حضور فریاد ہے اور اس کی فریاد رسی یوں ہے کہ مراد کو خلق و ایجاد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فریاد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فریاد رسی یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس کی حاجت روا ہو۔

ایمان سے کہنا یہ وہی علماء ہیں جن پر تم انکار استعانت کا بہتان اٹھاتے ہو۔ مگر ہے یہ کہ حیا وہابیہ کے پاس ہو کر نہ نکلی۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہمعات میں لکھتے ہیں۔

امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود واز انجا فیض بردارد غالبا" بیروں نیست از انکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رحمتہ اللہ علیہ۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں حضور اقدس صل اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت بیان کر کے فرماتے ہیں۔

ایں مرتبہ ازاں مراتب ست کہ ہیچکس را از بشر ندادہ اند مگر بطفیل ایں محبوب برخے از اولیائے امت اور اشمہ محبوبیت آں نصیب شدہ و مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم و مشائخ المشائخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہما۔

مرزا مظہر جانجاناں اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔

آنچہ در تاویل قول حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدمی ہذہ علی رقبۃ کل

www.alahazratnetwork.org

ولی اللہ نوشتہ اند

انہیں کے ملفوظات میں ہے۔

التفات غوث الثقلین بحال متوسلاں طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شدبا ہیچکس ازاہل ایں طریقہ ملاقات شدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیف المسلول میں لکھتے ہیں۔

فیوض و برکات کارخانہ ولایت اول بریک شخص نازل میشود وازاں تقسیم شدہ بہریک از اولیائے عصر میرسد و ہیچکس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمیرسد ایں منصب عالی تاوقت ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بودہ چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوے متعلق شدو تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشدو لہذا آنحضرت "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" فرمودہ و قول غوث الثقلین "اخی و خلیلی کان موسی بن عمران" نیز براں دلالت داردا ہ ملخصا۔

یہ سب ایک طرف خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی کے بھاری پتھر کا کیا علاج وہ صراط مستقیم میں اپنے پیرجی کا حال لکھتے ہیں۔

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ۔

اسی میں ہے۔

شخصیکہ در طریقہ قادریہ قصد بیعت می کند البتہ او را در جناب حضرت غوث الاعظم اعتقادے عظیم بہم میرسد (الی قولہ) کہ خود را از زمرہ غلاماں آنجناب میشمار

اسی میں ہے۔

اولیائے عظام مثل حضرت غوث الاعظم و حضرت خواجہ بزرگ۔

یہی امام الطائفہ اپنی تقریر ذبیحہ مندرج مجموعہ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں۔

اگر شخصے بزے راخانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود واو را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست۔

www.alahazratnetwork.org

ایمان سے کہو غوث الاعظم کے یہی معنی ہوئے کہ سب سے بڑے فریاد رس یا کچھ اور خدا عزوجل کو ایک جان کر کہنا غوث الثقلین کا یہی ترجمہ ہوا کہ جن و بشر کے فریاد رس یا کچھ اور؟

.... تلخیص از برکات الامداد لاہل الاستمداد

مشائخ صوفیا کہتے ہیں کہ بعض اولیاء اللہ کا تصرف عالم برزخ میں بھی باقی رہتا ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے استمداد و استعانت فائدہ مند ہوتی ہے۔ حجتہ الاسلام امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو حضرات بحالت زندگی برکات دیا کرتے تھے۔ وہ بعد از وفات توسل و برکت دینے کی اہلیت رکھتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد روح کا باقی رہنا حدیثوں اور اجماع امت سے ثابت ہے اور بحالت حیات اور بعد وفات ہر حالت میں روح کام کرتی رہتی ہے۔ بدن کو تصرف سے کوئی تعلق نہیں اور متصرف حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ولایت کے معانی:

ولایت کے معانی فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے ہیں۔ یہ نسبت موت کے بعد اور زیادہ کامل اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ اہل کشف اور محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ زیارت کرنے والے کی روح اہل مزار کی روح سے انوار و اسرار کا عکس قبول کرتی ہے۔ جیسے ایک آئینے کے مقابلے میں دوسرا آئینہ رکھا جائے اور اس میں عکس پڑے۔ اولیاء اللہ کے مثالی بدن بھی ہوتے ہیں جن سے ظاہر ہو کہ وہ طالبان امداد کی دستگیری کرتے رہتے ہیں جو لوگ اس بات کے منکر ہیں۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

چار اولیاء قبروں میں زندہ ہیں:

مشائخ میں سے ایک بزرگ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میں نے اولیاء اللہ میں چار ایسے بزرگوں کو دیکھا ہے جو اپنی قبروں میں بھی تصرف کرتے ہیں۔ ان کا یہ تصرف ان کی زندگی کی حالت سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ ایک خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ دوسرے دو بزرگوں

www.alahazratnetwork.org

کے نام بھی بتائے گئے۔ یہ نکتہ چونکہ تفصیل طلب ہے۔ خدا نے چاہا تو ہم اس پر ایک مستقل کتاب لکھیں گے اور تھوڑا سا تذکرہ تو ہم اپنی کتاب "جذب القلوب الی دیار المحبوب (تاریخ مدینہ) میں کر آئے ہیں۔

افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو نبوت ظاہری معجزوں اور مکمل نشانیوں سے ثابت ہوئی۔ جن کی نقل تواتر کے درجہ تک پہنچتی ہے۔ ہر ایک نبی علیہ السلام کے معجزے ایک دو مقاصد کے لئے ظاہر ہوئے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تمام مقاصد کے لئے دلیل نبوت بن آئے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف تمام اجزائے عالم پر تھا زمین' آسمان' ملک' ملکوت غرضیکہ جو کمالات سابقہ انبیاء علیہم السلام کی ذات مقدسہ میں انفرادی طور پر پائے جاتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اجتماعی طور پر بدرجہ اتم پائے گئے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا سید ولد ادم ولا فخر۔

میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔ ولد آدم اور بنی آدم کا لفظ جنس آدم کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پس آدم علیہ السلام بھی اسی میں داخل ہیں۔ دوسری حدیث میں فرمایا۔

ادم ومن دونہ تحت لوائی۔

آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام ہی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

حضور علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بزرگی و مرتبہ حاصل ہے۔ ان کے بعد حضرت موسیٰ' عیسیٰ اور نوح علیہم السلام کا مقام آتا ہے۔ یہ پانچوں رسول اولو العزم مانے جاتے ہیں اور تمام انبیاء و رسل علیہم السلام سے برگزیدہ مانے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ان انبیاء کا حصہ اور مجاہدہ بھی بہت زیادہ ہے۔

www.alahazratnetwork.org

قرآن ایک معجزہ ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت بھی قدیم ہے اور اس کا کلام بھی قدیم ہے۔ روز قیامت تک دنیا میں محفوظ رہے گا۔ دوسرے معجزے ظاہر ہوتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ مگر قرآن کریم ابدی معجزہ اور زمانہ گزرنے کے باوجود زندہ اور ثابت رہے گا اور ہر دور میں مشاہدہ میں آتا رہے گا۔ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یہ بات بہت بڑی دلیل ہے کہ ان قریش کے سامنے جو تمام عرب میں فصاحت و بلاغت کے امام مانے جاتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ یہ دعویٰ پیش کیا گیا کہ

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

(البقرۃ آیت ۲۳)

اگر تم اس کلام میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے کسی شک میں ہو' اس کی طرح ایک سورۃ ہی لے آؤ۔

آج تک اس قرآن سے کسی صاحب کو جواب نہیں بن آیا۔ عرب میں اس وقت عربی زبان فصاحت و بلاغت میں نکتہ عروج کو پہنچ چکی تھی۔ وہ لوگ فصاحت کے امام تھے۔ وہ اپنی فصاحت کا سکہ چار وانگ عالم پر بٹھا چکے تھے۔ ایسے عالم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو فصاحت و بلاغت کی ایک معجزہ آفرین کتاب دے کر بھیجا کیونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی اپنے اپنے وقت کے کمالات کو سرنگوں کرنے کے لئے ویسے ہی معجزے لائے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ جادو کے چنگل میں گرفتار تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب بام عروج پر تھی۔ چنانچہ انہیں ویسے ہی معجزے عطا کئے گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت چوں کہ فصاحت و بلاغت کا چرچا تھا۔ آپ کو قرآن کی فصاحت و بلاغت سے مؤید فرمایا۔

غور کا مقام ہے کہ وہی زبان جسے عرب بولتے تھے' سمجھتے تھے اور چھوٹے بڑے جانتے تھے۔ قرآن نے پیش کی۔ مگر قرآن کی آیات کے سامنے انہوں نے اپنے عجزو

www.alahazratnetwork.org

شکست کا اعتراف کیا اور ساری عرب دنیا قرآن کے مقابلہ میں ایک آیت بھی پیش نہ کر سکی۔

قرآن کا اعجاز

جب قرآن کی پہلی آیت۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (علق آیت ۱) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ اس وقت کے فصحاء عرب کا طریقہ تھا کہ جس کلام کو فصاحت کے لحاظ سے بہت اونچا خیال کرتے تھے' اسے شہرت دوام بخشنے اور دوسرے اہل علم پر اظہار کمال کرنے کے لئے کعبتہ اللہ کے دروازے پر لٹکا دیا کرتے تھے تاکہ ہر شخص اسے دیکھ سکے۔ جب کلام ربانی پر ان لوگوں کی نظریں پڑیں اور کلام کی متانت اور طرز بیان پر غور کیا تو حیران رہ گئے۔ برملا کہہ اٹھے کہ یہ کلام آدمیوں کا نہیں بلکہ انسان ایسا کلام لانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

معتزلہ کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ قرآن پاک کی طرح کلام تالیف کرنے کی تو وہ لوگ طاقت رکھتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے سامنے ان کی قوت گویائی اور ہمتوں کو پست کر دیا تھا تاکہ وہ اس کا معارضہ اور مقابلہ نہ کر سکیں۔ ان کی زبانوں پر مہریں لگ گئیں۔ بریں وجہ وہ ایک آیت مقابلہ میں نہ لا سکے اور اس میدان میں شکست کھا گئے۔

معتزلہ کے اس اعتراض میں کو وزن نہیں لیکن پھر بھی یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے کہ وہ لوگ ایسا کلام لانے کی قدرت و قوت رکھنے کے باوجود بھی اور مقابلہ و معارضہ کی پوری خواہش کے باوجود ان کی ہمتیں جواب دے گئیں اور ان کی زبانیں اس قدر بند ہو گئیں کہ وہ ایک آیت نہ لا سکے۔ معتزلہ دراصل اپنے بودے اعتراضات اور بیہودہ استدلال سے قرآن پاک کے اعجاز کا براہ راست اعتراف کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہیں کن حالات کے پیش نظر یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ ایسا کلام پیش کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرح اپنا کلام لانے پر قادر نہیں ہے۔ ورنہ آج تک کوئی نہ کوئی تو مقابلہ میں لاتا۔ اس مضمون کو قرآن پاک خود بطور دعویٰ پیش کرتا ہے تاکہ جسے بھی ہمت ہو اس چیلنج کو قبول کرلے۔

www.alahazratnetwork.org

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان لوگوں کو فرما دیں کہ اگر تمام جن و انس قرآن کا مثل لانے کے لئے جمع ہو جائیں تو نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی امداد پر آمادہ ہو جائیں۔

(بنی اسرائیل آیت ۸۸)

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات کریمانہ، عظیم سیرت اور اعلیٰ کردار پر غور کریں تو یقین کرنا پڑے گا کہ آپ کا سراپا اللہ تعالیٰ کے اعجاز اور قدرت کا ایک کامل نمونہ ہے۔

ہر جلوہ جمال ترا ناز دیگر است — ہر نغمہ کمال ترا ساز دیگر است
اعجاز سخن وابسخن ہست احتیاج — ہر غمزہ زچشم تو اعجاز دیگر است

تمام مخلوقات کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کے نبی ہیں۔ جن و انس تمام آپ کے لوائے نبوت کے زیر سایہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ آپ کی خدمت میں جنات کا آنا قرآن سننا، ایمان لانا اور پھر اپنے ساتھیوں کو قرآن کی تعلیم دینا۔ ساری چیزیں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اکثر علماء کی رائے ہے کہ عام جن اور انسانوں پر آپ کی نبوت آپ کا خاصا ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا بلا شبہ جنات مکلف ہیں اور مکلف وہی ہو سکتا ہے جو پیغمبر علیہ السلام سے یا کسی صادق القول سے روایت سنے۔ یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ جنات میں کوئی نبی نہیں ہوا۔

قرآن پاک میں جنات کے متعلق یہ الفاظ آتے ہیں۔

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

جنوں نے کہا! اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتری ہے وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق بات بیان کرتی ہے۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ جن پہلے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

www.alahazratnetwork.org

شریعت پر چلتے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنات مختلف پیغمبروں علیہم السلام پر ایمان لاتے رہے ہیں۔ لیکن ان کے سامنے نہیں آتے تھے۔ فقط کتاب اللہ عزوجل کو سن کر اور شریعت کے احکام کو معلوم کر کے ہی عمل کر لیا کرتے تھے۔ ان پیغمبروں علیہم السلام نے بالمشافہ جنوں کو دعوت اسلام نہیں دی۔ مگر جناب رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو خطاب کیا اور دعوت فرمائی۔ جنوں کو بالمشافہ دعوت ایمان دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔

علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضحاک کا یہی مذہب ہے اور یہی بات صحیح ہے۔ بعض علماء کی تحقیق ہے کہ آپ کی رسالت فرشتوں پر بھی ہے۔ مگر یہ بات شاذ ہے۔ محققین کے نزدیک آپ کی رسالت کائنات کے ذرہ ذرہ اور موجودات کے گوشہ گوشہ تک ہے۔ اس میں جمادات' نباتات اور حیوانات سے شامل ہیں۔ پتھروں کا سلام کرنا' درختوں کا سجدہ کرنا' جانوروں کا آپ کی رسالت کی گواہی دینا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی رسالت عام ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انسان اور جنات تو اپنے اعمال و افعال میں اختیار دیئے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ان سے کفر اور گناہ صادر ہوتا ہے۔ مگر باقی اشیاء بجز اطاعت و ایمان کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ وہ فرشتوں کی طرح محض وہی کام کرتی ہیں جس کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ ہم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ (الانبیاء آیت ۱۰۷)

معراج بیداری کے عالم میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کے عالم میں جسم مبارک کے ساتھ ہی معراج ہوئی۔ آپ زمین سے آسمان تک اور پھر اس کے بعد جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا' جسم مبارک کے ساتھ گئے۔ ایمان کا امتحان تو واقعہ معراج پر ہے کہ اتنے تھوڑے وقت میں بیداری کے عالم میں جسم اطہر کے ساتھ عرش عظیم سے آگے بلکہ لامکان سے بڑھ کر ان تمام واقعات و خصوصیات کے ساتھ جو صحیح حدیثوں میں درج ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر کو تسلیم کرنا اور اس کی تصدیق کرنا ایمان کی علامت ہے۔ یہ نسبت عالم

www.alahazratnetwork.org

روحانیت میں تحقیق شدہ ہے۔ وہ زمانہ کی تنگ دامانی اور اطراف سے بالا ہے۔ بزرگان اہل کشف و شہود نے اسے صریحاً بیان کیا ہے۔

امام اجل سیدی محمد بوصیری قدس سرہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں ۔

سریت من حرم لیلا الی حرم   کما سری البدر فی داج من الظلم

و بت ترقی الی ان نلت منزلۃ   من قاب قوسین لم تدرک ولم ترم

خفضت کل مقام بالاضافۃ از   نودیت بالرفع مثل المفرد العلم

فحزت کل فخار غیر مشترک   و جزت کل مقام غیر مزدحم

یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں حرم مکہ معظمہ سے بیت الاقصیٰ کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ جیسے اندھیری رات میں چودھویں کا چاند چلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شب میں ترقی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ قاب قوسین کی منزل پہنچے جو نہ کسی نے یہ پائی نہ کسی کو اس کی ہمت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت سے تمام مقامات کو پست فرما دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع کے لئے مفرد علم کی طرح ندا فرمائے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسا فخر جمع فرما لیا جو قابل شرکت نہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس مقام سے گزر گئے جس میں اوروں کا ہجوم نہ تھا۔ یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب فخر بلاشرکت جمع فرما لئے اور حضورؐ تمام مقامات سے بے مزاحم گزر گئے یعنی عالم امکان میں جتنے مقام ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے تنہا گزر گئے کہ دوسرے کو یہ امر نصیب نہ ہوا۔

علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ای انت دخلت الباب و قطعت الحجاب الی ان لم تترک غایۃ لساع الی السبق من کمال القرب المطلق الی جناب الحق ولا ترکت موضع رقی و صعود و قیام و قعود لطالب رفعۃ فی عالم الوجود بل تجاوزت ذالک مقام قاب قوسین او ادنی فاوحی الیک ربک ما اوحی۔

www.alahazratnetwork.org

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک حجاب طے فرمائے کہ حضرت عزت کی جناب میں قرب مطلق کامل کے سبب کسی ایسے کے لئے جو سبقت کی طرف دوڑے کوئی نہایت نہ چھوڑی اور تمام عالم وجود میں کسی طالب بلندی کے لئے کوئی عروج و ترقی یا اٹھنے بیٹھنے کی باقی نہ رکھی۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم مکان سے تجاوز فرما کر مقام قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی نیز امام ہمام ابو عبداللہ شرف الدین محمد قدس سرہ ام القریٰ میں فرماتے ہیں۔

و ترقی بہ الی قاب قوسین و تلک السیادۃ القعساء
رتب تسقط الامانی حسریٰ دونہا ماوراہن وراء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قاب قوسین تک ترقی ہوئی اور یہ سرداری لازوال ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں کہ آرزوئیں ان سے تھک کر گر جاتی ہیں۔ ان کے اس طرف کوئی مقام ہی نہیں امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی اس کی شرح افضل القریٰ میں فرماتے ہیں۔

قال بعض الائمۃ والمعاریج لیلۃ الاسراء عشرۃ سبعۃ فی السموٰت والثامن الی سدرۃ المنتہی والتاسع الی المستوی والعاشر الی العرش الخ

بعض ائمہ نے فرمایا شب اسرا دس معراجیں تھیں۔ سات ساتوں آسمانوں میں اور آٹھویں سدرۃ المنتہیٰ نویں مستویٰ دسویں عرش تک۔

سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں اسے نقل فرما کر مقرر رکھا۔

حیث قال قال شہاب المکی فی شرح ہمزیۃ الابو صیری عن بعض الائمۃ ان المعاریج عشرۃ الی قولہ والعاشر الی العرش والرؤیۃ۔

معراجیں دس ہیں۔ دسویں عرش و دیدار تک۔ نیز شرح ہمزیہ امام مکی میں ہے۔

لما اعطی سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام الریح التی غدوھا شہرو رواحہا شہر اعطی نبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم البراق فحملہ من

www.alahazratnetwork.org

الفرش الی العرش فی لحظۃ واحدۃ و اقل مسافۃ فی ذالک سبعۃ الاف سنۃ وما فوق العرش الی المستوی والرفرف لا یعلمہ الا اللہ تعالٰی۔

جب سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو ہوا دی گئی کہ صبح شام ایک ایک مہینے کی راہ پر لے جاتی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو براق عطا ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرش سے عرش تک ایک لمحہ میں لے گیا اور اس میں ادنٰی مسافت (یعنی آسمان ہفتم سے زمین تک) سات ہزار برس کی راہ ہے اور وہ جو فوق العرش سے مستوی و رفرف تک رہی۔ اسے تو خدا ہی جانے۔ اسی میں ہے۔

لما اعطی موسی علیہ الصلوۃ والسلام الکلام اعطی نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ لیلۃ الاسراء و زیادۃ الدنو والرؤیۃ بعین البصر و شتان ما بین جبل الطور الذی نوجی بہ موسی علیہ الصلوۃ والسلام وما فوق العرش الذی نوجی بہ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جب کہ موسیٰ علیہ السلام کو دولت کلام عطا ہوئی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسی ہی شب اسرا ملی اور زیارت قرب اور چشم سر سے دیدار الٰہی عزوجل' اس کے علاوہ اور بھلا کہاں کوہ طور جس پر موسیٰ علیہ السلام سے مناجات ہوئی اور کہاں مافوق العرش جہاں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام ہوا۔ اسی میں ہے۔

رقیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببدنہ یقظۃ لیلۃ الاسراء الی السماء ثم الی سدرۃ المنتھی ثم الی المستوی ثم الی العرش و الرفرف والرؤیۃ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم پاک کے ساتھ بیداری میں شب اسرا آسمانوں تک ترقی فرمائی پھر سدرۃ المنتہی پھر مقام مستوی پھر عرش و رفرف و دیدار تک۔

علامہ احمد بن محمد صادی مالکی خلوتی رحمۃ اللہ تعالٰی تعلیقات الجلالین میں فرماتے ہیں۔

الاسرا بہ صلی اللہ علیہ وسلم علی یقظۃ بالجسد والروح من المسجد

www.alahazratnetwork.org

الحرام الی المسجد الاقصیٰ ثم عرج به الی السموٰت العلیٰ ثم الی سدرۃ المنتھی ثم الی المستوی ثمہ الی العرش و الرفرف۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج بیداری میں بدن و روح کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ہوئی پھر آسمانوں پھر سدرہ پھر مستویٰ پھر عرش و رفرف تک

فتوحات احمدیہ شرح الہمزیہ للشیخ سلیمان الجمل میں ہے۔

رقیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لیلۃ الاسراء من بیت المقدس الی السموٰت السبع الی حیث شاء اللہ تعالی لکنہ لم یجاوز العرش علی الراجح۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی شب اسرا بیت المقدس سے ساتوں آسمان اور وہاں سے اس مقام تک ہے جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا۔ مگر راجح یہ ہے کہ عرش سے آگے تجاوز نہ فرمایا۔ اسی میں ہے۔

المعاریج لیلۃ الاسرا عشرۃ سبعۃ فی السموٰت والثامن الی سدرۃ المنتھی و التاسع الی المستوی والعاشر الی العرش لکن لم یجاوز العرش کما ھو التحقیق عن اھل المعاریج۔

معاجیں شب اسرا دس ہوئیں۔ سات آسمانوں میں اور آٹھویں سدرہ' نویں مستوی' دسویں عرش تک مگر راویان معراج کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمایا اسی میں ہے۔

بعد ان جاوز السماء السابعۃ رفعت لہ سدرۃ المنتھی ثم جاوزھا الی مستوے ثم زج به فی النور فخرق سبعین الف حجاب من نور مسیرۃ کل حجاب خمس مائۃ عام ثم دلی لہ رفرف اخضر فارتقی به حتی وصل الی العرش ولم یجاوزہ فکان من ربہ قاب قوسین او ادنی۔

جب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آسمان ہفتم سے گزرے' سدرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند کی گئی۔ اس سے گزر کر مقام مستوی پر پہنچے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم نور میں ڈالے گئے وہاں ستر ہزار پردے نور کے طے فرمائے۔ ہر

www.alahazratnetwork.org

پردے کی مسافت پانچ سو برس کی راہ۔ پھر ایک سبز بچھونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لٹکایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ترقی فرما کر عرش تک پہنچے اور عرش سے ادھر گزر نہ فرمایا۔ وہاں اپنے رب عزوجل سے قاب قوسین او ادنیٰ پایا۔

اقول شیخ سلیمان نے عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمانے کو ترجیح اور امام ابن حجر مکی وغیرہ کی عبارات ماضیہ و آتیہ وغیرہا میں فوق العرش ولا مکان کی تصریح ہے۔ لا مکان یقیناً فوق العرش ہے اور حقیقتہً" دونوں قولوں میں کچھ اختلاف نہیں۔ عرش تک منتہائے مکان ہے۔ اس سے آگے لا مکان ہے اور جسم نہ ہوا۔ مگر مکان میں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسم مبارک سے منتہائے عرش تک تشریف لے گئے اور روح اقدس نے وراء الوراء تک ترقی فرمائی جسے ان کا رب جانے جو لے گیا۔ پھر وہ جانیں جو تشریف لے گئے۔ اسی طرف کلام شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اشارہ عنقریب آتا ہے کہ ان پاؤں سے سیر کا منتہی عرش ہے تو سیر قدم عرش پر ختم ہوئی نہ اس لئے کہ سیر اقدس میں معاذاللہ کوئی کمی رہی بلکہ اس لئے کہ تمام اماکن کا احاطہ فرما لیا۔ اوپر کوئی مکان ہی نہیں جسے کہئے کہ قدم پاک وہاں نہ پہنچا اور سیر قلب انور کی انتہا قاب قوسین اگر وسوسہ گزرے کہ عرش سے ورا کیا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تجاوز فرمایا تو امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد سنئے۔ جسے امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں نقل فرماتے ہیں۔

لیس الرجل من یقیدہ العرش وما حواہ من الافلاک والجنۃ والنار و انما الرجل من نفذ بصرہ الی خارج ھذا الوجود کلہ و ھناک یعرف قدر عظمۃ موجدہ سبحانہ و تعالیٰ۔

مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے۔ افلاک و جنت و نار کی چیزیں محدود و مقید کرلیں۔ مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے۔ وہاں اسے موجد عالم جل جلالہ کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

امام علامہ احمد قسطلانی مواہب لدنیہ و منح محمدیہ اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

(و منها انه رای الله تعالی بعینه) بقظته علی الراجح (و کلمه الله تعالی فی الرفیع الاعلی) علی سائر الامکنته و للروی ابن عساکر عن انس رضی الله تعالی عنه مرفوعالما اسرے لی لونی ربی حتی کان بنی و بینه قاب قوسین او ادنی۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا۔ یہی مذہب راجح ہے اور اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بلند و بالاتر مقام میں کلام فرمایا جو تمام امکنہ سے اعلیٰ تھا اور بے شک ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شب اسرا مجھے میرے رب عزوجل نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا۔ اسی میں ہے۔

لد اختلف العلماء فی الاسر اهل هو اسرا واحد او راسراء ان مرة بروحه و بد نه یقظته بروحه و جسد ہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ثم منابا من المسجد الاقصی الی العرش فالحق انه اسراء واحد بروحه و جسد ہ یقظته فی القصته کلها و الی هذا ذهب الجمهو من علماء المحد ثین و الفقهاء والمتکلمین۔

علماء کو اختلاف ہوا کہ معراج ایک ہے یا دو ایک بار روح و بدن اقدس کے ساتھ بیداری میں اور ایک بار خواب میں یا بیداری میں روح و بدن مبارک کے ساتھ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ پھر خواب میں وہاں سے عرش تک اور حق یہ ہے کہ وہ ایک ہی اسرا ہے اور سارے قصے میں یعنی مسجد الحرام سے عرش اعلیٰ تک بیداری میں روح و بدن اطہر کے ساتھ ہے۔ جمہور علماء محدثین و فقہا و متکلمین سب کا یہی مذہب اسی میں ہے۔

المعاریج عشرة (الی قوله) العاشر الی العرش۔

معراجیں دس ہوئیں۔ دسویں عرش تک اسی میں ہے۔

فللورد فی الصحیح عن انس رضی الله تعالی عنه قال عرج بی جبرئیل

www.alahazratnetwork.org

الی سدرۃ المنتھی و دنا الجبار رب العزۃ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی مثلہ علی ما فی حدیث شریک کان فوق العرش۔

صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میرے ساتھ جبریل نے سدرۃ المنتھی تک عروج کیا اور جبار رب العزۃ جل جلالہ نے دنیٰ تدلیٰ فرمائی تو فاصلہ دو کمانوں بلکہ ان سے کم کا رہا یہ تدلیٰ بالائے عرش تھی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

ورد فی المعراج انہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ المنتھی جاء ہ بالرفرف جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام فتناولہ فطاربہ الی العرش۔

حدیث معراج میں وارد ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سدرۃ المنتھی پہنچے۔ جبرائیل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم رفرف حاضر لائے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر عرش تک اڑ گیا۔ اسی میں ہے۔

علیہ یدل صحیح الاحادیث الاحاد الدالۃ علی دخولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الجنۃ و وصولہ الی العرش او طرف العالم کما سیاتی کل ذالک بجسدہ یقظۃ۔

صحیح احاد حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب اسراء جنت میں تشریف لے گئے اور عرش تک پہنچے یا عالم کے اس کنارے تک کہ آگے لامکان ہے اور یہ سب بیداری میں مع جسم مبارک تھا۔

حضرت سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالی عنہ فتوحات مکیہ شریف باب ۳۲۱ میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کان خلقہ القران و تخلق بالاسماء و کان اللہ سبحانہ و تعالی ذکر فی کتابہ العزیزانہ تعالی استوی علی العرش علی طریق التمدح والثناء علی نفسہ اذکان العرش اعظم الاجسام فجعل لنبیہ علیہ الصلوۃ والسلام من ھذا الاستواء

www.alahazratnetwork.org

نسبتہ علی طریق التمدح والثناء بہ علیہ حیث کان اعلی مقام ینتھی الیہ منلسری بہ من الرسل علیھم الصلوۃ والسلام و ذالک یدل علی انہ اسرے بہ صلی اللہ تعالی علیہ ولم بجسمہ ولو کان الاسرا بہ رئویا لما کان الاسراء ولا الوصول الی ھذا المقام تمدحا" ولا وقع من الاعراب الکلو علی ذالک۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسماء الہیہ کی خود خصلت رکھتے تھے اور اللہ سبحانہ و تعالی نے قرآن کریم میں اپنی صفات مدح سے عرش پر استوا بیان فرمایا تو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس صفت استوی علی العرش کے پرتو سے مدح و منقبت بخشی کہ عرش وہ اعلی مقام ہے جس تک رسولوں علیھم السلام کا اسراء منتہی ہو اور اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء مع جسم مبارک تھا کہ اگر خواب ہوتا تو اسراء اور اس مقام استوا علی العرش تک پہنچنا مدح نہ ہوتا۔ نہ گنوار اس پر انکار کرتے۔

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الواقیت والجواہر میں حضرت موصوف سے ناقل" انما قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی سبیل التمدح حتی ظھرت لمستوی اشارۃ لما قلنا من ان منتھی السیر بالقدم لامحسوس العرش۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور مدح ارشاد فرمانا کہ یہاں تک کہ میں مستوی پر بلند ہوا اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ قدم جسم سے سیر کا منتہی عرش ہے۔

مدارج النبوۃ شریف میں ہے۔ "فرمود صلی اللہ علیہ وسلم پس گسترانیدہ شد برائے من رفرف سبزکہ غالب بود نور او بر نور آفتاب پس درخشید باں نور بصر من نہادہ شدم من بران رفرف و برداشتہ شدم تا رسیدم بعرش۔" اسی میں ہے "آوردہ اند کہ چوں رسید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعرش دست زد عرش بداماں اجلال وے"۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں ہے۔ "جز حضرت پیغمبر ما صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بالا تر ازاں ہیچ کس نہ رفتہ و آنحضرت بجائے رفت کہ آنجا

www.alahazratnetwork.org

جانیست۔ ؎

برداشت از طبیعت امکاں قدم کہ آں
اسری بعبدہ است من المسجد الحرام
تا عرصہ وجوب کہ اقصائے عالم است
کانجانہ جاست نے جہت ونے نشان نہ

نام

نیز اسی کے باب رؤیتہ اللہ تعالٰی فصل سوم زیر حدیث قدرای ربہ مرتین ارشاد فرمایا۔ "بتحقیق دید آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پروردگار خود راجل و علا دوبار یکے چوں نزدیک سدرۃ المنتہی بود دوم چوں بالائے عرش برآمد۔"

مکتوبات حضرت شیخ مجدد الف ثانی جلد اول مکتوبات ۲۸۳ میں ہے۔ "آں سرور علیہ الصلوۃ والسلام دراں شب از دائرہ مکاں و زماں بیروں جست واز تنگی امکان برآمد ازل و ابد را آں واحد یافت و بدایت و نہایت را دریک نقطہ متحد دید۔

نیز مکتوب ۲۷۲ میں ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین ست و بہترین موجودات اولین و آخرین بدولت معراج بدنی مشرف شد واز عرش و کرسی درگزشت واز مکان و زمان بالا رفت۔

امام ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں۔

قول المصنفین من الفقہاء و غیرھم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا و کذا ونحو ذالک کلہ من قبیل المعضل و سماہ الخطیب ابوبکر الحافظ مرسلا و ذالک علی مذھب من یسمی مالا یتصل مرسلا۔

توضیح وغیرہ میں ہے۔ ان لم یذکر الواسطۃ اصلاف مرسل

مسلم الثبوت میں ہے۔ المرسل قول العدل قال علیہ الصلوۃ والسلام

فواتح الرحموت میں ہے۔ الکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول۔

انھیں میں ہے۔ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقا" اتفاقا" و ان

www.alahazratnetwork.org

من غيره فالاكثر و منهم الامام ابو حنيفة والامام مالک والامام احمد رضی اللہ تعالی عنهم قالوا يقبل مطلقا اذا كان الراوی ثقة الخ

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔لا یضر ذالک فی الاستدلال به ههنا لان المنقطع يعمل به فی الفضائل اجماعا"

شفائے امام قاضی عیاض میں ہے۔ اخبر صلی اللہ تعالی علیه وسلم تقتل علی و انه قسیم النار۔

نسیم الریاض میں فرمایا۔ ظاهر هذا ان هذا مما اخبر به النبی صلی اللہ علیه وسلم الاانهم قالوا لم يروه احد من المحدثين الا ان ابن الاثير قال فی النهاية ان عليا رضی اللہ تعالی عنه قال انا قسيم النار قلت ابن الاثير ثقة وما ذكره علی لا يقال من قبل الرای فهو فی حكم المرفوع۔ اه ملخصا۔

امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔عدم النقل لا ينفی الوجود" والله تعالی اعلم۔

ماخوذ از منبہ المنبہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ۔

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ واقعہ معراج کی خبر سنتے ہی بلاتوقف و تامل اس واقعہ کی حقیقت و کیفیت کو یقینی طور پر مان لیا جائے۔ اس میں ذرہ بھر تردد و خلجان نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اس واقعہ کی تفصیلات و حقائق سے خداوند تعالیٰ خود مطلع فرمادے تو یہ اس کی عنایت ہے۔ اس حقیقت کو عارفان حق اور بشریت کے پردے سے بے نیاز بزرگان دین علیہم اجمعین اچھی طرح جانتے ہیں۔ جہاں بھی محبت پختہ یقین اور کامل ایمان ہوتا ہے۔ وہاں تردد و تامل مائل نہیں ہوتے۔ یہاں تو سننا اور ایمان لانا ہوتا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب اس دن سے صدیق ہوا تھا جس دن انہوں نے بلا تامل و تردد واقعہ معراج کی تصدیق کر دی تھی اور فوراً" مسلمان ہو گئے

www.alahazratnetwork.org

حالانکہ کئی مسلمان بھی اس مسئلہ پر تردد میں پڑ کر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور مرتد ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائی طور پر ایمان لانا بھی بلا تامل و تردد کا نتیجہ تھا۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آیات کی ضیاء پاشیاں ہر طرف جلوہ گر تھیں مگر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک معجزہ بھی دریافت نہیں کیا اور فوراً" بے توقف ایمان لے آئے۔ جب حضور علیہ السلام معراج سے تشریف لے آئے اور اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا حال آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایسا جواب دیا جس میں کھلی ہوئی حقیقت تھی۔ بعض کو اشارۃً باتیں بیان کیں۔ ہر شخص سے اس کی حالت و استعداد سے گفتگو کی گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر شخص میں یہ اہلیت نہیں ہوتی کہ اس سے ہر حقیقت کا اظہار کیا جائے اور سربستہ راز کھول دیئے جائیں۔ بات تو ایک ہوتی ہے مگر عبارات و الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ ورنہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا تو ہر حال میں ہر شخص کو جائز ہے۔ اس میں معراج کی خصوصیت کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا اور ہے اور دل سے جاننا اور ہے۔

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت:

حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے بہتر ہے۔ جس طرح خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے۔ ویسے ہی آپ کی امت ساری امتوں سے افضل ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ (العمران آیت ۱۱۰)

حدیث شریف میں ہے کہ تمہاری عمر اور بقاء کا زمانہ پہلی امتوں کی عمر کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے عصر سے مغرب کا وقت ہو۔ تھوڑے وقت کے باوجود ہم تمہیں زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب دیں گے۔ تمہاری حالت یہود و نصاریٰ کی نسبت اس مثال سے واضح ہو جاتی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ایک شخص نے کئی مزدوروں کو کام پر لگایا اور صبح سے ظہر تک ہر ایک مزدور کو ایک قیراط مزدوری مقرر ہوئی۔ مگر بعض ایسے مزدور تھے' جنہیں ظہر سے عصر تک کام کرنے کا ایک قیراط دیا گیا۔ مگر بعض ایسے بھی تھے جنہیں عصر سے مغرب تک کی مزدوری کے دو دو قیراط دیئے گئے۔ پہلے دونوں بہت غصہ کرنے لگے کہ ہم نے اتنے طویل عرصہ کے لئے ایک ایک قیراط پایا مگر اس سے تھوڑے عرصہ کے لئے دو قیراط ملے ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ تم سے جو مزدوری مقرر کی گئی تھی وہ تمہیں دے دی گئی۔ مگر اسے ہم نے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے۔

اس مثال میں پہلے سے یہودی مراد لئے گئے ہیں' دوسرے سے نصاریٰ اور تیسرے طبقے سے مسلمان مراد ہیں۔ پیدائش میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر آئی۔ مگر کثرت ثواب و فضائل میں سب سے اولین ہے۔ حقیقت میں جو علوم و معارف اور عجائب و غرائب اس امت کے ہر ہر شخص کو عطا ہوئے' وہ کسی امت کے افراد کو کب میسر آئے ہیں۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔

شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ ترین شریعت ہے:

دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تمام ادیان سے کامل تر اور جامع تر ہے۔ اس دین نے تمام ادیان کے ضوابط کو منسوخ کر دیا جس طرح حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کا امکان نہیں۔ ویسے ہی آپ کی شریعت کے بعد کوئی شریعت نہیں آئے گی اور کسی کمال کا انتظار نہیں ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق — میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق کی تکمیل کروں۔

موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں قہر و جلال بہت زیادہ تھا۔ توبہ کے لئے اکثر جانیں قربان کرنا پڑتی تھیں۔ پاک چیزیں حرام کر دی جاتی تھیں۔ غنیمت کے مال سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ بعض گناہوں پر فوری عذاب الٰہی نافذ ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت و شدت اور اعداء دین پر سختی کا یہ عالم تھا کہ کسی کو جرات نہ ہوتی تھی کہ آپ کی

www.alahazratnetwork.org

طرف دیکھ سکے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام لطف و مہربانی کا مظہر تھے۔ ان کی شریعت میں فضل و احسان بہت زیادہ تھا۔ قتل وجدال کی بالکل ممانعت تھی۔ بعض اوقات قتال حرام قرار دیا گیا تھا۔ انجیل میں آیا ہے کہ اگر تیرے ایک رخسار پر طمانچہ مارا جائے تو تم دوسرا رخسارہ پیش کر دو جو شخص تمہارے کسی کپڑے کے کونہ کو ہاتھ میں پکڑے اسے سارا کپڑا دے دو۔ جو شخص ایک میل تک تمہیں تسخر کرتا جائے اس کے ساتھ دو میل تک چلتے رہو اور اس پر یوں احسان کرو۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اقدس پر کمال کے مظاہر کو پورا کر دیا اور آپ کی شخصیت میں جلال و جمال کی ساری رعنائیاں جمع ہو گئیں۔ لطف و قہر یکجا ہو گئے۔ ایک طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت و شدت اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لطف و کرم اور فضل و حلم کی ساری خصوصیتیں بدرجہ اتم آگئیں اور پھر یہ ساری خصوصیات نہایت اعتدال سے جلوہ گر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا۔

انا الضحوک القتول۔ — میں ہمیشہ مسکراتا ہوں اور میری مسکراہٹ پر اہل دل جان نثار ہو گئے۔

یہ صفت آپ کی جامعیت کا کمال ہے۔

ے بخندہ نمکیں دل بری و جاں بخشی
تبارک اللہ ایں چہ خندہ وجہ لب است

خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف آیت ۱۵۷) — اللہ ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کر دیتا ہے اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت و شریعت کی خصوصیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات شریفہ اور فضائل عالیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ اور معتدل احکامات اور دین اوسط ہونے کی ساری حقیقت ابھر کر سامنے آگئی ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ علیہم الرضوان ساری امت سے افضل اور بہترین، اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور نصرت کے لئے پسند کیا اور ملت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کی عظمت ان صحابہ علیہم الرضوان سے بلند ہوئی۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و نصرت کے اہل تھے اور ان پاکیزہ خدمات کے اہل تھے جو ان کے سپرد کی گئیں تھیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان اور برتری میں اس قدر احادیث آئی ہیں کہ ان کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا رتبہ ساری امت سے بلند تر اور ثواب سب سے زیادہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے تو صحابہ علیہم الرضوان کی نصف پیمانہ دینے کے ثواب تک نہیں پہنچ سکتا۔ حدیث خیر القرون قرنی بھی اس مطلب کی وضاحت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی احادیث ہیں جن سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی برتری ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل کی ضرورت ہے کہ ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں تاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کی پاکیزہ صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ قرآن اور دین کو آپ کی زبان سے براہ راست سنا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے واقف ہوتے رہے۔ اپنی مال و جان راہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نثار کرتے رہے۔ صحابہ علیہم الرضوان ایسے مومن تھے کہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا اور ایمانی حالت میں دنیا کو خیرباد کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان سے ایک نگاہ دیکھنا صحابی بنا دیتا ہے۔ مگر بعض علماء کی رائے میں صحابی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اور مجالست شرط ہے۔ جہاد و غزوات میں شریک رہا ہو اور کم از کم چھ ماہ مجلس میں رہا ہو کیونکہ ایک نظر دیکھنے اور ایک لمحہ مجلس میں بیٹھنے سے مصاحبت کی دولت حاصل نہیں ہو سکتی۔

علماء کرام کی رائے ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت کے لئے ہی کہا گیا تھا۔ مگر اکثر علماء کرام کا یہ فیصلہ ہے کہ جس شخص نے ایک نگاہ سے بھی سرکار دو عالم صلی

www.alahazratnetwork.org

اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ اس فضیلت کا مستحق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ایک نگاہ دیکھنا اور ایک لمحہ آپ کی مجلس میں بیٹھنا بڑی بات ہے اور بڑی مشکلات کا حل ہے اور دوسرے ان منازل کو چالیس سال تک بھی طے نہیں کر سکتے۔ یہ بات قوت القلوب میں تفصیلی طور پر موجود ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی افضلیت:

جن علماء کرام نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی افضلیت کے متعلق لکھا ہے ان میں سے حضرت ابو عمرو بن عبدالبر کا نام بڑا مشہور ہے۔ آپ علماء حدیث سے بلند پایہ مانے جاتے ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ایسا کب ہو سکتا ہے کہ صحابہ علیہم الرضوان کے بعد کوئی شخص ان کے رتبہ کو پا سکے حدیث پاک میں ہے۔

مثل امتی کمثل مطر لایدری اولہ خیر ام اخرہ

یہ امت بارش کے ان قطروں کی طرح ہے آخری قطرہ پہلے قطرہ سے کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا۔ "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے کیا ہم سے بہتر کوئی قوم ہو سکتی ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تم سے بہتر وہ قوم ہو گی جو مجھے دیکھے بغیر ایمان لائے گی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایمان قبول کیا اس پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر روشن تھا۔ مگر لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا دیکھے ایمان لے آئے ان کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔ بعض مفسرین نے "یومنون بالغیب" سے یہی معانی لئے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آخری زمانہ میں طریقہ سنت پر چلنا ہاتھ پر انگارہ لے کر چلنے سے کم تر نہیں ہے جو شخص ان حالات میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلے گا اسے پچاس آدمیوں کے برابر ثواب ملے گا۔ کسی نے عرض کی یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ، پچاس ہم جیسے آدمیوں کا ثواب ہو گا یا اس وقت کے پچاس جیسے فرمایا، تم جیسے

www.alahazratnetwork.org

پچاس۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ مگر حقیقت میں جمہور علماء کا مذہب ہی مختار و مستند ہے اور بعد میں آنے والے حضرات کے لئے جس ثواب افضلیت اور درجہ کا بیان کیا گیا ہے وہ ان کے بغیر دیکھے ایمان لانے کی بناء پر ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ فضیلت کلی صحابہ علیہم الرضوان کے حق میں ہے۔ فضل جوئی فضل کلی کے مخالف نہیں ہوا کرتا۔

ابن عبدالبر کا اختلاف اس وقت ہے کہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معنی عام کئے جائیں اور یوں کہا جائے کہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا ہو۔ مگر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص معنی یہ ہیں' تو جس سے شرف محبت اور دائمی ہم نشینی ملی ہو۔ وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہلاتے ہیں۔ ابن عبدالبر جمہور کے مسلک کے بالکل ہمنوا ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک پر نظر کرنے سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ کو معنوی صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہے۔ مگر وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رتبہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

خلفائے اربعہ:

چاروں خلفائے راشدین علیہم الرضوان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہوئے ہیں تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل تھے۔ اسلام میں ان چار خلفاء کے مناقب' درجات اور فضائل اس قدر نہیں ہیں کہ تمام صحابہ علیہم الرضوان کے پاس اتنی نیکیاں نہیں۔

خلفاء اربعہ علیہم الرضوان کی فضیلت:

چاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب سے دیکھی جا سکتی ہے اور اس فضیلت سے ثواب کی زیادتی بھی پائی جاتی ہے۔

ان دونوں مقامات میں سے اول مقام یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول اور برحق ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر

www.alahazratnetwork.org

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ ترتیب افضلیت کا مسئلہ اہل سنت کے ہاں میں سے ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بعض کے نزدیک نص قرآنی اور حدیث صحیح سے ثابت ہے اور جمہور علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک اجماع صحابہ علیہم الرضوان سے ثابت ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا۔ ان کی اطاعت و فرماں برداری قبول کی اور دنیا و آخرت کے سارے معاملات ان کے احکام کی روشنی میں حل کئے اور ان کی ہدایت پر چلتے رہے۔ ان میں سے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ علیہم الرضوان تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو دین کے معاملہ میں ذرہ بھر کی مداہنت برداشت نہ کرتے تھے اور انہی کی شان میں آیا تھا۔

لا یخافون لومۃ لائم۔ یہ لوگ کسی ملامت سے ڈرتے نہیں تھے۔ (المائدہ آیت ۵۴)

اگرچہ امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت عباس ابن عبدالمطلب اور بعض دوسرے صحابہ علیہم الرضوان جن میں حضرت طلحہ زبیر مقداد بن اسعد جیسے جلیل القدر صحابی علیہم الرضوان شامل ہیں' نے بیعت عام کے وقت بیعت نہیں کی تھی۔ مگر دوسرے وقت ان سب نے بیعت کر لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی اور ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں رہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ خطبہ دیا اور فرمایا' میں حضرت علی ابن ابی طالب کو اپنی بیعت کی تکلیف نہیں دے سکتا کیونکہ انہیں پورا اختیار ہے کہ جو فیصلہ چاہیں کریں اور آپ لوگوں کو بھی پورا حق ہے کہ بیعت کے معاملہ میں انصاف اور آزادانہ رائے کا اظہار کریں۔ مگر جو صاحب کسی دوسرے کو مجھ سے اولیٰ تر یا اعلیٰ تر خیال کرے اس کے ہاتھ میں بیعت کرے۔ اور میں بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ یہ بات سنتے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ علیہم الرضوان نے کہا کہ ہم آپ سے اعلیٰ اور اولیٰ کسی کو نہیں جانتے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دین

www.alahazratnetwork.org

کے معاملہ میں پیشوا بنایا ہے اور اپنی زندگی کے آخری دنوں میں نماز میں آپ کو امام مقرر کیا ہے۔ باوجودیکہ ہم اہل بیت' اہل مشورہ وہاں موجود تھے۔ آپ سے کسی نے نہیں پوچھا۔ ان حالات میں ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ آپ خلافت کے حق دار اور لائق ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ اور دوسرے صحابہ علیہم الرضوان نے اعلانیہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اجماع منعقد ہوا۔ ان صحابہ علیہم الرضوان نے بیعت کرنے میں اس لئے تاخیر کی کہ یہ ایک بہت بڑا فیصلہ تھا اور ان لوگوں کا تامل اجتہادی طور پر بڑا ضروری تھا اور اس میں صحابہ علیہم الرضوان کے اجماع میں نقص واقعہ نہیں ہوتا۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیعت میں تاخیر کرنا اور بیعت کے وقت شریک نہ ہونا اس لئے تھا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیزو تکفین میں مشغول و مصروف تھے اور حضور کی جدائی کی وجہ سے خلوت گزین رہے اور قرآن پاک جمع کرنے میں مصروف تھے۔ اس طرح چھ ماہ گزر گئے مگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد آپ نے بیعت کرلی۔

ہم مندرجہ بالا رائے سے اتفاق نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے دوسرے دن ہی بیعت کرلی اور ہمیشہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطیع اور مشیر رہے۔ نماز جمعہ' عیدین اور دوسری فرض جماعتوں میں آپ کی اقتداء کرتے رہے۔

غزوہ بنی حنیفہ میں (جس میں مسیلمہ کذاب قتل ہوا تھا) آپ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے اور اس غزوہ میں سے مال غنیمت میں سے ایک لونڈی لی جس سے محمد حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ اگر وہ اس غزوہ میں امام برحق کے ہمراہ نہ ہوتے تو مال غنیمت سے حصہ نہ لیتے اور کوئی عقلمند اس بات کی تائید نہیں کرسکتا کہ علی المرتضیٰ جو شیر خدا تھے۔ امام اولیاء تھے۔ دائرہ حق کے مرکز تھے۔ قرآن کے فیصلہ سے سرمو تجاوز کرتے۔

القران مع علی و علی مع القران — قرآن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کے ساتھ ہیں۔

ایک مدت دراز تک نمازیں' عبادات اور بدنی و مالی خدمات اس کے لئے کرتے رہے

www.alahazratnetwork.org

جو حق پر نہ تھا۔ اگر حضرت جانتے تھے کہ حق ان کی جانب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہی کی خلافت کا فیصلہ قطعی فرمایا تھا اور ان حالات میں حق طلب نہ کریں اور خاموشی اختیار کیے رہیں اور معاذاللہ تمام عمر اہل ہوا اور باطل کے اختیار میں پڑے رہیں۔ آخر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنہوں نے آپ کے ساتھ ناحق جھگڑا کیا تھا کیونکر مقابلہ کیا اور کس محبت سے اپنا حق منوانے کو نکل آئے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے نفس انسان کو پیدا کیا اور دانہ اگایا۔ اگر پیغمبر خدا نے مجھے حکم دیا ہوتا یا وعدہ کیا ہوتا تو ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فرزند کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے زیریں پایہ پر قدم نہ رکھنے دیتا۔ لیکن جب میرے سامنے میرے رتبہ و کمال کے ہوتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا اور اپنے صحابہ علیہم الرضوان سمیت ان کی اقتداء میں نماز ادا کی اور میں نے ان تمام واقعات کو دیکھتے ہوئے بھی کسی قسم کا اختلاف نہیں کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دین کے معاملات میں بہتر جانا تو میں انہیں دنیا کے معاملات میں بھی بہتر جانتا ہوں۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سارے کام تقیہ سے کئے تھے۔ انہیں دشمنوں کا خوف اور اپنی جان کا ڈر تھا۔ مگر حقیقت حال پر غور کیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ تقیہ سرا سر عیب اور نقصان ہے۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق کو چھوڑ کر کیسے سکوت کر سکتے ہیں۔ وہ دشمنوں سے ڈر گئے! یہ ناممکن ہے۔ اس کمال یقین کے باوجود کہ آپ نے فرمایا **لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا**" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سننے کے باوجود کہ میرے بعد تو ہی میرا خلیفہ ہے اور دین کے احکام جاری کرنے کے تم ہی متکفل ہو اور اس کام کو تم ہی کرو گے۔ دوسرے آدمیوں کے لئے ڈر اور طلب خلافت کو قتل پر محمول کر بیٹھے یہ بات سراسر الزام ہے۔

دوسری بات یہ بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ تقیہ کی ضرورت اس شخص کو ہوا کرتی ہے جو کمزور اور مغلوب ہو۔ مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ ایسا نہیں

www.alahazratnetwork.org

ہے۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے شجاع اور طاقتور انسان' خدا پر توکل کرنے والے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر' حضرت امام حسن و حسین علیہم الرضوان کے باپ' حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر زاد اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے پھوپھی زاد بھائی اور پھر تمام بنی ہاشم کے معتمد علیہ بزدل اور کمزور کس طرح گردانے جا سکتے ہیں۔

توقف کی مدت میں ایک دن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ مجھے دیں تاکہ میں بیعت کر سکوں اور دنیا جان لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور پھر کسی کو مجال مخالفت نہ رہے۔ ابی سفیان (اموی) نے کہا کہ اے عبد مناف کے بیٹو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ قریش میرے کم درجہ والے قبیلہ (بنی عتمیم) کے آدمی پر راضی ہو گئے ہو اور پھر ابی سفیان نے کہا کہ اگر تم خلافت کے لئے اٹھو تو میں اتنے سوار اور پیادے جمع کر سکتا ہوں کہ ایک جنگل بھر جائے اور ان کا بھیجا نکال لوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں منع فرمایا اور متنبہ کیا کہ تم اہل اسلام میں دشمنی پھیلانا چاہتے ہو۔

ان روایات کی روشنی میں ہم کیسے تسلیم کر سکتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقیہ سے کام لیا تھا۔ شیعہ حضرات تو پیغمبران علیہم السلام خدا کو بھی تقیہ کی زد میں لے آئے ہیں اور یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے خوف کے مقام پر کفر کا اظہار کر دینا بھی جائز ہے۔ پھر ان کی منطق یہاں تک پہنچتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دل میں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی امامت کے لئے کہا تھا مگر خوف اور تقیہ سے اس کا اظہار نہ کر سکے۔ جب یہ لوگ اس قسم کے احتمالات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے منسوب کرنے سے گریز نہیں کرتے تو دوسروں کے معاملات میں کیا کچھ نہیں کہیں گے۔

قبحهم الله ما اجهلهم و اشد اعتقادهم

اگر انبیاء علیہم السلام بھی حق کو چھپانے لگے اور پھر اظہار حق کہاں سے ہو گا۔ نوح علیہ السلام کی قوم سے زیادہ نافرمان قوم اور متکبر قوم اور کون ہو سکتی ہے۔ فرعون اور

www.alahazratnetwork.org

نمرود سے بڑھ کر کون ظالم اور جابر ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت نوح موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام نے حق گوئی سے کبھی پہلو تہی نہیں کی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ علیہم الرضوان نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیا تھا اور جس چیز پر سارے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' علماء مجتہدین کا اجماع ہو وہ برحق ہوتی ہے۔ کیونکہ علیحدہ علیحدہ اجتہاد میں تو غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے۔

مگر اجتماعی اتفاق رائے میں کبھی غلطی نہیں ہوا کرتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

و کذالک جعلنکم امتہ" وسطا" لتکونوا شھداء علی الناس	اے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں معتدل امت بنایا تاکہ تم اوروں پر گواہی دے سکو۔
(سورہ بقرۃ آیت ۱۴۳)	
و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی۔	جو مسلمانوں کے اجتماعی راستہ سے روگردانی کرے گا ہم اسے اسی راہ پر پھینک دیں گے جو اس نے اختیار کی ہے۔
(سورۃ النساء آیت ۱۱۵)	

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لن یجتمع امتی علی الضلالتہ	میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی

جس چیز پر سب نے اجماع کر لیا وہ حق پر ہے۔ اگر بعض صحابہ علیہم الرضوان نے عمداً" بیعت سے انکار کیا تھا تو وہ خطا پر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے نافرمان تھے اور وہ حق کو چھپاتے رہے۔ ایسی باتوں کا اثر ساری امت پر رونما ہوتا ہے اور شریعت کا استحکام ختم ہو جاتا ہے کیونکہ قرآنی احکام' احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور احکام شریعت تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ذریعہ سے نافذ ہوتے رہے۔ جب یہ لوگ ہی معاذاللہ ظالم' فاسق اور حق کو چھپاتے رہے تو پھر اس سے بڑھ کر خرابی اور کیا ہو سکتی ہے۔

امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ایک تصنیف میں کیا عمدہ بات کہی ہے اور قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُہٗ وَ ھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر بے خبری میں

(سورہ النمل آیت ۱۸)

امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کی چیونٹی رافضی سے زیادہ عقلمند تھی کیونکہ اس نے اپنے ساتھی چیونٹیوں کو کہا کہ اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔ سلیمان علیہ السلام کا لشکر نادانستہ تمہیں پامال کردے گا۔ چیونٹی نے یہ نہیں کہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکری جو آپ کے اصحاب تھے۔ جان بوجھ کر پامال کردیں گے اور تم پر ظلم کریں گے۔ بلکہ لا یشعرون کہا کہ نادانستہ پامالی عمل میں آئے گی۔ رافضی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دانستہ طور پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق برباد کیا تھا اور اہل بیت پر ظلم کیا تھا۔ یہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ علیہم الرضوان کا ظلم پر اجماع نہیں ہو سکتا۔

دین کے سارے معاملات صحابہ کرم علیہم الرضوان کے ہاتھ میں تھے۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاق انہی کے سپرد تھا۔ ان سب حضرات کے اجماع سے بڑھ کر اور کون سی حجت ہو سکتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب احکام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی۔ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقانیت کی یہی ایک بڑی دلیل ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہیں فضل و کمال حضرت ممدوح کی اطاعت میں مصروف رہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ پہلے تینوں خلفاء علیہم الرضوان کا دور خلافت بڑے انتظام سے گزرا اور کسی گوشہ سے اختلاف و مخالفت نہیں اٹھی۔ مگر آپ کے دور خلافت میں ہر طرف انتشار اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں کے دور خلافت میں ہم ان کے معاون تھے اور ہمارے دور خلافت کے معاون تم ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ عقل سلیم اجماع امت اور اتفاق صحابہ علیہم الرضوان پر یقین

www.alahazratnetwork.org

کرنے پر مجبور ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو راست کردار تسلیم کرنا ہی ایمان کی علامت ہے۔ یہ بات کتنی غیر مناسب ہے کہ وہ نبی جو آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہے' تمام انسانوں اور جنات کو پیغام خداوندی پہچانے میں زندگی وقف کردی' ان کی امت کے صرف چند صحابہ علیہم الرضوان تو راہ راست پر رہے۔ باقی کے سارے صحابہ علیہم الرضوان اور دوست جو ہمیشہ آپ کی صحبت فیض میں رہے اور کمالات و فضائل حاصل کرتے رہے' سب گمراہی پر جا پہنچے (معاذاللہ) اس نظریہ کو تسلیم کرلینے کا اثر تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی پڑتا ہے۔

اندریں حالات یہ بات ہمیں یقینی طور پر تسلیم کرنا ہوگی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت صحیح اور درست ہے۔ شیعوں کا فرقہ زیدیہ (جو شیعوں کا اعتدالی فرقہ مانا جاتا ہے) کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حق ہے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی مصلحت تھی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ابھی تک دشمنوں کے خون سے تر تھی اور لوگ ابھی تک آپ کے دشمن تھے۔ اگر انہیں خلافت دی جاتی تو بڑا فساد ہوتا۔ جس سے اسلام کی بنیادیں ہل جاتیں اور اسلامی سلطنت تباہ ہو جاتی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے سارے' شعلے ختم ہو گئے۔ یہ مذہب (زیدیہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر اعتقاد رکھتا ہے اور افضل و اکمل کو خلیفہ بنانا ضروری جانتا ہے۔

علمائے اہل سنت نے ان دونوں باتوں پر تنقید کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ قطعاً ضروری ہے کہ وہ قریش میں سے ہو۔ حلال و حرام میں امتیاز کرے۔ دین اسلام کی مصلحتوں اور امور سلطنت کے چلانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ خلافت کے لئے پرہیزگاری' عدالت' شجاعت و کفایت ضروری اوصاف ہیں۔ یہ سارے اوصاف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں موجود تھے' آثار و احادیث میں فضائل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی اس اہلیت کی گواہ ہیں۔

بعض علمائے کرام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو نص قرآنی سے ثابت کیا ہے اور کہتے ہیں کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خلافت کے لئے

www.alahazratnetwork.org

تاکید کی ہے۔ مگر اہل تحقیق کے نزدیک حضرت صدیق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی کے لئے بھی نص قطعی نہیں ہے۔ اگرچہ شیعہ سنی دونوں ہی اپنے اپنے دلائل میں نصوص قرآن کو پیش کرتے رہتے ہیں اور اپنے مخالف کی نصوص کے جوابات بھی دیئے ہیں کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نص ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اجماع امت نہ ہوتا اور نص کے سامنے کسی کی مجال نہ تھی کہ خلاف رائے کا اظہار کرتا اور اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نص ہوتی تو مہاجر و انصار کی رائے میں قطعاً" اختلاف نہ ہوتا اور منا امیرو منکم امیر کی تکرار نہ ہوتی۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ قیل و قال محض تحقیق و جستجو کے لئے تھی اور نص تمام صحابہ علیہم الرضوان پر واضح نہیں تھی اس کے جواب میں ہم یوں کہیں گے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ علیہم الرضوان کو کہا تھا کہ تم لوگ مختار ہو جس کے ہاتھ پر فیصلہ کرو بیعت کرلیں۔ اگر ایک چیز نص سے فیصلہ شدہ تھی تو پھر اختیار کی بات کی گنجائش نہیں تھی۔

حقیقت میں صحیح بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امین امت کا خطاب دیا تھا) کا ہاتھ پکڑ کر انصار سے کہا کہ امامت قریش کا حق ہے۔ قریش کے ہوتے دوسروں کو دعوئ امامت نہیں ہو سکتا۔ آپ لوگ ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ اگر اس بات پر نص ہوتی تو آپ ایسا کبھی نہ کہتے۔ حق بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجماع اور اجتہاد سے ہوئی

دونوں طرف کے لوگوں نے دلائل میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جو اس مختصر سے رسالہ میں نہیں سما سکتیں اور ان دلائل کو ترک کرتے ہوئے کسی اور کتاب میں تفصیلی بحث کروں گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت چونکہ اجماع سے ثابت ہے۔ ان کی اطاعت سب مسلمانوں پر فرض تھی۔ انہوں نے اپنی رحلت کے وقت حضرت عمر رضی

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا اور ان کے نام عہد نامہ لکھ دیا جس میں تمام مسلمانوں کو ان کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے اور علی الاعلان کہا کہ بایعنا بمن لہ وان کان عمر چنانچہ خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اجماع سے ثابت ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شہادت کے وقت خلافت کے مسئلہ کو ان چھ صحابہ اکرام علیہم الرضوان کبار پر چھوڑ دیا حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت طلحہ' حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان چھ حضرات نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو اپنا حکم ماننے کا فیصلہ کیا اور اعلان کیا کہ ہم سب میں سے جسے کہہ دیں گے' اسے خلیفہ مقرر کردیا جائے گا۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کردیا۔ جسے تمام صحابہ علیہم الرضوان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوری طور پر تسلیم کرلیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرکے ان کے احکام کی اتباع کا اعلان کر دیا اور دین و دنیا کے تمام کاموں میں انہیں اپنا امیر مانتے رہے۔

اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی اجماع امت سے ہوئی۔ ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ کے سارے صحابہ علیہم الرضوان سے افضل و اکمل تھے۔ انہیں باجماع صحابہ علیہم الرضوان خلیفہ برحق اور امام مطلق مقرر کیا گیا۔ آپ کے دور خلافت میں جو فسادات یا جھگڑے ہوئے اور آپ کے استحقاق خلافت پر نہیں تھے بلکہ وہ ایک اجتہادی غلطی تھی۔ جس میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کی سزا میں جلدی کا مطالبہ تھا۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ ان خلفاء علیہم الرضوان کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب سے شمار کی جائے۔ یعنی سب صحابہ علیہم الرضوان افضل ترین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضلیت ثواب کی زیادتی کے پیش نظر ہوتی ہے۔ علماء کرام نے اس مسئلہ کو یوں وضاحت کی ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں دوسرے سے افضل ہے تو اس سے افضل انسان کی زیادتی اور رجحان دوسرے پر

www.alahazratnetwork.org

تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ افضلیت یا تو ہر صفت میں جدا جدا ہو گی یا مجموعی اعتبار سے افضلیت قائم کی جائے گی۔ صورت اول میں ہو سکتا ہے کہ افضل انسان میں ایک ایسی صفت نہ ہو جو دوسرے میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے اور یوں بھی ہوتا ہے کہ یہ افضلیت کسی خاص وجہ کے پیش نظر ہو۔ یہ مسئلہ بھی وجہ بن سکتا ہے۔ مثلاً علم کی زیادتی' نسب کی برتری' ملکات نفسانیہ کی قوت شجاعت' سخاوت اور شہامت وغیرہ اور اللہ عزوجل کے نزدیک ان چیزوں کا ثواب مخصو ہے بلکہ ثواب کے ذرائع تو سیرت اور کردار ہیں جن سے اسلام یا عوام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے جس طرح ایمان لانے سے سبقت' دین کی خدمات اسلام کی تقویت میں جدوجہد' مسلمانوں کی امداد' نیکیوں کی کثرت اور مخلوق خدا کی ہدایت' کفار سے قطع تعلق' بے دینوں پر سختی وغیرہ وغیرہ۔ ایسی چیزیں ہیں جن سے خدا کے نزدیک ثواب ہوتا ہے۔ یہ صفتیں مجموعی اعتبار سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں زیادہ پائی جاتی تھیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جس دن سے آپ ایمان لائے۔ اسلام کی دعوت و نصرت دین کے لئے وقف ہو گئے۔ عثمان' طلحہ' زبیر' سعد ابن ابی وقاص' عبدالرحمٰن بن عوف' عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم جلیل القدر صحابہ علیہم الرضوان ہیں۔ مگر یہ سارے آپ کی وساطت سے اسلام لائے۔ آپ ہمیشہ اسلام کی سربلندی اور کفار کے جھگڑوں کے خاتمہ میں لگے رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی اور بعد میں بھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے آغاز سے ہی جب شعائر اسلام کو برملا کرنے کی جرات نہ تھی۔ اپنے دروازہ پر مسجد بنائی اس میں نماز جاری کی' قرآن پڑھا جانے لگا۔ لڑکے اور عورتیں وہاں آیتیں اور قرآن سنتیں۔

جمہور اہلسنت کا مذہب تو اسی ترتیب (یعنی ترتیب خلافت) پر ہے۔ امام مالک اور بعض متقدمین اہل سنت نے حضرت عثمان اور حضرت علی علیہم الرضوان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے۔ حضرت امام مالک سے جب دریافت کیا گیا کہ ساری امت میں افضل کون ہے تو آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

www.alahazratnetwork.org

متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دین کے پیشواؤں سے بارہا پوچھا مگر ایسا کوئی نہ ملا۔ جو ایک کو دوسرے پر افضل قرار دیتا ہو۔ امام الحرمین کا مسلک بھی ان دونوں کے بارے میں توقف ہے۔ انہوں نے ابوبکر بن خزیمہ کی روایت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل قرار دیا ہے۔

جواہر الاصول میں لکھا ہے کہ اہل کوفہ کے علماء بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افضلیت دیتے ہیں۔ ابن خزیمہ نے یہی نظریہ اختیار کیا ہے۔ شیخ بن عمر بن صلاح کے مقدمہ میں بھی اہل کوفہ کے مذہب کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر بیان کیا گیا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی نظریہ پر پابند تھے۔ علمائے حدیث میں سے محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان پر مقدم خیال کیا ہے۔

امام محی الدین نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ کوفہ کے بعض اہل سنت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے قائل نہیں تھے۔ مگر صحیح اور مشہور قول یہی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقدم تھے۔ امام نووی نے اصول حدیث میں لکھا ہے کہ سب اصحاب سے افضل تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس فیصلہ پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے۔ خطابی جو کوفہ کے علمائے اہل سنت میں سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مقدم لکھا ہے اور ابوبکر بن خزیمہ کا بھی یہی خیال ہے۔ حضرت امام قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ بعض متقدمین نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مقدم جانا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی بزرگوں میں سے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر عمر میں اپنے اس نظریہ سے رجوع کر لیا تھا۔

بیہقی نے اپنی کتاب الاعتقاد میں لکھا ہے کہ ابو ثور کی شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کسی نے صحابہ علیہم الرضوان اور تابعین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقدیم و تاخیر میں اختلاف نہیں کیا۔ سب کے

www.alahazratnetwork.org

نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضلیت اور تقدیم رکھتے ہیں۔ اختلاف تو صرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے معاملہ میں پایا جاتا ہے۔ الغرض علمائے اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ تمام صحابہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضلیت حاصل ہے۔ لیکن فقہا اور محدثین نے قصیدہ امالیہ کی شرح میں نقل کیا ہے کہ چاروں بزرگوں کی افضلیت اہل بیت کے بعد آتی ہے۔ ابن عبدالبر جو علمائے حدیث میں سے مشہور ہیں۔ اپنی کتاب استیعاب میں بیان کیا ہے کہ بعض متقدمین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے۔ سلمان و ابو ذر' مقداد' خباب' جابر' ابو سعید خدری' زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ لیکن ابو طالب کے خوف سے انہوں نے چھپا لیا۔ چنانچہ صحابہ علیہم الرضوان کی یہ جماعت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتی ہے اور کہتے ہیں کہ ابن عبدالبر کا کلام مقبول اور معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ شاذ روایت ہے جو جمہور کے قول کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جمہور ائمہ نے اجماع پر فیصلہ کیا ہے اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفضیل میں اور روایات بھی ملتی ہیں۔ خطابی نے بعض مشائخ کے حوالہ سے ان روایتوں کو جمع کیا ہے کہ ابوبکر خیر من علی و علی افضل من ابوبکرؓ۔

امام تاج الدین السبکی جو علمائے شافعی میں بڑے معتبر مانے جاتے ہیں۔ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ تھے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے کتاب خصائص اور امام علم الدین عراقی نے نقل کیا ہے۔ حضرت فاطمہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما چاروں خلفاء سے افضل تھے۔ حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو افضلیت نہیں دے سکتا۔ یہ ساری روایتیں جو ہم نے اوپر بیان کی ہیں ہمارے موضوع کے خلاف نہیں جاتیں اور نہ ہی ہمارے مدعا کے مخالف ہیں کیونکہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ خاص قسم کی افضلیت وہ عام حالات میں کسی کی افضلیت کے منافی نہیں ہوتی۔ فضائل ذات اور چیز ہے اور کثرت ثواب اور نفع اسلام سے افضلیت حاصل

www.alahazratnetwork.org

کرنے کا اور مقام ہے۔ شرف النسب کے اعتبار سے سید کونین کی اولاد پاک آپ کے گوشہ جگر ہیں۔ وہ جگرپارے ہیں۔ کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا لیکن اس شرف النسب کے باوجود شیخین کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

بہرحال علمائے متقدمین نے افضلیت اور خلافت کے موضوع کو قطعی اور ظنی دلائل سے مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔ بعض نے ترتیب خلافت کو افضلیت پر محمول کیا ہے۔ بعض نے ثواب و فضائل کو افضلیت کی بنیاد قرار دیا ہے۔ مگر صواعق محرقہ کے فاضل مصنف نے فیصلہ دیا ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ ترتیب خلافت سے افضلیت کا مسئلہ ظنی ہے۔ لیکن شیعوں پر لازم آتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قطعی فیصلہ کے پیش نظر اس مسئلہ کو قطعی جانیں اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت کو جزم و یقین سے تسلیم کرلیں۔ کیونکہ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ائمہ کی عصمت کے معتقد ہیں اور معصوم کا حکم سب کے لئے قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔ معصوم جھوٹ بھی نہیں کہتا اور یہ بات صحیح روایات سے ثابت اور تواتر سے نقل ہوتی چلی آئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعریف اور توصیف کے ساتھ ساتھ ان کی افضلیت کو برملا اور علانیہ بیان کرتے رہے ہیں۔

ذہبی نے ۸۰ سے زیادہ حضرات سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اور صحیح بخاری کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ

خیر الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر ثم عمر ثم رجل اخر۔

آپ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ نے کہا ثم انت؟ تو آپ نے فرمایا "میں ایک عام مسلمان ہوں۔" یہ حدیث متعدد واسطوں سے صحیح مانی گئی ہے۔

بعض روایتوں میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا "مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض لوگ مجھے شیخین پر فضیلت دیتے ہیں یہ لوگ مفتری ہیں۔ اگر وہ مجھے ملے تو میں انہیں افترا کی سزا دوں گا۔"

حضرت امام مالک نے امام جعفر سے اور انہوں نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

www.alahazratnetwork.org

پاس گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت چادر لپیٹے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ شخص اللہ کا پیارا اور محبوب ہے وہ اپنے نامہ اعمال سمیت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔

دار قطنی سے روایت کی ہے کہ ابو جحیفہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ساری امت سے افضل اعتقاد کرتے تھے۔ ایک جماعت اس بات کی مخالف بھی تھی۔ ان کی مخالفت سے آپ کو سخت رنج ہوا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ انہیں غمگین دیکھ کر علیحدہ لے گئے۔ ان سے فرمایا "اے ابا جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس رنجش کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے اپنا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا "ابی جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سنو! میں تمہیں بتاؤں کہ اس امت کا اس وقت بہترین انسان کون ہے۔ اس امت میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے بالمشافہ سنی تھی اور میں اسے ہرگز چھپا نہیں سکتا۔ حضرت جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث اپنے کانوں سے سنی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کے ممبر پر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسی قسم کی بہت سی احادیث ہیں جو تواتر سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچیں۔ مگر شیعہ حضرات یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ یہ ساری باتیں تقیہ کے طور پر کہی گئی تھیں یعنی حضرات شیخین کی تعریف محض جان کے خوف اور دشمنوں کے ڈر سے کیا کرتے تھے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو ان کی جان کو خطرہ تھا۔ مگر دلی طور پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف تھے۔

شیعوں کے اس بیان میں قطعاً کوئی صداقت نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شیر خدا تھے اور مرکز دائرہ حق تھے، مغلوب اور عاجز ہو گئے تھے کہ وہ حق بیان کرنے سے قاصر رہے اور ساری زندگی خوف و عجز میں گزار دی۔ پھر اسد اللہ الغالب کا لقب کیا معنی رکھتا ہے۔ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (المائدہ آیت ۵۴)

www.alahazratnetwork.org

کے مظہر ہوں اور علی مع القرآن و قرآن مع علی ان کی تعریف میں آئے تو خوف و عجز اور حق پوشی کی کیا ضرورت در پیش ہوئی؟

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر امت نے اتفاق نہ کیا اور اکثر لوگ آپ سے متفق نہ ہو سکے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق گوئی کے معاملہ میں بڑے بے باک تھے۔ وہ حق گوئی میں کسی کی رو رعایت نہیں کیا کرتے تھے اور کسی سے مداہنت اور مبالات نہیں رکھتے تھے۔ حضرت شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ زاہد تھے اور دنیاداروں سے بہت کم ملتے۔ عالم تھے' اور عالم دوسروں کی خوشامد نہیں کیا کرتا۔ وہ بہادر اور شجاع تھے اور بہادر کسی سے ڈرا نہیں کرتا۔ وہ شریف تھے اور شریف کسی کی پروا نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آپ سے متنفر رہتے اور آپ بھی لوگوں سے نفرت کرتے۔

ایسے شخص سے تقیہ کی توقع رکھنا ناممکن ہے۔ شیخین کے زمانہ خلافت میں ظاہرا" تقیہ ہوتا تو ممکن تھا۔ مگر اپنی خلافت اور اقتدار کے زمانہ میں خلوت اور خاص احباب میں بھی اس قسم کے بیانات کیونکر تقیہ پر محمول کئے جا سکتے ہیں؟ امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے آباؤ اولاد سے اس قسم کے سوالات ہوتے رہے کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ سب نے ہمیشہ یہی کہا کہ ہم انہیں نہایت دوست رکھتے ہیں۔ جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ایسی باتیں تقیہ کے طور پر کہتے ہیں اور آپ کے دل میں اس کے خلاف باتیں ہیں تو آپ نے فرمایا خوف زندوں سے ہوا کرتا ہے۔ مردوں سے نہیں ہوتا۔ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید فرمایا کہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کو سب برا کہتے ہیں۔ وہ اپنے وقت کا ایک کامیاب بادشاہ تھا اگر ہم تقیہ کرتے تو اسے بھی اچھا کہتے۔

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان خیالات کی روشنی میں ہم کیسے یقین کر لیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقیہ کرتے تھے۔ جو بڑے بہادر' شجاع اور عادل تھے۔ وہ میدان جنگ میں سب پر چھائے رہتے تھے۔ اگر انہیں خوف دامنگیر ہوتا تو وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بنی مروان سے کبھی نہ لڑتے۔ حالانکہ یہ لوگ

www.alahazratnetwork.org

بڑے طاقتور تھے۔ وہ باغیوں سے لڑے' خارجیوں سے مقابلہ کرتے رہے اور ان لڑائیوں میں تائید حق سے جنگ و جدال سے کبھی نہیں ڈرے۔ وہ ہمیشہ اعتدال پر رہے جو نہی انہوں نے دین کے معاملات میں سستی دیکھی وہ اس کے خلاف سینہ سپر ہو گئے اور انہوں نے دین کے معاملات میں اپنے دوستوں کو بھی جو افراط و تفریط کا شکار تھے' معاف نہیں کیا اور انہیں باہر نکال دیا۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا کو مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا اور حکم دیا کہ جس شہر میں ہم ہوں ابن سبا نہ ہو۔

ابن سبا اصل میں یہودی تھا۔ جو ظاہر طور پر آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ لیکن دلی طور پر منافق تھا وہ رافضیوں کا پیشوا بنا اور اس مذہب کا موجد بنا تاکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا بھلا کہا جائے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرم اللہ وجہہ کو خدا کہلانے لگا۔ آپ نے اس کی ایسی ہی باتیں سن کر اسے جلاوطن کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح و ثنا میں اتنے خطبے کہے ہیں کہ ان کے مطالعہ کے بعد کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں رہتی۔ اگر علمائے اہل سنت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت پر بلکہ اس افضلیت کی قطعیت پر یقین رکھتے ہیں تو وہ حق پر ہیں۔ بعض حق پسند شیعہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عبدالرزاق جو صاحب علم اور صاحب روایت بزرگ تھے' شیخین کی افضلیت اسی لئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں افضل مانا تھا۔ یہ کتنی ناانصافی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح کرنے والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ سے گریزاں ہیں۔

مندرجہ بالا اقتباس ابن حجر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے میں سے تھا۔ ہمیں ان کتابوں پر بھی اسی نقطہ نظر سے نگاہ ڈالنی چاہئے جن میں اس موضوع پر گفتگو کی ہے تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔

عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

چار خلفاء کے بعد عشرہ مبشرہ کی افضلیت آتی ہے۔ عشرہ مبشرہ میں مندرجہ ذیل دس صحابہ علیہم الرضوان کے نام آتے ہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی

www.alahazratnetwork.org

بشارت دی تھی۔

ابوبکر فی الجنۃ و عمر فی الجنۃ و عثمان فی الجنۃ و علی فی الجنۃ و طلحۃ فی الجنۃ و الزبیر فی الجنۃ و عبد الرحمن بن عوف فی الجنۃ و سعد بن ابی وقاص فی الجنۃ و سعید بن زید فی الجنۃ و ابو عبیدۃ ابن الجراح فی الجنۃ۔

یہ دس حضرات تمام امت سے بہتر اور افضل ہیں۔ یہ مہاجرین کے پیشوا تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ان حضرات کے مراتب اور اسلامی خدمات اس قدر ہیں جو دوسروں میں نہیں پائی جاتیں۔ ان بزرگوں کا بہشتی ہونا قطعی ہے لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ ان کے علاوہ دوسرے قطعی بہشتی نہیں ہیں کیونکہ ان کے علاوہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما' خدیجۃ الکبریٰ' عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت حمزہ و عباس' سلمان و صہیب' عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی جنت کی بشارت ملی تھی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا ذکر بھی جنتیوں میں کیا ہے۔ عقائد میں ان کا بیان اس لئے آیا ہے کہ یہ لوگ اپنی خدمات کی وجہ سے اسلام میں بڑی شان کے مالک ہیں' مگر بعض ایسے لوگ جن کے دل زنگ آلود ہیں' ان حضرات کی بے ادبی سے نہیں چوکتے اور ان سے بغض رکھتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی پرزور مذمت کی جائے۔

عشرہ مبشرہ کی قطعی بشارت جنت کی بحث کو ہم نے اپنی کتاب "تحقیق الاشارہ فی تعمیم البشارۃ" میں تفصیلی طور پر بیان کردیا ہے اور احادیث میں جتنے اہل بشارت کے نام آئے ہیں' یا میری نظر سے گزرے ہیں' تمام کا ذکر کیا ہے اور حق یہ ہے کہ چار خلفا' حضرت فاطمہ زہرا' حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسرے بزرگان دین کی بشارت تواتر معنوی درجہ رکھتی ہے' مگر دس کی بشارت شہرت کی حیثیت رکھتی ہے۔

بعض کی بشارت احاد کے درجہ تک ہے۔ جن کے لئے مخصوص بشارت نہیں آئی ان کے لئے یوں کہا جائے گا کہ مومن جنتی ہے اور کافر جہنمی' مگر قطعی طور پر کس کو جنتی

www.alahazratnetwork.org

کہا جا سکتا ہے تفصیلی طور پر مذکورہ بالا کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔

اہل بدر:

عشرہ مبشرہ کے بعد اہل بدر کو فضیلت حاصل ہے۔ واقعہ بدر ہجرت کے دوسرے سال میں رونما ہوا تھا۔ اس واقعہ سے اسلام کی شہرت کا سکہ دنیائے عرب پر بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ کے وہ وعدے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے تھے' پورے ہو گئے۔ دین اسلام کے بدترین دشمن جو صنادید قریش کہلاتے تھے' میدان بدر میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان میں عتبہ' شیبہ' ابوجہل جیسے (لعنتہ اللہ علیہم) جو خاص طور قابل ذکر ہیں۔ واصل جہنم ہوئے۔

اس معرکہ میں پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لئے آئے اور باقاعدہ شریک معرکہ رہے۔ عشرہ مبشرہ (جن کا پہلے ذکر آچکا ہے) اس معرکہ بدر میں شریک تھے۔ صرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک جنگ نہ ہو سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیمار پرسی کے لئے مدینہ میں رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بیمار پرسی کی وجہ سے اہل بدر میں شمار کیا ہے اور مال غنیمت کے پورے حصہ کا مستحق گردانا ہے۔

اہل بدر کی تعداد تین سو تیرہ' یہ سارے کے سارے قطعی جنتی ہیں۔ قرآن کی یہ آیت انہی کی شان میں نازل ہوئی۔

ان اللہ قد اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم	بے شک جب اہل بدر نے (اپنے کارناموں کا) اللہ تعالیٰ کے سامنے مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

لن یدخل اللہ النار رجلا شھد بدرا والحدیبیۃ	اس شخص کو ہرگز آگ نہیں چھو سکے گی جو میدان بدر یا میدان حدیبیہ میں حاضر ہوا

www.alahazratnetwork.org

حدیث پاک میں آیا ہے جو فرشتے میدان بدر میں شریک تھے' ان کی فضیلت دوسرے فرشتوں سے بہت زیادہ ہے۔

اہل احد:

اہل بدر کے بعد غزوہ احد میں شریک ہونے والوں کا رتبہ آتا ہے۔ یہ معرکہ ہجرت کے چوتھے سال رونما ہوا۔ اس معرکہ میں اہل اسلام کو بڑے امتحان اور دشواری سے گزرنا پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک اسی معرکے میں مجروح ہوئے تھے۔ یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دانت مبارک پورا ٹوٹ گیا تھا۔ یا جڑ سے نکل گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے' دانت مبارک کا ایک گوشہ مجروح ہوا تھا اور اس کا ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا تھا۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب شہدائے احد میں سے تھے۔ اس جنگ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ستر بزرگ شہید ہوئے۔ عشرہ مبشرہ بھی شریک غزوہ احد تھے۔ اس معرکہ میں کفار کا سربراہ ابو سفیان اموی تھا جس نے جنگ بدر میں شکست کے بعد قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لے لے گا بیوی سے جماع اور غسل نہیں کرے گا۔ فتح مکہ کے بعد ابو سفیان اور معاویہ بن ابی سفیان مشرف باسلام ہوئے۔ اہل بیعت رضوان

بیعت الرضوان اس بیعت کا نام ہے جو مسلمانوں نے صلح حدیبیہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کی تھی۔ قرآن پاک میں آیا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح آیت ۱۸)	اللہ تعالیٰ ان مومنین پر راضی ہو گیا جنوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی۔

حدیث پاک میں آیا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

لا يدخل النار من بايعني تحت الشجرة	جس نے میرے ہاتھ پر شجر رضوان کے نیچے بیعت کی۔ وہ آگ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

یہ سارے اصحاب اہل بہشت میں سے ہیں۔ یہ ترتیب فضیلت جو ہم نے بیان کی ہے وہ ابو منصور حمیمی سے نقل کی ہے۔ مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درجات و مقامات اور فضائل احادیث میں پائے جاتے ہیں۔ مگر ان حضرات کی بات و بخشش تو یقینی طور پر واضح فرما دی گئی۔ دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ناموں کی تصریح کتابوں میں نہیں ملتی۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد فضل و کرامت علم و تقویٰ کی بنا پر ہوگی کیونکہ۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات آیت ۱۳)	بے شک اللہ عزوجل کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

بعض علماء کرام نے اولاد صحابہ کو بھی ان کے آباؤ اجداد کی فضیلت پر فضیلت دی ہے مگر یہ بات متفق ہے کہ اولاد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے افضل ترین ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت کی عورتوں کی سیدہ ہیں اور حضرت حسن و حسین علیہم الرضوان جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ ہم نے اس مسئلہ کو علیحدہ تفصیلی طور پر عقائد میں بیان کیا ہے اور ان کی قطعی جنتی ہونے پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ حالانکہ بعض برخود غلط مصنفین بشارت بخشش کی قطعیت محض عشرہ مبشرہ تک محدود کرتے ہیں۔ اکثر علماء کرام نے رافضی مصنفین کے علی الرغم عشرہ مبشرہ کا ذکر بڑے تخصیص سے کیا ہے۔

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت دنیا کی تمام عورتوں پر ثابت کرتی ہے۔ حتیٰ کہ اہل جنت کی تمام عورتوں مثلاً مریم بنت عمران اور عائشہ و خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ

www.alahazratnetwork.org

عنہن سے فضیلت دی ہے علامہ جلال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

بعض احادیث میں جہاں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق فضیلت بیان کی گئی ہے مگر بعض احادیث میں تمام عورتوں سے حضرت مریم علیہ السلام کو افضل بیان کیا گیا۔ ایسی احادیث میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اہل بیت:

ایک اور مقام پر دنیا کی بہترین عورتوں میں حضرت فاطمہ' حضرت خدیجہ' حضرت عائشہ' حضرت مریم' حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو شمار کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں مساوات اور توقف بیان کرنا مقصود ہے۔ ایک اور حدیث میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وجود امت رسول میں ایسا ہے جیسے حضرت مریم کا قوم عیسیٰ علیہما السلام میں ہے۔

بعض علماء امت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل قرار دیتے ہیں ان کی رائے ہے کہ حضرت عائشہ جنت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے ساتھ ہوں گی اور حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مقام و مکان نبوت حضرت علی کرم اللہ عنہ سے بلند واقع ہے۔ لیکن بعض احادیث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں فاطمہ' علی' حسن اور حسین علیہم الرضوان ایک مکان اور ایک مقام میں ہوں گے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجتہدہ تھیں اور خلفاء اربعہ کے دور میں آپ باقاعدہ فتویٰ دیا کرتی تھیں اور اجتہاد فرمایا کرتی تھیں۔ بعض علماء کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد افضل النساء ہیں۔ علامہ سیوطی نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں تین رائیں ہیں۔ مگر بہترین رائے یہ ہے کہ فاطمۃ الزہرا حضرت عائشہ سے افضل ہیں۔ بعضے اہل علم نے دونوں کو مساوی حیثیت دی ہے۔ بعضے حضرات اس مسئلہ پر توقف اختیار کرتے ہیں۔ احناف کے اکثر و بیشتر علماء اور بعض حضرات شافعیہ توقف کرتے ہیں۔ حضرت مالک سے

www.alahazratnetwork.org

جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جگرپارہ ہیں اور جگرپارہ سے افضل تر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں رسول اللہ کے جگرپارہ پر کسی دوسری شخصیت کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

امام سبکی فرماتے ہیں ہمارے دین اور ہمارے مختار کی رائے ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی افضل ہیں۔ اس کے بعد آپ کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

حضرت سیوطی فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور مریم علیہ السلام افضل ترین عورتیں ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ترین امہات ہیں۔ خصائص کبریٰ میں ہے۔

خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ متقدمین علماء کے ایک طبقہ نے تصریح کی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ دنیا کی عورتوں میں سے افضل و اکمل عورتیں حضرت مریمؑ بنت عمران، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آسیہ زوجہ فرعون ہیں۔ (بعض روایتوں میں آسیہ زوجہ فرعون کی بجائے آسیہ بنت فراحم لکھا ہے)۔

شیخ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں فضیلت کے ساتھ تصریح کی گئی ہے کہ فاطمۃ الزہرا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل تر ہیں۔ فضیلت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی حدیث میں فضل عائشہ علی النساء کفضل الثرید علی غیرہ من الطعام سے دلیل یہ ہے کہ مذکورہ بالا چار عورتوں کے علاوہ دنیا کی تمام عورتوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فضیلت ہے۔

اس ضمن میں (مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کی رائے یہ ہے کہ سچی بات یہ ہے افضلیت کے وجوہ و اسباب مختلف ہیں۔ لیکن احادیث کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری اولاد سے زیادہ پیاری تھیں اور حضرت خدیجہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب سے محبوب بیوی تھیں۔ چونکہ فضیلت اور محبت کی وجوہات مختلف ہوا کرتی ہیں اس لئے اس مسئلہ کو سمجھنا دشوار ہو جائے گا۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ عورتوں میں سے

www.alahazratnetwork.org

محبوب ترین شخصیت حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں اور محبوب ترین مرد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ایک اور جگہ آیا ہے کہ تمام انسانوں میں محب خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ بعض علماء نے اگرچہ نہایت سخت رائے دی ہے جو نہایت شاذ مقالات سے لی گئی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر غیر سے فاضل ترین ہیں حتی کہ وہ اپنے والد بزرگوار سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی افضل تھیں۔ اگر ہم فضیلت اور محبت کے تقاضوں کو سامنے نہ رکھیں تو اس مسئلہ میں بڑی مشکل پیدا ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ افضلیت کثرت ثواب سے حاصل ہوا کرتی ہے اور یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہے۔ مگر شرف ذات' طہارت' سیرت اور پاک طینت ہونے کی وجہ سے کوئی شخصیت بھی حضرت فاطمہ' حسن و حسین علیہم الرضوان اور دوسرے اہل بیت کے مراتب کو نہیں پہنچ سکتا۔

خلافت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت صرف تیس سال تک تھی۔ اس کے بعد ملوکیت و امارت تھی۔ حدیث پاک میں آیا ہے۔

الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر بعدھا ملکا عضوضا	میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد خلافت نہیں ہو گی۔ نقصان دہ ملوک ہوں گے۔ جن کے زہر سے بہت کم لوگ سلامت رہ سکیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ساتھ تیس سال کا عرصہ مکمل ہو جاتا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ ابھی تیس سال میں سے چھ ماہ باقی تھے کہ امام المسلمین حضرت حسن بن علی ابی طالب خلیفہ رہے۔ آپ کی وفات کے ساتھ ہی خلافت کا تیس سالہ دور ختم ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ نہیں تھے بلکہ امیر و بادشاہ تھے جو لوگ امرائے عباسیہ کو خلفاء میں شمار کرتے ہیں مجازی اور اصطلاحی معنوں میں لکھتے ہیں۔

احناف کے محقق شیخ کمال بن ہمام مسائیرہ میں لکھتے ہیں کہ تمام اہل حق اس بات پر

www.alahazratnetwork.org

متفق ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہ تھے اور خلیفہ نہیں تھے۔ اہل سنت کے مشائخ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں۔ وہ حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد کسی دوسرے کو امام نہیں مانتے۔ مگر بعض مشائخ نے امامت کو بعد از حضرت علی بھی روا رکھا ہے جو مشائخ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام تسلیم کرنے کے حق میں ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حسن نے جب آپ کو امام تسلیم کر لیا تو ہم بھی انہیں تسلیم کریں گے۔

مسلک اہل سنت و جماعت:

اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ علیہم الرضوان کو ہمیشہ نیک الفاظ سے یاد کرنا چاہئے۔ بغض سب و شتم' اعتراضات و انکار ان کی ذات پر کرنا نامناسب ہے اور ان کے معاملہ میں کسی کی بے ادبی روا نہیں رکھنی چاہئے۔ کیونکہ ان لوگوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ محبت نے پاک کر دیا تھا۔ ان کے فضائل' مناقب اور درجات میں اکثر آیات قرآنی اور احادیث نبوی موجود ہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔
(الفتح آیت ۲۹)

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔ (البینہ آیت ۸) اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔ اکرموا اصحابی فانھم خیارکم۔ اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوھم غرضا" من بعدی فمن احبھم فحبنی ومن ابغضھم فبغضبنی۔ من اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذا اللہ ومن اذا اللہ فیوشک ان یاخذہ

صحابہ کرام کے بعض اختلافات یا محاربات یا اہل بیت کے حقوق میں کوتاہی اور ان کے آداب میں کمی کی روایات ملتی ہیں۔ ان سے اعراض کرنا ضروری ہے اور نظرانداز کر دینا چاہئے اور گفتہ ناگفتہ اور شنیدہ ناشنیدہ پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت اور مجلس یقینی امر ہے۔ مگر اہل بیت کے ساتھ معاملات محض ظنی ہیں اور یقین کی فضیلت کو چھوڑ کر ظن اور گمان کے اختلافات میں پڑنا درست نہیں۔ ان اختلافی امور میں سے اسلامی حدود کا تعین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر

www.alahazratnetwork.org

بن العاص، مغیرہ بن شعبہ علیہم الرضوان اور اس قسم کے بزرگوں کے معاملات ہیں جو شخص بھی مشائخ اہل سنت و جماعت کے طریق کار پر عمل کرے گا اسے ان معاملات میں بغض طعن سے زبان بند رکھنا پڑے گی۔ اگرچہ بعض معاملات کو اصحاب تاریخ و سیر نے متواتر لکھا ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے معاملات کے مطالعہ سے اگرچہ طبیعت میں کدورت اور دل میں نفرت پیدا ہوئے بغیر چارہ کار نہیں۔ تاہم چشم پوشی اور کف لسان ضروری ہے۔

غزوہ صفین میں ایک شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں سے قید کر کے لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص کو اس پر ترس آگیا وہ کہنے لگا خدا کی قسم! میں اسے جانتا ہوں کہ یہ مسلمان تھا اور بڑا صالح مسلمان تھا۔ افسوس کہ اس کا خاتمہ اس حالت پر ہو رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا کہتے ہو۔ وہ اب بھی مسلمان ہی ہے۔ پھر دلیل قطعی کے ہوتے ہوئے سب و شتم تو سخت ناروا ہے۔ جیسے بعض نادان حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طہارت میں نصوص قرآنی کے باوجود زبان درازی سے کام لیتے ہیں۔

یزید کا حشر:

بعض علمائے اہل سنت تو یزید کے معاملہ میں بھی توقف سے کام لیتے ہیں۔ مگر بعض غلو و افراط کی وجہ سے اس کی شان و منزلت بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ وہ مسلمانوں کی اکثریت کی بنا پر امیر مقرر ہوا تھا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ضروری تھا کہ ان کی اطاعت کرتے۔ نعوذ باللہ من ھذا القول ومن ھذا الاعتقاد۔

یزید امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہوتے ہوئے امیر ہو کیسے سکتا ہے اور مسلمانوں کو اجماع اس پر کس طرح واجب آتا ہے۔ جب کہ اس وقت کے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور صحابہ علیہم الرضوان کی اولاد جو بھی موجود تھی اس کی اطاعت سے بیزاری کا اعلان کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ سے چند لوگ اس کے پاس شام میں جبر و اکراہ سے پہنچائے گئے تھے۔ مگر یزید کے ناپسندیدہ اعمال کو دیکھ کر واپس مدینہ چلے آئے اور عارضی بیعت کو فسخ کر دیا اور ان لوگوں نے برملا کہا کہ وہ خدا کا دشمن ہے۔ شراب نوش ہے، تارک الصلوۃ ہے۔ زانی ہے، فاسق ہے، محارم سے صحبت کرنے سے بھی باز نہیں

www.alahazratnetwork.org

آتا۔

ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس کی رائے ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی وہ شہادت حسین پر رضامند تھا۔ حضرت حسین اور اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی شہادت سے وہ کبھی بھی مسرور و مطمئن نہیں ہوا۔ ہمارے نزدیک یہ رائے مردود اور باطل ہے کیونکہ یزید کی اہل بیت سے عداوت اور اہل بیت کی اہانت و ذلت کے واقعات تواتر کے ساتھ اس سے سرزد ہوتے رہے۔ ان تمام واقعات سے انکار کرنا ازراہ تکلف ہے۔

ایک طبقہ کی رائے یہ ہے کہ قتل حسین دراصل گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ ناحق مومن کا قتل کرنا گناہ کبیرہ میں آتا ہے۔ کفر میں نہیں آتا۔ مگر لعنت تو کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ ایسی رائے کا اظہار کرنے والوں پر افسوس ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے بھی بے خبر ہیں کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت اور انہیں تکلیف و توہین کرنا باعث ایذا و عداوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں یہ حضرات یزید کے متعلق کیا فیصلہ کریں گے۔ کیا اہانت رسول اور عداوت رسول اللہ کفر و لعنت کا سبب نہیں ہے اور یہ بات جہنم کی آگ میں پہنچانے کے لئے کافی نہیں۔ آیۃ کریمہ ملاحظہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (الاحزاب آیت ۵۷)

وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے وہ یقیناً دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں اور خدا نے ان کے لئے دردناک عذاب مقرر کیا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ یزید کے خاتمہ کے متعلق کوئی علم نہیں ہو سکتا ہے کہ ارتکاب کفر و معصیت کے بعد اس نے توبہ کرلی ہو اور آخرکار تائب ہو گیا ہو۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔ علمائے سلف اور مشاہیر امت میں سے بعض نے جن میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ شامل ہیں۔ یزید پر لعنت کی ہے۔ ابن جوزی جو شریعت اور حفظ سنت میں بڑے متشدد تھے۔ اپنی کتاب میں لعنت بر یزید کو علمائے سلف سے نقل کیا ہے۔ بعض علماء کرام

www.alahazratnetwork.org

نے لعنت کرنے کی ممانعت کی ہے اور بعض توقف کرتے ہیں۔

ہماری رائے میں یزید مبغوض ترین انسان تھا۔ اس بدبخت نے جو کارہائے سرانجام دیئے ہیں۔ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی سے نہیں ہو سکے۔ شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہانت اہل بیت سے فارغ ہو کر اس بدبخت نے مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور اس مقدس شہر کی بے حرمتی کے بعد اہل مدینہ کے خون سے ہاتھ رنگے اور باقی ماندہ اصحاب رسول اور تابعین اس کی تیغ ستم کی نذر ہو گئے۔ مدینہ منورہ کی تخریب کے بعد اس نے مکہ معظمہ کی تباہی کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرا اور انہی حالات میں وہ دنیا سے رخصت ہو گیا اور اس کی توبہ اور رجوع کا مزید حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور دوسرے اہل ایمان کے دلوں کو یزید کی محبت و الفت' اس کے مددگاروں اور معاونین کی موافقت اور ان تمام لوگوں کی دوستی جو اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدخواہ رہے ہیں اور ان کے حقوق کو پامال کرتے آئے ہیں اور ان سے محبت و صدق عقیدت سے محروم رہے ہیں' سے محفوظ مامون رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو اہل بیت اور ان کے نیک خواہوں کے زمرے میں رکھے اور دنیا و آخرت میں اہل بیت کے مشرب و مسلک پر رکھے۔ **بحرمتہ النبی و الہ الامجاد و بمنہ و کرمہ و ھو قریب مجیب۔**

مجتہد کا مقام:

سچا مذہب یہ ہے کہ مجتہد بعض اوقات غلطی کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ مگر اجتہادی غلطی میں وہ معذور سمجھا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات اس غلطی کے ارتکاب میں بھی اسے اجر و ثواب ملتا ہے کیونکہ وہ اپنی انتہائی کوشش اور دیانت دارانہ رائے سے کام کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی اجتہادی کوششوں کا ثواب اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے۔

ان خطاءت فلک حسنۃ" و ان اصبت فلک حسنتان	اگر تم اجتہاد میں بھول گئے تو تمہیں ایک نیکی ملے گی۔ اگر کامیاب رہے تو تم دو نیکیوں کے حق دار ہو گے۔

www.alahazratnetwork.org

بعض علماء کرام کی رائے میں ہر مجتہد کامیاب ہوتا ہے اور اس کی سچائی کی یہی ایک علامت ہے کہ وہ اجتہاد میں کوشاں ہوتا ہے۔ اس کی رائے میں اختلاف محض فقہی مسائل' فروعی معاملات میں ہوتا ہے اور ان حالات میں ظن اولیٰ ہی سچائی کی دلیل ہے۔ یقینی فیصلہ ضروری نہیں ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اعتقادیات کلامیہ مسائل برحق ہوتے کیونکہ یہ واقعہ اور نفس الامر کی خبر ہے اور واقع اور نفس الامر ایک چیز نہیں ہو سکتے۔ اجتہاد کی شرطیں ان کے احکام غیر مجتہد کی تقلید اور اس قسم کے دوسرے مسائل اپنے مقام پر آئیں گے۔

رسول ملائکہ سے افضل ہیں:

خواص بشر (انبیاء و رسل) خواص ملائکہ سے افضل ہیں کیونکہ فرشتے تو انبیاء علیہم السلام کے پیغام رساں اور خدمت گزار ہوتے ہیں اور عوام بشر (غیر انبیاء یعنی اولیاء اللہ اور اتقیاء) عام فرشتوں سے افضل ہیں۔ خواص ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں۔ اس مسئلہ میں ساری امت کا اجماع ہے اور کسی کو مجال اختلاف نہیں۔

انسان کی فضیلت فرشتوں پر اس دلیل سے سمجھی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سجدہ خدمت کی اعلیٰ ترین علامت ہے اور ادنیٰ اپنے اعلیٰ کی علو شان کا اعتراف کرتا ہے چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی افضلیت اس واقعہ سے ثابت ہو جاتی ہے تو خواص بشر کی افضلیت تو واضح ہے۔

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ افضلیت کی حیثیت مختلف ہے۔ یہ ایک لفظی بحث ہے۔ ریاضت' محنت اور شدت مجاہدت کی بنا پر اکتساب کمال کے معاملہ میں انسان یقیناً ملائکہ سے افضل ہیں۔ لیکن تجرد' پاکیزگی' قربت الٰہیہ اور نورانیت کے نقطہ نظر سے ملائکہ بہت بلند رتبہ رکھتے ہیں۔

انسان کی جامعیت پر نگاہ ڈالی جائے اور اس کا صفات الٰہی کا مظہر ہونا' اس کے اسماء و صفات کا آئینہ دار بننا۔ پھر انعام خلافت کے پیش نظر انسان کی فضیلت ہی تسلیم کرنا پڑتی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اس بحث کے باوجود بھی اعتقادی طور پر ہم یہ بات بلاشک و ریب کہہ سکتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الرسل ہیں۔ سید کائنات ہیں' افضل مخلوقات ہیں' خواہ وہ انسان ہوں' جن ہوں یا ملائکہ ہوں۔

جس طرح کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ انبیاء کی فضیلت تو فرشتوں پر تمام اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے۔ لیکن معتزلہ اور بعضے اشعری علماء ملائکہ کو بشر سے افضل قرار دیتے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ پر اپنی رائے کو محفوظ رکھتے ہوئے توقف اور تردد سے کام لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ عمر کے ابتدائی دور میں تو ملائکہ کی افضلیت کے قائل تھے' مگر آخرین عمر میں آپ نے اس رائے سے رجوع فرما لیا تھا اور بشر کو ملائکہ سے افضل ماننے لگے تھے۔

قاضی ابوبکر باقلانی نے بھی اس مسئلہ میں توقف سے کام لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ کو نہ جاننا یا اس کا اظہار کرنا یا نہ کرنا ایمان و کمال کے نقص کا موجب نہیں ہے۔

امام تاج الدین سبکی جو مشہور شافعی عالم دین ہوئے ہیں۔ نقل کرتے ہیں کہ اگر کسی کی ساری عمر تمام ہو جائے اور اس کے دل میں فضیلت انبیاء کا خیال تک بھی نہ آئے تو قیامت کے دن اس سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم افضلیت انبیاء کے قائل تھے یا افضلیت ملائکہ کے۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ہر مقام پر اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کرنا چاہئے اور ہماری گفتگو کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ ہم حیثیت و مقام دیکھ کر فضیلت کا تعین کریں۔

اولیاء کا مقام:

اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں۔ مگر ولی اس شخص کو کہا جائے گا جو معرفت خداوندی کا واقف ہو۔ طاعات خداوندی پر قائم رہے۔ عصیان و معصیت سے کنارہ کش رہے اور لذات شہوانیہ سے پرہیز کرتا رہے۔ اگر ایسے شخص سے کوئی خرق عادت ظاہر ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے اور یہ جائز ہے۔ دراصل ولی کی کرامت اس ہی کے

www.alahazratnetwork.org

معجزات کا عکس ہوتا ہے جس کی امت میں وہ ولی ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی قسم کے معجزات ہیں۔ بعض معجزات تو بعثت سے ہی پہلے ظاہر ہوئے تھے ایسے معجزات کو ارہاصات کہتے ہیں۔ بعض معجزات اعلان رسالت کے بعد تادم حیات ظاہر ہوتے رہے۔ مگر بعض معجزات ایسے بھی ہیں جو بعد از رحلت وقوع پذیر ہوئے۔ یہ معجزات آپ کے تابعین یا اولیاء اللہ سے واقع ہوتے رہے۔ در حقیقت ان تمام کرامات کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے سلسلہ کی ایک کڑی کہا جائے گا۔ یہ معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور صحت دین بن گئے ہیں۔

کرامات کا وجود تو اکثر صحابہ علیہ الرضوان اور اولیائے امت سے تواتر کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اس موضوع پر کسی قسم کا تردد' انکار یا اظہار شبہ کی ضرورت نہیں۔ خاص کر بعض اولیاء امت جیسے کہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی امام عبداللہ یافعی رحمتہ اللہ علیہما سے اکثر کرامات ظاہر ہوئیں۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ کرامت اولیاء اللہ نبی علیہ السلام کے معجزات کی جنس میں نہیں آتے جس طرح کہ شق القمر' سلام حجر' سجدہ شجر وغیرہ وغیرہ بعض کے نزدیک یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ولی کی کرامت اس کے ارادہ و اختیار سے باہر ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات ضروری ہے کہ ولایت و کرامت کا دعویٰ کرنا غیر ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی علیہ السلام سے جو چیز بطور معجزہ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ ولی اللہ سے بطریق کرامت ظاہر ہو سکتی ہے۔ اختیار یا عدم اختیار کی قید و تخصیص ضروری نہیں۔ بعض کرامات اختیاری اور بعض غیر اختیاری ہوتی ہیں۔ بعض کرامات ان اولیاء اللہ کے دعویٰ پر صادر ہوتی ہیں۔ جب کہ وہ ولایت اور صدق کے بلند ترین مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔ یہ کرامات ان کے دعووں کے عین مطابق ظاہر ہوتی ہیں۔ حقیقت میں اولیاء اللہ کے دعویٰ ان کے انبیاء کے صدق و صحت نبوت کی دلیل ہوتے ہیں۔ کہتے کہ اگر شیخ محی الدین عبدالقادر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کثیر دعویٰ کئے ہیں تو وہ حق تھے اور ان کے حق میں حقانیت تھی۔ جو دعویٰ ان اولیاء اللہ کے لئے منع ہے۔ وہ دعویٰ نبوت ہے۔ یہ

www.alahazratnetwork.org

دعویٰ ایک ولی کو دشمن دین مستحق اہانت اور لعنت بنا دیتا ہے۔ معاذاللہ۔

ولایت کے لئے ضروری نہیں کہ اظہار کرامت بھی ہو۔ ولی اللہ بغیر کرامت کے بھی ولی اللہ ہو سکتا ہے۔ اصل کرامت تو یہ ہے کہ دین پر استقامت دکھائی جائے۔ الاستقامت فوق الکرامت لیکن کرامت کے اظہار میں حکمت یہ ہوتی ہے۔ سالک ابتدائے تربیت میں تکمیل یقین پالے تاکہ سلوک کی جدوجہد میں نہایت تن دہی سے کام کرتا چلا جائے اور آخرین عمر میں دوسرے لوگوں کی تربیت اور ان کے تردد و انکار کے شبہات کو دور کرنے کے لئے کرامت کا ہونا ضروری ہے۔

خوارق کی چار قسمیں ہیں۔ اگر نیک اعمال اور کامل ایمان کی حالت میں نہ ہوں تو انہیں استدراج اور سحر کہا جائے گا۔ لیکن اگر ایمان کامل' اعمال صالح اور معرفت و تقویٰ کے ساتھ رونما ہوں تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ اگر نبی علیہ السلام سے اظہار کرامت ہو تو اسے معجزہ کہا جائے گا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایسی چیزیں تمام مومنین یا اہل صلاح سے بھی رونما ہو جاتی ہیں اسے معونت کہا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ جادو' طلسمات اور شعبدہ بازی خوارق عادت کے ضمن میں نہیں آتیں۔ کیونکہ یہ چیزیں پے بہ پے تجربات' عمل اور اسباب سے پیدا ہو جایا کرتی ہیں اور ان حالات کو تواتر سے بروئے کار لانے سے بعض حیران کن واقعات رونما ہو جاتے ہیں جس طرح ایک حکیم طبیب یا ڈاکٹر کے فنی تجربات سے برلب مرگ مریض شفا سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔ خرق عادت تو وہ چیز ہے جو خلاف عادت ہو۔

مقامات انبیاء و اولیاء:

کوئی ولی نبی علیہ السلام کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو گناہ سے معصوم ہوتے ہیں انہیں نبوت سے معزولی اور برطرفی کا خوف نہیں ہوتا اور انہیں برے خاتمے کا بھی غم نہیں ہوتا۔ انہیں وحی آتی ہے اور خدا کے احکام و ہدایت لوگوں تک پہنچانے میں مامور ہوتے ہیں۔ اولیاء کے تمام کمالات انبیاء سے کم ہوتے ہیں۔ المختصر یہ کہ نبی کی ولی پر افضلیت تو قطعی اور یقینی ہے۔ اس کے برعکس اعتقاد رکھنے والا کافر ہو جاتا

www.alahazratnetwork.org

بعض لوگ ولایت کو نبوت سے افضل قرار دیتے ہیں۔ ان کے اس دعوے کی تردید یہ ہے کہ نبوت سے زیادہ فضیلت والا نہیں ہو سکتا۔ ولایت تو قرب الٰہی کا درجہ ہے اور اللہ عزوجل کی طرف سے فائدہ ملتا ہے۔ مگر نبی پر انعام الٰہی کی خصوصیت ہوتی ہے جس سے وہ مامور بالامر ہوتا ہے۔

نبوت کے لئے خلق اللہ کو فائدہ پہنچانا، قرب مع اللہ کی نسبت قائم ہونا بڑا ضروری ہے۔ نبی میں یہ دونوں صفات پائی جاتی ہیں۔ اس طرح وہ ولی سے فاضل ہوتا ہے۔ ان حالات کے باوجود بھی جو شخص یہ فیصلہ کرتا ہے کہ ولی نبی سے افضل ہے تو ہم اس کی بات کو رد کریں گے اور اس شخص کو مردود خیال کریں گے۔

مقام عبدیت:

انسان کبھی بھی اس کمال کو نہیں پہنچ سکتا کہ اس سے شریعت کی حدود ختم کر دی جائیں۔ بعض ملحد اور بے دین یہ خیال کرتے ہیں کہ ایک مقام پر پہنچ کر انسان شریعت کے تکلفات سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ ان کا مفروضہ یہ ہے کہ جب انسان انتہائے محبت کو پہنچ جائے تو اسے دل کی صفائی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کا ایمان واضح ہو جاتا ہے اور اس طرح اس سے شرعی احکام ساقط ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے گناہ کبیرہ معاف کر دیتا ہے۔ یہ کلام محض گمراہی اور کفر ہے اور اللہ تعالیٰ سے بے خبری کی علامت ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کی محبت کی تکمیل تو دل کو صاف کر دیتی ہے اور ایمان پختہ ہو جاتا ہے اور طاعت و عبادت میں مصروف رہنے لگتا ہے اور کامل ہو جاتا ہے۔ نہ کہ یہ صفتیں اسے مزید ناقص بنا دیں اور تمام امور ساقط ہو جائیں۔ گناہ پر گرفت کرنا یا معاف کر دینا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ وہ مختار ہے جسے چاہے گرفت کرے جسے چاہے معاف کر دے۔ لیکن شرعی تکلیف کا ساقط ہونا کسی صورت میں درست نہیں۔

انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر محبت و ایمان کے تقاضوں کو کون پورا کر سکتا ہے۔ انہیں تو شرع کی پابندی اور تکلیف لازمی ہے۔ بعض لوگ اس بات کے جواب میں بھی کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کرام کے افعال چونکہ احکام الٰہی کے جاری کرنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ بدیں وجہ وہ ترک افعال و اعمال نہیں کرتے۔

www.alahazratnetwork.org

ایسے لوگ شرع جاری کرنے کے معنی بھی نہیں جانتے اور اتنا خیال نہیں کرتے کہ شرع تو اس لئے ہے کہ لوگ اس پر عمل کریں اور پیغمبروں کے اقوال کی پیروی کریں۔ لوگوں کو عمل کرنا چاہئے تاکہ شرع جاری کرنے کی مصلحت باطل نہ ہو جائے اور تکالیف شرع کسی طرح ساقط نہ ہو جائے۔

آیات و احادیث کی حجیت:

آیات و احادیث کا مطلب ظاہر صورت میں برآمد کرنا چاہئے اور حجت ان کی تاویل نہیں کرنا چاہئے۔ آیات و احادیث کی تحقیق و تاویل کے شرائط اور ان کے جائز و ناجائز ہونے کے وجوہات تفصیلی مطالعہ کے لئے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب **التفرقہ بین الکفر والزندقہ** کا مطالعہ کرنا بڑا ضروری ہے۔

آیات و احادیث کے ظاہری معنوں سے ہٹ کر تاویلی معنوں کی طرف جانا الحاد ہے۔ فرقہ باطنیہ اور ملاحدہ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے ظاہر معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ ان سے رموز اور اشارے حاصل کرنے ضروری ہیں۔ ان رموز اور اشارات کو معلم کے بغیر کوئی بھی نہیں پا سکتا اور پھر یہ لوگ امام کو معصوم معلم جانتے ہیں اور حق کی معرفت اس کی تعلیم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ خیال الحاد و زندقہ کے ہیں۔

اگر ظاہری معنی مراد نہ لئے جائیں تو نماز و روزہ طاعات و عبادات اور شریعت کے دوسرے احکام کہاں سے آئے ہیں اور کس طرح ثابت ہو سکتے ہیں اور اگر ان احکامات شریعت کو محض رمز و اشارہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے تو پھر کتابوں کا نازل کرنا' شریعتوں کا نافذ کرنا' فضول ہو کر رہ جائے گا اور ان کے معلم تو پھر پیغمبروں اور صحابہ سے بھی افضل قرار دیئے جائیں گے۔ کیونکہ یہ سب نصوص کے ظاہری معنی لیتے ہیں اور ان کے ظاہری معنوں پر ہی عمل کرتے رہے ہیں اور انہی ظاہری معنوں پر حکم لگایا کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ملحدین دین کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ جن محققین کو رموز و اشارات کا علم ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ باوجودیکہ قرآن کی آیات میں رموز اشارات پائے جاتے ہیں۔ مگر احکامات کا نفاذ محض ظاہر معنوں پر ہی ہو گا اور ان لوگوں نے ظاہری معنوں سے کبھی پہلو تہی نہیں کیا۔

www.alahazratnetwork.org

اس مسئلہ پر اس مثال سے ذہن نشین کریں کہ فرعون و موسیٰ علیہ السلام ظاہر میں موجود تھے۔ ان کے تمام واقعات ظاہری زندگی سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام تو محض روح اور نفس کے نام ہیں اور روح اور نفس کی کشمکش کی طرف سارے اشارے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کوئی شخصیت نہیں تھے۔ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جوتے اتار لیں اور وادی مقدس میں ننگے پاؤں آئیں۔ ان ظاہری معنوں کی خوبی کے باوجود عاشقان طریقت اس سے یہ مراد بھی لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قربت و محبت کی وادی میں دو جہان کے علائق سے دستبردار ہونا محبت کی علامت ہے۔ مگر ایسا کبھی نہیں کہا گیا کہ نہ وادی قدس ہے نہ موسیٰ علیہ السلام نہ نعلین' اس سے زیادہ یا وہ گوئی اور بیہودہ خیال اور کیا ہو سکتا ہے۔

زندوں کی دعا سے مردوں کا فائدہ:

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ زندوں کی دعاؤں اور صدقہ سے مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس موضوع پر احادیث اور آثار پائے جاتے ہیں۔ نماز جنازہ اسی قسم کی ایک دعا ہے۔ حدیث پاک میں ہے جس مسلمان کی نماز جنازہ تو مسلمان ادا کریں اس کی بخشش کے لئے دعا کریں۔ وہ بخشا جاتا ہے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فوت ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس ضمن میں کون سا صدقہ اچھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پیاسوں کو پانی پلایا جائے۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا ھذا لام سعد یہ کنواں ام سعد کے لئے ہے (۱) اور دوسری حدیث میں آیا ہے۔

الدعاء ترد البلاء و الصدقۃ تطفی غضب الرب۔	دعا بلا کو دور کرتی ہے اور صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ختم کرتا ہے۔

۱۔ خاتم المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں۔ "مستحب است کہ تصدق کردہ شود

www.alahazratnetwork.org

از میت بعد از رفتن او از عالم تاہفت روز تصدق از میت نفع میکند اور اے خلاف میان اہل علم وارد شدہ است وراں احادیث صحیحہ خصوصا" آب و بعضے از علماء گفتہ اند کہ نمیرسد میت را مگر صدقہ و دعا و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر میکند کہ تصدق میکند از وے یا نہ واللہ تعالی اعلم۔ شیخ الاسلام کشف الغطاء عمالزم مملوے علی الاحیاء فصل ہشتم میں فرماتے ہیں۔ در غرائب و خزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می آیند خانہائے خود را ہر شب جمعہ و روز عید و روز عاشورہ و شب براۃ پس ایستادہ می شوند بیرون خانہائے خود وندا میکند ہر یکے باواز بلند اندوہ گین اے اہل و اولاد من و نزدیکان من مہربانی کیند برما بصدقہ"۔ اسی میں ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالی علیہ در شرح الصدور احادیث شتے در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست۔ اکثرے کا لفظ صریح دلالت کر رہا ہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں تو صاحب مائۃ مسائل کا مطلقا" ان کی طرف ضعف کی نسبت کرنا کہ "ایں روایات را ضعیف ہم فرمودہ اند۔" کذب وافترا ہے یا جہل و اجتوا اور استناد کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلہ الاسناد میں حصر اور صحاح کا صرف کتب ستہ پر قصر جیسا کہ صاحب مائۃ مسائل سے یہاں واقع ہوا جہال شدید و سفہ بعید ہے۔ حدیث حسن بھی بالا جماع حجت ہے۔ غیر عقائد و احکام حلال و حرام میں حدیث ضعیف بھی بالا جماع حجت ہے۔ ہمارے ائمہ کرام حنفیہ و جمہور آئمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل الاسناد بھی حجت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے کہ یہ سب مسائل ادنی طالب علم پر بھی روشن ہیں اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم حدیث کے ابجد خوانوں پر ہیں اور مبرہن ہے ولکن الوہابیۃ قوم یجھلون طرفہ یہ کہ خود صاحب مائۃ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگان خاندان دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب علیہم الرضوان نے اپنی تصانیف کثیرہ میں تو وہ وہ روایات غیر صحاح و روایات طبقہ رابع اور ان سے بھی نازل تر سے استناد کیا ہے۔ جیسا کہ ان کتب

www.alahazratnetwork.org

کے ادنیٰ مطالعہ سے واضح و مبین ہے ولکن النجدیۃ یجھلون الحق و ہم یعلمون امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے موقوفاً" اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک ابو نعیم حلیہ میں .سند صحیح حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً" راوی۔و ھذا لفظ ابن المبارک۔

قال ان الدنیا جنۃ الکافرو سجن المومن و انما مثل المومن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض و یفسح فیھا۔

بے شک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص زندان میں تھا۔ اب آزاد کر دیا گیا تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔ ابو بکر کی روایت یوں ہے۔

فاذا مات المومن یخلی سربہ یسرح حیث شاء۔

جب مسلمان مرتا ہے۔ اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہم ملے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا۔ کہا! کیا زندے اور مردے بھی ملتے ہیں کہا! نعم اما المومنون فان ارواحھم فی الجنۃ و ھی تذھب حیث شاء ت بے شک مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں۔ انہیں اختیار ہوتا ہے۔ جہاں چاہیں جائیں۔ ابن مبارک کتاب الزہد و ابوبکر ابن ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قال ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاء ت و نفس الکافر فی سجین۔

بے شک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں۔ جہاں چاہیں جاتی ہیں اور کافر کی روح سجین میں مقید ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی قال بلغنی ان ارواح المومنین مرسلۃ تذھب حیث شاء ت مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں۔ امام جلال

www.alahazratnetwork.org

الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں۔ رجح ابن عبدالبران ارواح الشہداء فی الجنۃ و ارواح غیرھم علی افنیۃ القبور فتسرح حیث شاء ت امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں۔ ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل و انفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاء ت۔ بے شک جب روح اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے۔ جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے۔ قاضی ثناء اللہ (پانی پتی) بھی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں۔ "ارواح ایشاں (یعنی اولیاء کرام قدس اسرارہم) از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند" خزانۃ الروایات میں ہے۔

عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعۃ و تنتشروا فجاء وا الی مقابرھم ثم جاء وا فی بیوتھم۔

بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتی اور پھیلتی ہیں۔ پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔ دستور القضاۃ مستند صاحب مائۃ مسائل میں فتاوی امام نسفی سے ہے۔

ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ و یوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی و یا اولادی و یا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا الخ

بے شک مسلمانوں کی روحیں ہر روز و شب جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑے ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقہ سے مہر کرو۔ ہمیں یاد کرو، بھول نہ جاؤ۔ ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔ نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مائۃ مسائل میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشور او لیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات و یقومون

www.alahazratnetwork.org

علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احدیذکرنا ھل من احدیترحم علینا ھل من احد یذکرو غربتنا۔ الحدیث

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورے کا دن یا شب برات ہوتی ہے۔ اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں۔ ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے' ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے' ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔ اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے حلال و حرام کا ایسی جگہ دو۔ ایک سندیں بھی بس ہوتی ہیں۔ نہ کہ اس قدر کثیر و وافر' امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفانی تخریج احادیث الشفاء زیر ثنائے امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لم اجدہ فی شی ء من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار و ابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل و کفی بذالک سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام

یعنی میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی۔ مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں اسے ایک حدیث طویل میں بے سند ذکر کیا۔ ایسی حدیث کو اتنی ہی سند کافی ہے کہ وہ کچھ احکام سے متعلق نہیں۔ باقی رہا ضلال حال کے شیخ الضلال گنگوہی کا براہین قاطعہ میں زعم باطل کہ ارواح کا اپنے گھر آنا۔ یہ مسئلہ عقائد کا ہے۔ اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے۔ قطعیات کا اعتبار ہے۔ نہ ظنیات صحاح کا یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بھی صحیح و صریح حدیثوں میں ہو کر روحیں آتی ہیں تو وہ حدیثیں بھی ان کے دھرم میں مردود ہوں گی کہ ان روایات میں عمل نہیں بلکہ علم ہے اور تسلیم بھی کر لئے۔ تو فقط عمل ہے۔ نہ فضل عمل۔ براہین قاطعہ لما امراللہ بہ ان یوصل میں چار ورق سے زائد پر یہی اعجوبہ اضحوکہ طرح طرح کے مزخرفات سے آلودہ اندودہ کیا ہے۔ سخت جہالت ہے۔

اگر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو۔ اگرچہ اسے "نفیاو اثباتا" کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہوتا۔ نفی یا مثبت کسی پر اس نفی و اثبات کے

www.alahazratnetwork.org

سبب حکم ضلالت و گمراہی محتمل نہ ہو۔ سب باب عقائد میں داخل ٹھہرے جس میں احادیث بخاری و مسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھہریں تو اولاً سیرو مغازی و مناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤ خورد و دریا برد ہو جائیں۔ حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعاف بھی مقبول سیرت انسان العیون میں ہے۔

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال و الحرام شددنا و اذا روینا فی الفضائل و نحوھا تساھلنا۔

اس بحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین میں ملاحظہ ہو۔ (انگوٹھے چومنے کا ثبوت)

کی دیکھئے۔ رثائے مذکور امیرالمومنین کیا فضائل اعمال سے تھا۔ وہ بھی باب علم سے ہے۔ جس میں امام خاتم الحفاظ نے بعض علماء کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی۔ ثانیاً علم رجال مردو ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے نہ عمل و فضل، عمل اور غیر قطعیات سب باطل و مہمل، ثالثاً دو تہائی سے زائد بخاری و مسلم کی حدیثیں محض باطل و مردود قرار پائیں۔ رابعاً عقائد و اعمال میں تفرقہ جس پر اجماع آئمہ ہے۔ ضائع جائے کہ احکام حلال و حرام میں کیا اعتقاد حلت و حرمت نہیں لگا ہوا ہے اور وہ عمل نہیں بلکہ علم ہے تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لئے بخاری و مسلم کی حدیثیں مردود اور جب حلال اور حرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں کریں۔ اس سے کیوں بچیں۔ خامساً بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی یہ سفیہ خود مقبول مانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے۔ اس پر یہ ثواب جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔ سادساً اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی۔ انہوں نے بخاری و مسلم بھی مردود کردیں جب تک قطعیات نہ ہوں کچھ نہ سنیں گے۔

www.alahazratnetwork.org

سابعاً" ختم الہی کا ثمرہ دیکھئے۔ اسی براہین قاطعہ لما امراللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا تاکہ صحیحین بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہیں۔ مردود ٹھہریں اور وہیں وہیں اوسی منہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو محض ایک بے اصل وبے سند حکایت سے سند لایا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ حالانکہ حضرت شیخ قدس سرہ نے اسے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضا" ذکر کرکے صاف فرمادیا تھا کہ "ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است" غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاذاللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص فضائل کے لئے بے اصل وبے سند وبے سروپا حکایت مقبول ومحمود اور پھر دعویٰ ایمان وامانت ودین ودیانت بدستور موجود۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ○ (البقرۃ آیت ۱۵۶)

کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلۡبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ (المومن آیت ۳۵)

بالجملہ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے نہ باب احکام حلال وحرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہئے اس کے لئے اتنی سندیں کافی ووافی۔ منکر اگر صرف انکار یقین کرے۔ یعنی اس پر جزم ویقین نہیں تو ٹھیک ہے اور عامہ مسائل سیر ومغازی واخبار وفضائل ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس کے باعث وہ مردود نہیں قرار پاسکتے اور اگر دعویٰ نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم وثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں تو جھوٹا کذاب ہے۔ فالفرض اگر ان روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ کہ ثبوت عدم اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم وسم آنے کے بارے میں تو اتنی کتب وعلماء کی عبارات اتنی روایات ہیں بھی نفی وانکار کے لئے کون سی روایت ہے۔ کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل وغلط ہے تو ادعائے بے دلیل محض باطل وذلیل۔" کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجودہ صرف بربنائے

www.alahazratnetwork.org

ضعف عقائد سے ہے تو نفیاً و اثباتاً اسی باب سے ہو گا اور دعویٰ نفی کے لئے بھی دلیل قطعی درکار ہو گی یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود۔ ولکن الوھابیۃ لا یعقلون ○ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد و الہ و صحبہ اجمعین۔ امین۔ واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم فقط

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

ماخوذ از اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح۔

۲ ۳ ھ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی عالم دین یا طالب علم کسی گاؤں میں جاتے ہیں تو اس گاؤں کے قبرستان سے چالیس دن تک عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے علم دین کے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مزاروں پر حافظان قرآن اور مدرسین کو مقرر کرنا بڑا ثواب ہے۔

قبولیت دعا : اللہ تعالٰی اپنے فضل سے دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور حاجات کو برلاتا ہے۔ اگر خلوص نیت اور حضور دل سے دعا کی جائے اور عاجزی و تضرع سے بارگاہ رب العزت میں سربسجود ہو جائے تو اللہ تعالٰی کی رحمت اسے کبھی رد نہیں کرتی اور دنیا و آخرت میں اسے قبول فرما لیتی ہے۔

قبولیت دعا کی شرائط:

دعا کے قبول ہونے کی بھی کئی شرائط ہیں اور پھر قبولیت دعا کے مواقع ہیں۔ سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ حضور قلب اور قوت حلال میسر ہو۔ دعا کی قبولیت میں سب سے رکاوٹ اس بات سے ہوتی ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے بارہا دعا کی مگر قبول نہیں ہوئی۔ حالانکہ قبولیت دعا کی شرطیں نہ ہوں اور ان کے موانعات موجود ہوں تو دعا

www.alahazratnetwork.org

کیسے قبول ہو لیکن پھر بھی خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔
المختصر دعا ایک عبادت ہے۔ الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے۔ جس طرح مختلف عبادتیں اپنے اپنے وقت اور سبب کے لئے ضروری ہیں ایسے ہی دعا کی قبولیت کے مواقع اور اسباب ہوتے ہیں۔ بلاؤ مصیبت کے وقت دعا کا ہونا بڑا ضروری ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن آیت ۶۰) تم دعا مانگو میں اسے قبول کرلوں گا۔

اے اخی دست کردن بدار با اجابت یا روایت چہ کار
بس دعا ہازیان ست و وبال از کرم می نشنود شان ذوالجلال

ایک کسان کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر عربی گھوڑا مانگے اور بادشاہ اس کے بدلے اسے ایک بیلوں کی جوڑی دیدے۔ تو ظاہر میں بادشاہ نے اس کی دعا قبول نہیں کی اور جیسا گھوڑا چاہتا تھا اسے نہیں دیا۔ مگر حقیقت یہ ہے جو چیز اسے دی گئی ہے وہ گھوڑے سے کئی بار بہتر ہے۔ بیلوں سے اس کی کھیتی میں جو فائدہ ہوگا وہ گھوڑے سے نہیں ہو سکتا بلکہ گھوڑا تو اس کے معیار زندگی میں اور وبال جان بن جائے گا۔
اسی طرح ہم دنیا کی فضول اور بے کار چیزوں کی درخواست کرتے ہیں اور اس دعا کا قبول نہ ہونا' ہمارے لئے مفید ہے۔ نفس کی لذتوں پر پڑ کر رضائے الٰہی سے محروم رہتے ہیں اور آخرت کے عذاب میں پھنس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر نور بصیرت دے تو حسن ظن سے طلب صادق کرنا چاہئے۔ بعض چیزوں سے محرومی بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات کا دوسرا نام ہے۔
کافر کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ہاں گمراہی کی دعاؤں کو قبول کرلیا جاتا ہے۔ وہ دنیا کے کاموں کے لئے دعا کرے تو قبول ہوتی ہے۔ البتہ مظلوم خواہ کافر ہو یا مسلمان اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

گناہ پر فخر:

گناہ کو حلال جاننا' ہلکا سمجھنا بھی کفر ہے۔ گناہ اگرچہ شہوت کے غلبہ کہ بشریت کے تقاضا سے ہو۔ گناہ کو گناہ ہی تصور کرنا چاہئے اور اپنے گناہ کا اقرار کرنا چاہئے۔

www.alahazratnetwork.org

چھوٹے گناہ سے بچنا چاہیے۔ ورنہ صغیرہ گناہ متواتر کرنے سے کبیرہ گناہوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

شریعت سے تمسخر:

احکام شرع کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ یہ مذاق و تمسخر دراصل شریعت کے جھٹلانے اور انکار کرنے کی علامت ہے۔

مذاقاً" اقرار کفر:

کلمہ کفر مذاق و تمسخر سے کہنا بھی کفر ہے۔ اگرچہ اس کے معنی دل میں کچھ اور ہی لئے جائیں اور ان پر اعتقاد بھی نہ ہو۔ مذاق سے دراصل استخفاف پیدا ہوتا ہے۔ جب گناہ کا استخفاف کفر ہے تو کفر کا استخفاف تو بدرجہ اتم کفر ہے۔ خواہ یہ بات نہ جانتا ہو کہ یہ کفر ہے۔ مگر نہ جاننے سے جرم کی معافی نہیں ہو سکتی۔ بعض علماء نے ان لوگوں کی رعایت کی ہے جو نادانستہ کلمہ کفر کہہ دیں۔ بھولے سے یا بے اختیار زبان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر کفر واقع نہیں ہوتا۔

نشہ میں کلمات کفر:

بدمستی اور نشے کی حالت میں کلمہ کفر کے سرزد ہونے سے کافر نہیں ہو جاتا کیونکہ نشہ کی حالت میں عقل ماؤف ہوتی ہے۔ ہاں دوسرے تصرفات جیسے طلاق دینا' غلام آزاد کرنا' خرید و فروخت کرنا' یہ بعض اقرار سے کفر واقع ہو جاتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ کفر ایک بہت بڑا کام ہے اور جہاں تک ہو سکے اس امر سے احتراز کرنا ضروری ہے اور زوال عقل اس کا علاج اور عذر تو ہو سکتا ہے مگر اسلام تو ایک مرغوب و مطلوب چیز ہے جس طرح ہو سکے اس کا اثبات ضروری ہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک نشہ کی حالت میں کلمہ کفر سے کفر واقع ہو جاتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

فاسق کی اقتداء:

ہر نیک و بد کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے۔ نماز جماعت ترک کرنا درست نہیں اور اس چیز کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ امام پرہیز گار اور متقی ملے تو نماز باجماعت ادا کریں گے۔ جماعت سنت موکدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت کی سختی سے تاکید فرمائی ہے۔ ہاں اگر مرد صالح و متقی میسر ہو سکے تو امامت کے فرائض وہی ادا کرے۔ ورنہ ہر مسلمان کے پیچھے نماز روا ہے۔ حتیٰ کہ فاسق و فاجر کے پیچھے بھی نماز جائز ہے۔ بشرطیکہ اس کا فسق کفر تک نہ پہنچ جائے۔ لیکن اتنا ضروری ہے کہ امام نماز کے ارکان احکام اور قرآن کی اتنی آیات سے واقف ہو جس سے نماز ہو سکے۔

موزوں پر مسح:

علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور یہ سنی ہونے کی علامت ہے۔ بحالت قیام ایک دن اور ایک رات تک مسح کرلے اور بحالت سفر تین دن اور تین رات مسح کرتا رہے۔

یہ بات ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ مسح کی نسبت پاؤں کو دھونا زیادہ افضل ہے۔ مگر مسح کے جواز کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔ جو تہمت کے مقام پر رخصت کو اختیار کریں وہ مصلحت سے زیادہ قریب ہیں۔

سنیوں کی تین علامتیں:

تفضیل الشیخین' حب الختنین اور مسح علی الخفین' حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب صحابہ علیہم الرضوان سے بہتر جاننا' حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔ شیعہ حضرات ان تینوں علامات سے خالی ہیں۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا جو موزوں کے مسح کو جائز خیال کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موزوں پر مسح کرنے کو دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ مسافر کو تین رات دن اور مقیم کو ایک دن رات درست ہے۔ آپ نے زور دے کر کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی سنا ہے۔ ایک دوسری جگہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

www.alahazratnetwork.org

فرمایا۔ اگر شریعت میں عقل کے قیاس پر حکم ہوتا تو موزوں کے تلے پر مسح کرنے کا حکم دیتا۔ لیکن شریعت کے حکم کے سامنے موزوں کے اوپر مسح کرنا ہی تسلیم کیا گیا ہے۔

کاہن اور نجومی کی حیثیت:

جو کاہن غیب جاننے کا دعوئی کرے اسے سچا ماننا بھی کفر ہے۔ حدیث پاک میں تصریح موجود ہے کہ جو شخص کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کو سچا مانے وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس دین سے اس کا کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ جس دین کو حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔

عرب میں بہت سے کاہن علم غیب کا دعوئی کرتے تھے۔ جن اور شیاطین انہیں خبریں دیتے تھے۔ نجومی بھی کاہن کی طرح ناقابل یقین شخصیت ہے۔ نجومی کی بات پر یقین کرنا' اسے سچا ماننا کفر ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا تو ستاروں کے اثرات' آسمان کی گردش' موسمی تغیرات سردی گرمی کی کمی بیشی کے اثرات' فصلوں اور پھلوں کے پکنے اور دوسرے کاموں پر وارد ہوتے ہیں۔ مگر ان چیزوں کی کمی اور بیشی پر سعادت نحوست کا قیاس کرنا غلط ہے۔ اگر بعض مقامات پر فصل کی زیادتی کسی کی سعادت کا ذریعہ بن بھی جائے تو شریعت میں اس سعادت و ترقی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر پہلی شریعتوں میں درست تھا تاہم شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شریعتوں کے احکام کو منسوخ کر دیا ہے۔

امیدوار رحمت الہی:

اللہ عزوجل کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے اور اللہ عزوجل کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی بھی مایوس نہیں ہوتا۔ مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو۔ رحمت خداوندی سے مایوس نہیں ہوتا۔ یہ امید رکھنا ضروری ہے کہ توبہ سے خدا کی رحمت خداوندی گناہوں کو معاف کر دیتی ہے۔ جہاں رحمت خداوندی پر ایمان لانا ضروری ہے وہاں اس کے خوف سے بے نیاز ہونا بھی کفر ہے۔ اللہ عزوجل کے خوف سے محض کافر ہی بے نیاز ہو سکتے ہیں جن لوگوں پر عذاب الہی ہونا ہوتا ہے۔ ان پر ناز و نعمت دنیا کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ یاد خداوندی سے غافل ہو جائے اور مغرور ہو جائے۔ پھر جب اس کی گرفت آتی ہے تو اسے خبر تک نہیں ہوتی۔

www.alahazratnetwork.org

ایمان وخوف کی اہمیت:

ایمان تو امید اور خوف کے درمیان ہے۔ امید کے متعلق یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ اگر یہ سن لیا جائے کہ جنت میں محض ایک ہی آدمی داخل ہونا ہے تو یہ امید رکھے کہ میں ہی جنتی ہوں گا اور اگر یہ سنے کہ دوزخ میں ایک ہی شخص ہو گا تو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں گا۔

آنہا کہ خواص درگہ تکریم اند   دہشت زدگاں عالم تسلیم اند
نومید مشو کہ رحمت حق عام است   مغرور مشو کہ خاصگاں در بیم اند

بزرگان دین کا مقولہ ہے کہ زندگی میں خوف خداوندی کا غلبہ ہونا چاہئے۔ لیکن رحلت کے وقت رحمت خداوندی کا امیدوار ہونا چاہئے۔ سعادت کی علامت یہی ہے اور الایمان بین الخوف والرجا میں یہی اشارہ ہے۔

اعلموا ان اللہ شدید العقاب واللہ غفور رحیم۔

الحمدللہ یہ کتاب رحمت خداوندی اور امید مغفرت پر ختم ہوئی۔